موجودہ
لندن کے اسرار

یعنی

فلسفہ جرائم پر ایک نظر

از

نور الٰہی
محمد عمر

سنہ ۱۹۲۵ء

{مرکنٹائل پریس لاہور میں باہتمام بابو نظام الدین پرنٹر چھپا۔}

تعداد جلد ۱۰۰۰ — قیمت ایک روپیہ

باسمِ گرامی

عزیز محترم محبّ باصفا مشفقی

شیخ محمد عزیزالدین خان صاحب

سپرنٹنڈنٹ پولیس قلمرو جموں

اخلاص کیش

نورالٰہی و محمد عمر

فہرست مضامین

صفحہ

بارِ خاطر

اس کتاب کے باب اول میں مصنف نے تفصیل سے بیان کیا ہے کہ موجودہ لنڈن کے اسرار میں کن
مضامین پر بحث کی گئی ہے اور اسلئے کسی دیباچہ یا تقریب کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ پھر بھی
اتنا عرض کرنے میں چنداں مضایقہ نہیں کہ شعار فسانہ نگاری سے اعراض کر کے صرف واقعات
اور حقائق سے سامان دلچسپی پیدا کرنے میں مصنف ایسا کامیاب ہوا ہے کہ ایکدفعہ کتاب شروع
کر کے بلا ختم کئے کل نہیں پڑتی۔ جرائم کی نوعیت۔ طریق عمل اور ہر طبقہ کی عیاریاں اس
اسلوب سے بیان کی ہیں کہ اس کتاب کے مطالعہ کے بعد کسی شخص کا بدمعاشوں کے ہتھکنڈوں
میں پھنس جانا ناممکن ہو جاتا ہے۔ فلسفہ جرائم کے ایسے خشک مضمون کو ایسا شاداب اور دلآویز
بنانا بلا شبہ ایک ادبی اعجاز ہے جس کے لئے مصنف ہزار تحسین و آفرین کا مستحق ہے۔ ہمارے
فخر و مباہات کے لئے اتنا ہی بس ہے کہ ہمیں اس کتاب کو جو انگریزی میں بھی شاذ ہی دستیاب
ہوتی ہے اردو میں منتقل کرنیکا شرف حاصل ہوا۔ مقصد صرف یہ ہے کہ پبلک کو من گھڑت اور
بے سروپا قصہ کہانیوں میں وقت ضایع کرنیکی بجائے سچے واقعات سے عبرت اور بصیرت حاصل
کرنیکا موقعہ ملے۔ اور ڈرامانگار فطرت انسانی کے تاریک پہلو کو روشنی میں لا سکیں۔ نیز پولیس کے
سامنے ایک ایسی کتاب موجود ہو جو تفتیش جرائم کیلئے انکے فہم کو تیز اور ادراک عمل کو وسیع کرے۔ گو
اس کتاب میں جو واقعات درج ہیں ان کا تعلق بلادِ مغرب سے ہے لیکن ہندوستان میں بھی ان جرموں کی
دھندلی سی مثالیں ناپید نہیں۔ اخیر میں یہ اظہار لازم ہے کہ عین ممکن تھا کہ اس کتاب کی اشاعت
ابھی چندے اور معرض تعویق میں پڑی رہتی مگر مشفقی شیخ محمد عزیز الدین خان صاحب سپرنٹنڈنٹ
پولیس جموں کے اصرار پیہم نے اسوقت تک دم نہ لینے دیا جبتک کہ کتابت نہ شروع ہو گئی۔

نور الٰہی
محمد عمر

جموں
۸ مئی ۱۹۲۵ء

موجودہ لنڈن کے اسرار

باب اوّل

تعارف

یعنے ہم کہاں جائیں گے! اور کیا دیکھیں گے

عام بول چال میں اسرار وہ بات ہے۔ جو بلا تکلیف بیان نہ ہو سکے۔ یا وہ واقعہ ہے جس کی علت معاً معلوم نہ ہو۔ یعنی یہ پتہ نہ چلے۔ کہ وہ کیسے ظہور میں آیا۔ اور تکمیل کار کے لئے کیا کیا جتن کرنے پڑے اس حجاب کے پردہ ہی میں اسرار ہے۔ لنڈن کے یہ جستہ جستہ اسرار صحرا کا ایک ذرہ یا سمندر کا ایک قطرہ ہیں کس کی مجال ہے کہ اس موضوع پر کوئی جامع کتاب لکھ سکے۔ کیونکہ یہ غدار شہر بذاتہٖ اسرار ہے اس کے ہزار در ہزار باشندے اس کے در و دیوار۔ کوچہ و بازار مجسم اسرار ہیں۔ جہاں روز روشن کی ہنگامہ آرائیوں اور اندھیری رات کی خاموشیوں سے اسرار پیدا ہو کر کبھی تو دنیا میں زلزلہ ڈالدیتے ہیں۔ اور کبھی کسی کو کانوں کان انکی خبر نہیں ہونے پاتی کبھی تو اخبار جلی سرخیوں اور عنوانوں سے ان کا ڈھنڈورا پھیرتے ہیں۔ اور کبھی حکام انہیں صندوق سینہ میں چھپائے پھرتے ہیں کہ کسی فرد بشر کے کان میں ان کی بھنک نہ پڑنے پائے۔ سر بفلک ایوانوں۔ کچے مکانوں۔ دکانوں کارخانوں کا کیا ذکر ہر ایک طرف مجرمانہ عناصر کا ایسا باریک جال پھیلا ہے۔ کہ پولیس اور پریس کی نظر اچٹ جاتی ہے

دریائے ٹیمز ہزارہا ایسے اسرار کا پردہ پوش ہے جن کا لوگوں کو پتہ بھی لگا۔ تو بس اسقدر کہ تھانہ کے نوٹس بورڈ پر دو تین دن تک یہ اشتہار چسپاں ہوتا رہا۔ کہ آج ایک اتفاقی موت کی تحقیقات ہوگی آج فلاں مقدمے میں فیصلہ سُنایا جائیگا۔ یا آج ایک لاوارث لاش کو خاک میں دبایا جائے گا لیکن ان اشتہاروں میں ایسے مرد اور عورتیں ہوتی ہیں۔ جن کے موت کے گھاٹ اُترنے کی کہانی اگر بیان ہو سکتی۔ تو امیر و غریب کو لرزہ چڑھا دیتی۔ اور ہم یہ دیکھ کر ششدر رہ جاتے کہ دُنیا بھر کی خفیہ انجمنوں کے کتنے کارکن ہمارے درمیان سرگرم کار ہیں۔

موجُودہ لنڈن کے جن اسرار کا کوئی حال معلوم نہیں ہو سکا۔ اُن سے بڑھ کر دل ہلا دینے والے واقعات تاریخ عالم میں نا پید ہیں۔ سینکڑوں لوگ گم ہوئے۔ اور اُن کا کچھ پتہ نہ چلا۔ کئی قتل ہُوئے اور کوئی ملزم گرفتار نہ ہُوا۔ ہزارہا مقتول اس سارٹیفکیٹ کے ساتھ کہ وہ طبعی موت مرے قبروں میں اُتارے گئے اور کوئی کیفر کردار کو نہ پہنچا +

یہ خیال کرنے سے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ کہ بیسیوں شخص جن کی موت کا باعث قاتل کا خنجر ہے۔ شبہ پیدا کرنے کے بغیر لنڈن کے گورستانوں میں سُلائے جاتے ہیں۔ اس قبیل کے واقعات پیہم ہوتے رہتے ہیں۔ اور اس کا بیّن ثبُوت یہ ہے کہ زہر خورانی کے قریباً ہر مقدمہ میں جب کوئی ملزم سپرُد عدالت ہُوا اور قبر کھودنے کی نوبت آئی۔ تو ایسی بہُت سی لاشیں برآمد ہُوئیں جنہیں دیکھ کر معمُولی عقل کا انسان بھی سمجھ سکتا ہے۔ کہ اُن کی موت زہر کی شرمندہ احسان ہے لیکن اس سے قبل کسی کو گمان تک نہ تھا۔ کہ قبر کی رونق کسی قاتل کے طفیل ہے۔

اسی طرح آگ کے اسرار بھی شاذ ہی ظاہر ہوتے ہیں۔ آتش زدگی کا ارتکاب محض بیمہ کا روپیہ وصُول کرنے کے لئے نہیں کیا جاتا بلکہ بسا اوقات اس کے شعلوں سے خرمن جان کا جلانا بھی مقصود ہوتا ہے۔ تھوڑا عرصہ ہُوا کہ ایک مکان محض اسلیئے جلا کر خاک کیا گیا۔ کہ ایک جرم کا نشان نہ رہے اور ایک شخص نذرِ اجل ہو جائے۔ قاتل بھاگ گئے اور مقتول کی لاش راکھ کے ڈھیر سے برآمد ہُوئی۔ کئی خاوند اور بیویاں بغیر طلاق دینے کے ایک دُوسرے سے علیحدہ ہو کر

پھر شادی کر لیتے ہیں۔ لیکن کسی کو ازدواج ثانی کا شک تک نہیں ہوتا۔ مشہور ہوتا ہے کہ کسی تھیٹر یا کسی ہوٹل میں کوئی شخص مر گیا ہے۔ اُس کی بیوہ نکاح کر لیتی ہے۔ تھوڑے عرصہ کے بعد ایک دن اُس کی نظر اپنے مفروضہ مُردہ خاوند پر پڑتی ہے اور اُس کا رنگ زرد ہو جاتا ہے۔ اُس دن سے عورت مذکور کو چین کی گھڑی نصیب نہیں ہوتی۔ اور وُہی دھڑکا آخر جان لیوا ثابت ہوتا ہے ہاؤس آف لارڈ کا ایک مدبر ہے۔ اُس کے بزرگوں میں سے ایک کی نسبت کہتے ہیں کہ وہ ایک دفعہ اپنی بیوی کی قبر پر دُعا کرنے گیا۔ اور وہاں ایک اجنبی سے مِلا۔ باتوں باتوں میں یہ ظاہر ہُوا کہ دو نو خاوند ایک ہی قبر پر پہلو بہ پہلو کھڑے ایک ہی بیوی کا ماتم کر رہے ہیں۔ اس طرح کا ایک واقعہ لنڈن کے ایک عظیم الشان قبرستان میں ابھی ابھی ہُوا ہے۔ تفصیل اُسکی یہ ہے۔ کہ ایک بڑے آدمی کی وفات کی خبر اخبارات میں شایع ہُوئی۔ اور اسبات کا بھی اعلان کیا گیا۔ کہ کہاں اور کس وقت نعش دفن کیجائیگی۔ جب نعش قبر میں اُتارنے لگے تو بیوہ پھُولوں کی صلیب چڑھا کر روتی دھوتی ایک طرف ہو گئی۔ اتنے میں ایک نقاب پوش عورت ہجوم سے نکلی اور اُس نے بھی پھُول چڑھائے وُہ اس شخص کی پہلی بیوی تھی۔ اور پندرہ سال سے کہیں چلی گئی تھی۔ جب مُدت تک اسکی خبر نہ ملی تو خاوند نے کسی اور عورت سے شادی کر لی (مخفی نہ رہے کہ انگلستان میں ایک ہی وقت میں دو بیویاں کرنا مذہباً حرام اور قانوناً جرم ہے) کوئی رشتہ دار اس حقیقت سے آگاہ نہ ہُوا۔ مگر کچھ عرصہ کے بعد چھوٹی بیوہ پر یہ راز کھلا اور اُس نے خویش و اقارب کو آگاہ کیا۔ مرحوم کا وصیت نامہ عدالت میں پہنچا۔ تو راز طشت از بام ہو گیا۔

(۲) جرائم اور بداطواری کے اسرار دُنیا کے تمام شہروں اور قوموں میں پائے جاتے ہیں۔ اور وُہ تاریخ تمدن کا باب لاینفک بن گئے ہیں۔ میں نہیں چاہتا کہ اِن صفحوں کو پولیس کے کارناموں کا دفتر بناؤں بلکہ صرف یہ آرزُو ہے کہ اُن لوگوں کے لیے رہنما کا کام کروں۔ جو لنڈن کی زندگی کی سطح کے نیچے جھانکنا چاہتے ہیں اور جنہیں اُس کے شاہراہوں سے گذر کر گلیوں اور

اور کوچوں میں گھومنا مقصود ہے اور جو میری آنکھوں سے وہ کچھ دیکھنا چاہتے ہیں۔ جو ظاہر بین آنکھ
نہیں دیکھ سکتی۔ اگر میں ناظرین کو وہ نظارے دکھانے میں کامیاب ہوا جن پر پردہ خفا پڑا ہوا ہے
اگر میں اندھیرے میں شمع جلا سکا۔ اور زندگی کے ان تاریک شعبوں پر روشنی پڑی۔ جو ہزار ہا
انسانوں کی سیاہ کاریوں کا ماحصل ہیں۔ تو میں سمجھوں گا کہ میری محنت رائیگاں نہیں گئی۔ یہ بتا دینا
ضرور ہے کہ حیرت انگیز باتوں کا اظہار اور فسانہ نگاری میرے دائرۂ عمل سے سراسر باہر ہے۔ میری صرف
یہ خواہش ہے کہ آپ دنیا کے اس سب سے بڑے شہر سے روشناس ہو جائیں۔ جو دنیا کے عجائبات میں سے
ہے۔ ہم ارتقاءِ حیات کی اچھی بری عجیب اور خوفناک منزلیں طے کرتے چلے جائیں گے۔ اور اس
سفر میں دن اور رات کے وقت لنڈن میں جو اسرار رونما ہوتے ہیں۔ انہیں ملاحظہ کریں گے۔
اس شہر میں داخل ہوتے ہی یہ سوال دامنگیر ہوتا ہے۔ کہ خلقت کا یہ ہجوم کس طرح روزی پیدا
کرتا ہے اور یہی سوال ایک فقرہ میں موجودہ لنڈن کے اسرار کا لب لباب ہے۔ اس بحرِ حیات
میں ہزار ہا زن و مرد تیر رہے ہیں۔ جن کی روزی کا وسیلہ سوائے اُن کے کسی کو معلوم نہیں۔
یہاں موٹروں اور ریل گاڑیوں میں لوگ خاموشی سے ایک دوسرے کے پہلو بہ پہلو بیٹھے رہتے
ہیں۔ اور کوئی یہ دریافت کرنے کی جرأت گوارا نہیں کرتا۔ کہ اس کا ہمسفر کون ہے۔ لیکن تحقیق
سے کام لو۔ تو معلوم ہو جائے۔ کہ یہ گاڑیاں مسافروں کے ساتھ موجودہ لنڈن کے اسرار اُٹھائے
لیجا رہی ہیں۔ یہ عورت جو آپکے سامنے موٹر میں چپ چاپ بیٹھی ہے۔ اُس راز سے آگاہ ہے جسکی ٹوہ میں پولیس
مہینوں سے خاک چھان رہی ہے۔ بہت سے ایسے ایکٹر اور ایکٹریسیں ہیں۔ جو رات کی نقلی ٹریجڈی
کو صبح کے وقت حقیقت میں تبدیل کر دیتی ہیں۔ میرے پاس مہینوں ایک ایکٹر آتا رہا۔ جس کے
عجیب و غریب جرموں کی کہانی زبان زد عوام تھی۔ ایکدن وہ حسب معمول تھیٹر کے متعلق بات چیت
کرنے آیا۔ اور ہم گھنٹوں گفتگو کرتے رہے۔ آخر وہ بڑے تکلف سے رخصت ہوا۔ اور مجھے اُس کا
اس وقت دھیان آیا جبکہ لنڈن میں جا بجا اسی کا چرچا تھا۔ میرے گھر سے نکلتے ہی یہ ذات
شریف ریل کے ایک کمرے میں جا گھسے۔ اور ایک مسافر کو قتل کر کے اُس کا اسباب لے بھاگے

اور لنڈن کی ایک گلی میں چھپ کر بیٹھ گئے۔ آخر پولیس نے عبدالتمیس لاکھڑا کیا مجرم قرار دیئے گئے اور پھانسی کے تختہ پر اپنا آخری پارٹ ادا کر کے رخصت ہوئے۔ اسی طرح ایک خاتون مجھ سے ملنے آئی۔ اور جاتی دفعہ اپنی چھتری میرے یہاں بھول گئی۔ ایک ہفتہ کے بعد جب وہ چھتری لینے آئی۔ تو اس عرصہ میں وہ ایک حیرت انگیز جعلسازی کر چکی تھی جسکی پاداش میں اُسے قید برداشت کرنا پڑی لیکن مجھے کبھی ایک لمحہ کے لئے بھی خیال نہ آیا کہ میں کسی قاتل یا جعلساز کی تواضع کر رہا ہوں۔ بہت کم لوگ محسوس کرتے ہیں۔ کہ روزانہ کاروبار یا تفریحوں میں ہم کتنی دفعہ جرائم اور بدمعاشی کے اسرار مجسم سے دوچار ہوتے ہیں۔

ایکدن ایک مشہور قتل کے مقدمہ کی تجویز کا نظارہ دیکھ کر میں ریل کے سٹیشن پر گیا۔ گاڑی چھوٹنے کو تھی۔ اور میں بمشکل تمام ایک تیسرے درجہ کے کمرے میں گھس سکا اس کمرہ میں تل رکھنے کو جگہ نہ تھی۔ مرپٹ کر بیٹھنے کے لئے جگہ تو بنالی۔ مگر ایسا معلوم ہوتا تھا گویا کسی نے مجھے شکنجے میں جکڑ دیا ہے۔ اچانک میری نظر دو سیاہ پوش عورتوں پر پڑی۔ جن میں سے ایک ادھیڑ عمر کی اور دوسری نوجوان تھی۔ مگر کسی نے اُن کی طرف دھیان نہ کیا۔ لیکن اُن کی دلچسپی کی کوئی حد نہ رہتی۔ اگر انہیں یہ معلوم ہو جاتا۔ کہ وہ دوشیزہ جو اپنی ماں کے ساتھ گاڑی کے اس کھچا کھچ بھرے ہوئے کمرے میں بیٹھی تھی۔ ایک ایسے شخص کو الوداع کہکر لوٹ رہی تھی جس نے اُسے بیاہنے کی خاطر اپنی پہلی بیوی کو جان سے مار ڈالا تھا اور جو اُسی دن پھانسی پر چڑھایا گیا تھا۔

میں نے خود ایک روز پہلے اس عورت کی زبانی اس دردناک واقعہ کے متعلق جس کا لنڈن میں بہت چرچا تھا۔ ایک عجیب کہانی سُنی تھی۔ عین قتل کے دن قاتل اپنی منگیتر کے ہاں چائے اُڑا رہا تھا۔ وہاں باتوں باتوں میں اس قتل کا ذکر چھڑ گیا۔ اور سب کی خواہش تھی کہ قاتل کیفر کردار کو پہنچے۔ مزے کی بات یہ تھی۔ کہ قاتل صاحب خود ایک معزز مہمان کی حیثیت سے زینت محفل اور قاتل کی گرفتاری کے لئے سب سے زیادہ پرجوش تھے۔

(۳) تفتیش کے دقیانوسی اصولوں کو خیرباد کہکر جو باتیں مجھے معلوم ہوئیں۔ شائد ہی کسی اور کو ہوئی

ہوں۔ مگر بایں ہمہ اگر میں یہ کہوں کہ لنڈن کے اسرار میرے لئے کوئی کھلی ہوئی کتاب ہیں۔ تو یہ محض تعلّی ہے کیونکہ یہ بات تو آج تک کسی کو نصیب ہی نہیں ہوئی۔ اور تو اور وہ بھی آج تک اس کے اسرار سے بخوبی واقف نہیں۔ جو شب و روز اسی تگ و دو میں لگے رہتے ہیں۔ لیکن میں نے اس دشت بلا کی اس قدر سیاحی کی ہے کہ ان لوگوں کے لئے اچھا خاصا رہنما ہو سکتا ہوں جنہیں اس راہ نوردی کا خود موقعہ نہیں ملا۔ اور اگر وہ اس سفر میں قدم رکھتے بھی تو ان کے علم میں کوئی معتد بہ اضافہ نہ ہوتا۔ کیونکہ اسرار کی حقیقت کشادہ سڑکوں پر پڑی ہوئی نہیں پائی جاتی بلکہ اسکی تلاش میں تنگ و تاریک گلیوں کی خاک چھاننا پڑتی ہے مثلاً شیٔ اسرار کے پاس دو چیزیں ہونا لازم ہے ایک تو وہ لفظ جو پہرہ داروں سے اجازت مل جانے کا ضامن ہو۔ اور دوسرے اس بات کا یقین کہ آپ صحیح سلامت واپس آ سکیں گے۔ میں نے کسی قدر حال بیان کیا ہے اور یہ اس شخص کے لئے کافی ہے جسے لنڈن کے زندگی کے اسرار معلوم کرنے کی تمنا ہو لیکن میں ایک بات اور کہنا چاہتا ہوں کہ اس کام میں پولیس کی مدد کسی مصرف کی ثابت نہیں ہو سکتی۔ میں پولیس کی بہت سی عنایتوں کا زیر بار احسان ہوں۔ اور جس محنت اور تندہی سے وہ لنڈن کی دولت اور اس کے باشندوں کی زندگی کی حفاظت کرتی ہے۔ اس کا بہت بڑا مداح۔ مگر میں نے ان خوفناک جگہوں میں جانے کے لئے کبھی ان سے استمداد نہیں کی۔ اہل پولیس کو ہر شخص جانتا ہے۔ اور ان کی موجودگی میں لوگ ادھر ادھر کی باتیں کرنے سے کتراتے ہیں۔ اور جو شخص ان کے ہمراہ ہو اسے مشتبہ نگاہوں سے دیکھتے ہیں جہاں کہیں میں گیا۔ ہمیشہ تنہا یا کسی ایسے شخص کے ہمراہ گیا جسے اس علاقہ کے لوگ عزیز رکھتے ہوں۔ خواہ وہ لوگ محنت کش ہوں یا بیکار شریف ہوں یا بدمعاش گو میں اکثر ان کے پاس تنہا ہی جاتا رہا۔ دن ہو یا رات میں نے اس کی کبھی پروا نہیں کی لیکن کبھی میری جان یا عزت پر حملہ نہیں ہوا۔ اور میں ایسی جگہوں پر بھی جا پہونچا ہوں۔ جنہیں سرکاری طور پر نہایت خوفناک بیان کیا جاتا ہے میں یہ بیان اظہار عجب و شان کے لئے نہیں کر رہا کیونکہ اندھیری جگہوں اور زیر زمین راستوں سے بچ نکلنا اور کسی مجرم کو اپنے

پیشے کی کارروائی کرتے ہوئے دیکھ پانا اور پھر زندہ رہ جانا کچھ میری قابلیت کے باعث نہ تھا
کیونکہ وہاں جانے کے لئے میرے پاس باقاعدہ اجازت نامہ ہوا کرتا تھا جس سے اُن لوگوں کو
یقین ہو جاتا تھا کہ میں اُن کے راز معلوم کرنے کے لئے نہیں آیا مخفی نہ رہے کہ لنڈن کے اسرار
کسی خاص حلقہ یا رقبہ تک محدود نہیں۔ مغرب کے کشادہ راستے اور مشرق کے تنگ و تاریک کوچے
اُن سے پٹے پڑے ہیں۔ صرف وہی لوگ مجرم نہیں ہوتے۔ جن کی الماریوں میں نعشیں چھپی ہوتی
ہیں اور اُنہیں فوجداری عدالتوں میں لایا جاتا ہے بلکہ اُن دولتمند بیگمات کے دل بھی کیفر کردار
کے خدشے سے دھڑکتے رہتے ہیں۔ جو شاندار گاڑیوں میں بیٹھکر بڑے ٹھسے سے پولیس کی چوکیوں
کے سامنے سے گذر جاتی ہیں۔ امیروں کے محلوں میں ایسے بھیانک اسرار پوشیدہ ہیں۔ جنہیں
معلوم کرکے دولت اور مرتبہ کی وقعت ہیچ ہو جاتی ہے۔ اونچے طبقہ میں خاندانی راز کو چھپانے
کی کوشش میں بہت سے بہادر مردوں اور خوش اندام خاتونوں کی زندگی تلخ ہو جاتی ہے چونکہ
لنڈن دُنیا کا مستقر ہے اس لئے تمام ملکوں کے اسرار اس میں پائے جاتے ہیں۔ لنڈن وہ شہر ہے
جہاں دُنیا بھر کے لچے شہدے پناہ لیتے ہیں۔ گویا بدمعاشوں کے لئے یہ ایک ایسا قلعہ ہے جہاں
وہ اس قانون کی گرفت سے باہر ہو جاتے ہیں۔ جو ممالک غیر میں اُن کے آزاد پھرنے کا روادار نہ
ہوتا۔ اس شہر کی نامعلوم گلیوں میں ایسے قہوہ خانے اور ہوٹل ہیں۔ جن میں مرد اور عورتیں اکٹھے
کھاتے پیتے اور چین اُڑاتے ہیں۔ اور اسی اثنا میں وہ سازشیں کرتے ہیں۔ جن کا نتیجہ ایسے جرائم
کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ جن کا ذکر ہی بدن میں کپکپی پیدا کر دیتا ہے۔ ممکن ہے کہ سوہو سٹریٹ
کے خوشنما کرایہ کے مکانوں میں ایسے فرانسیسی قاتل اور قاتلہ آرام سے زندگی بسر کرتے ہوں جنکی
تلاش میں پیرس کی پولیس نے فرانس کا چپہ چپہ چھان مارا ہو۔ ممکن ہے کہ کلرکنول اور اٹلی
میں وہ بدمعاش شراب پی رہے ہوں۔ جو کسی شخص کو قتل کرنے کی غرض سے لنڈن آئے ہوں
اسی جگہ آپ کو خوفناک اور حیرت افزا مشرقی اسرار ملیں گے۔ جو بند دروازوں کے پیچھے اور
پردہ والی کھڑکیوں کی آڑ میں پیدا ہوتے ہیں۔ ہندو اور مسلم مذہبی رسوم کے پردے میں ایسی

ایسی باتیں سرزد ہوتی ہیں۔ کہ الف لیلہ کی کہانیاں اُن کے مقابلہ میں داستان معلوم ہوتی ہیں دریا کے کنارے اندھیری جگہوں میں چینی لوگ ثقہ صورتیں بنائے تجارت میں مشغول نظر آتے ہیں۔ اور انہیں دیکھ کر کوئی باور نہیں کرسکتا۔ کہ اُن کی زندگی ہیبت کے مہیب اسرار کا مجموعہ ہے یہیں آپ کو وہ آدمی ملینگے جو گنڈا تعویذ اور جادو ٹونے کرتے ہیں۔ اور لنڈن کے مرکز میں بیٹھکر نہ صرف جاہل غریبوں بلکہ پڑھے لکھے دولتمندوں سے پیسے بٹور کر مالا مال ہو جاتے ہیں۔ لنڈن کے اسرار میں سب سے بڑے اسرار وہ ہیں۔ جو رمال اور نجومی کے ہاتھوں پیدا ہوتے ہیں لیکن ان تمام اسرار سے آگاہ ہونا بھی کسی ایسی کتاب کی تصنیف پر حاوی نہیں ہوسکتا ہے جسے صحیح جامع اور مکمل رکھ سکیں۔ میں کوشش کروں گا۔ کہ ان صفحات میں بغیر مبالغہ اور سنسنی پیدا کرنے کی خواہش کے واقعات کو اُن کی اصلی صورت میں پیش کروں کہ واقعات داستان سے زیادہ عجیب اور صداقت بہترین افسانہ سے زیادہ دلچسپ ہوتی ہے۔ میرا ارادہ نہیں کہ میں خوفناک باتیں سُنا کر یا مہیب کہانیاں تراش کے ناظرین کو حیرت مجسم بناؤں۔ اُم الاسرار لنڈن ہمارے سامنے موجود ہے اور وہ خود اپنی زبان سے بیان کرے گا۔ کہ اسکی زندگی میں کیا کیا عجیب اور حیرت انگیز واقعات ظہور پذیر ہوئے ہیں *
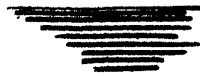
باب دوم

اقامت گاہ

اتوار کا دن ہے اور گیارہ بجے کا وقت۔ گرجوں کے گھنٹے ابھی ابھی خاموش ہوئے ہیں اور لنڈن کی ایک بڑی سڑک پر چند شخص نماز کی کتابیں بغل میں دابے گرجوں سے گھروں کو جا رہے ہیں لیکن ساتھ کی چھوٹی چھوٹی گلیوں میں غل غپاڑے کے مارے کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی۔ سودے والوں کی پکار۔ دُکانوں پر خریداروں کے تکرار نے عجب ہماہمی کا عالم پیدا کر رکھا ہے۔ ہم اِن گلیوں میں سے ایک کے سرے پر جہاں بازار کی گہماگہمی ختم ہو کر سکون کا آغاز ہوتا ہے۔ پہونچتے ہیں۔ یہاں ایک معقول آرام دِہ اقامت گاہ ہے اور اس محلہ میں تمام کے تمام باشندے یہودی ہیں۔ لیکن جو لوگ اِس اقامت گاہ میں ٹھیرتے ہیں۔ وہ عموماً عیسائی ہوتے ہیں اس مکان کے دروازہ پر ایک چھوٹا سا بکس آویزاں ہے جس میں مسافروں کی چٹھیاں پڑی رہتی ہیں جن پر ممالک غیر امریکہ۔ ہندوستان۔ آسٹریلیا کے ڈاکخانوں کی مہریں دیکھنے میں آتی ہیں بعض لفافے تو مہذب اور تعلیم یافتہ لوگوں کے قلم سے لکھے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ اور بعض پر پتے غلط ہجوں میں اور گھسیٹے ہوئے ہوتے ہیں۔ اِس غریبانہ ہوٹل کو جہاں شب باش ہونے کے لئے پانچ چھ پنس سے زیادہ ادا نہیں کرنے پڑتے۔ آرام۔ سکون اور انتظام کے لئے خاص شہرت حاصل ہے اور یہاں معمولی چور اچکوں اور بدمعاشوں سے بہتر درجہ کے لوگ ٹھہرتے ہیں۔ اس کے مکین اتوار کے روز بہت دیر تک بستروں پر پڑے رہتے ہیں۔ اور یہ دستور اس ہوٹل میں مدتوں سے چلا آیا ہے اور دنوں میں تو یہ لوگ دس بجے اُٹھ بیٹھتے ہیں۔ مگر اتوار کو بارہ بجے تک خراٹے لیتے رہتے ہیں۔ بہرحال دوپہر کو سب نیچے اُتر آتے ہیں۔ کوئی تو

گلی میں دیوار سے سہارا لگائے کھانا کھاتا ہے۔ بعض زمیں دوز باورچیخانہ میں کھانے پینے کے لئے چلے جاتے ہیں۔ اس باورچی خانہ کے پہلو میں ایک لمبا سا کمرہ غسل خانہ کا کام دیتا ہے یہیں اگر دل چاہے تو ٹوپی کو برش بھی کر سکتے ہیں۔ ایک ٹوٹے ہوئے آئینہ کا ٹکڑا دیوار سے آویزاں ہے جس کے سامنے کھڑے ہو کر بال بنائے جاتے ہیں۔ اور جس کسی کو کالر لگانے کی توفیق ہو اُس کی گرہ درست کر سکتا ہے۔ میں نے لنڈن کی اس قسم کی بہت سی اقامت گاہیں دیکھی ہیں۔ اور باورچیخانہ میں مختلف اوضاع و اطوار کے مرد و زن سے گھنٹوں باتوں میں گذار دیئے ہیں۔ مجھے یہ دیکھ کر بہت حیرت ہوئی۔ کہ ان لوگوں نے کس غور و خوض سے اپنے طبقے بنائے ہیں۔ غریب سے غریب بھی وضعداری کا دم بھرتا ہے۔ چور دیانتداروں سے میل ملاقات رکھنا پسند نہیں کرتے بے فکرے زمرے کے لوگ محنت مشقت کرنیوالوں کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اور ہر طبقے کے لوگ صرف اپنی اپنی اقامت گاہوں میں رہتے ہیں۔ ان میں ایک گروہ گداگر منشیوں کا ہے جو خاص اپنی اقامت گاہوں میں رہتے ہیں میں نے ایک اقامت گاہ دیکھی۔ جو صرف گداگر منشیوں سے بھری ہوئی تھی۔ گداگر کاتب جہاں جی چاہے ٹھہر جاتا ہے گداگر منشی اور گداگر کاتب میں اصطلاحی فرق ہے گداگر منشی کا یہ کام ہے۔ کہ وہ ایک دردناک کہانی بنا کر ڈاک کے ذریعہ سے لوگوں کو روانہ کرتا رہتا ہے اور اُن سے امداد طلب کرتا ہے۔ اور گداگر کاتب دوسرے سے اُجرت لیکر دوسروں کے لئے یہی کام کرتا ہے جس اقامت گاہ کی ہم اسوقت سیر کر رہے ہیں۔ وہ اس قدر وسیع ہے کہ اس میں ہزارہا غریب اقامت رکھتے ہیں۔ اس مسافر خانہ میں غریب مزدور غریب کلرک غرضکہ بہتر طبقہ کے تمام بگڑے ہوئے لوگ پائے جاتے ہیں مگر پیشہ ور جعلساز یہاں نہیں ٹھیرتے۔ کیونکہ یہ سوسائیٹی ان کے ڈھب کی نہیں۔ گو آج اتوار ہے۔ مگر چند آدمی بڑی توجہ سے کام میں مصروف ہیں۔ باورچی خانہ کے پہلو میں ایک کمرہ ہے جس میں ایک لمبی چوڑی میز پڑی ہے۔ اور اُس کے گرد چند آدمی اس توجہ اور تندھی سے لکھنے میں مصروف ہیں۔ گویا کسی دفتر میں کام کر رہے ہیں۔ یہ لوگ زیادہ تر برگشتہ قسمت کلرک ہیں اور

تمام کے تمام فاقہ کش لاغر اندام ہیں۔ وُہ ایک کے سوا سب کے سب نوجوان ہیں۔ یہ بیچارے اسوقت چٹھیاں لکھ رہے ہیں۔ لفافوں میں ڈال رہے ہیں۔ یا مسودہ مرتب کر رہے ہیں۔ میز پر ایک بڑی سی ڈائرکٹری پڑی ہے جس سے پتے لیکر لفافوں پر لکھے جاتے ہیں۔ میز پر دواتوں کو دیکھ کر کسی بساطی کی دُکان کا شبہ ہوتا ہے۔ ان میں سے بعض ۹ بجے سے مصروف کار ہیں اور یہ تھوڑے سے وقفے کے سوا کام میں لگے رہینگے۔ یہ آج شب کے خرچ کا انتظام ہو رہا ہے۔ اِن کے چہروں سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے کبھی اچھے دن دیکھے ہیں۔ ان کی پوشاک یا چیتھڑوں سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ وُہ کبھی پُر تکلف لباس پہنا کرتے تھے۔ مگر یہ ہیں کون اور کس گردش نے انہیں ان حالوں پہنچایا۔ اِن میں اکثر تو بالکل اسرار ہیں۔ اور وُہ عام آوارہ گردوں کی طرح اسباب کے عادی نہیں۔ کہ ہر کسی کے آگے اپنا دکھڑا لے کر بیٹھ جائیں۔ وُہ خاموشی سے مصیبت کے دن کاٹے جاتے ہیں حتیٰ کہ اپنے ہم جلیس منشیوں تک سے اپنا راز چھپائے رہتے ہیں۔ بعض تو بڑے بڑے تاجروں کی کوٹھیوں میں ملازم تھے۔ جہاں سے انہیں برطرف کیا گیا۔ دو ایک وکیلوں کے منشی رہ چکے ہیں جن سے زمانہ نے بیوفائی کی۔ اور اکثر کی کثرت شراب نوشی کی بدولت یہ گت بنی۔ کہ اب لفافے لکھ لکھ کر اوقات بسر کرتے ہیں۔ چند ایسے بھی ہیں جن کا چال چلن شکستہ ہو گیا۔ اور انہیں کہیں اچھی جگہ ملازمت نہ ملی۔ انہیں میں وُہ بھی شامل ہیں جو سب کچھ جوئے میں ہار کر یہاں آن پڑے ہیں۔ چار پانچ سابق سزا یافتہ ہیں۔ اس کمرے میں چوبیس ۲۴ سے زیادہ اشخاص اتوار کے روز صرف اس لئے سرگرم تحریر ہیں۔ کہ رات بسر کرنے کے لئے چند پیسے پیدا کریں۔ بحرِ حیات میں ڈوب کر ابھرے ہیں۔ اور تنکے کا سہارا ڈھونڈھ رہے ہیں۔ وُہ بیشک کوشش اور ہمت سے کچھ دن کاٹ لیں۔ لیکن تابکے۔ آخر اُن کو ہسپتال یا محتاج خانہ میں جانا ہے۔ اکثر گھر بار بیوی بچوں والے ہیں۔ جن سے اپنی کرتوتوں کے باعث وُہ ہمیشہ کے لئے چھوٹ گئے ہیں۔ انہی میں ایک شخص ہے جس کے پاس اسکا خاندانی وکیل اکثر آتا رہتا ہے یہ صاحب ایک شادی کی تمسیک کے امین ہیں۔ اور اکثر دستاویزوں پر اِن کے دستخطوں

کی ضرورت ہوتی ہے ایکدن کی بات ہے کہ آپ نے ۷۲ ہزار پونڈ کے ایک چک پر دستخط کئے
سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ کیوں خانہ بدوشوں کی طرح زندگی بسر کر رہا ہے اور کیوں کھلے بندوں
روزی نہیں کما سکتا۔ یہ ایک راز ہے۔ جو صرف اُسے اُس کے عزیزوں اور وکیل کو معلوم ہے
اُسکی بیوی لڑکے لڑکیاں ایک عالیشان مکان میں رہتے ہیں۔ متعدد نوکر اُن کی خدمت میں
موجود ہیں۔ آئے دن پُر تکلف دعوتیں اُڑتی ہیں۔ غرضیکہ امیرانہ ٹھاٹھ سے زندگی بسر کرتے
ہیں۔ لیکن اُس رات کے بعد جب وہ واقعہ ظہور میں آیا۔ جس نے اُسے ہمیشہ کے لئے اپنے
عزیز و اقارب سے جُدا کر دیا کئی دن ایسے بھی آئے۔ کہ اُس کے پاس روٹی کے لئے پیسہ نہ
تھا اور کئی راتیں اُس نے کسی پل کے نیچے بسر کیں۔ اگر ہم ایک رات کے لئے اس اقامت گاہ کے
دروازہ پر کھڑے ہو جائیں۔ اور وہاں آنے جانے والوں کو بغور دیکھیں تو معلوم ہو کہ عسرت اور
تنگدستی کے کتنے چلتے پھرتے مجسمے یہاں کی زینت ہیں۔ اور اگر ہمیں ان کی زندگی کے صحیح حالات
معلوم ہو جائیں تو یقین مانیئے کہ ان قصہ نویسوں کی من گھڑت داستانوں کی کوئی حقیقت
نہ رہے۔ جو مزے سے آرام کرسی پہ بیٹھے خیالی داستانیں تراشتے رہتے ہیں۔ مثلاً اس شخص کو
دیکھو جو منیجر کے روبرو دستِ سوال پھیلائے کھڑا ہے اگر کل صبح آپ باورچی خانہ میں جائیں
تو دیکھیں۔ کہ اسی شخص سے کوئی شخص اسی طرح عاجزانہ طور پر بھیک مانگ رہا ہے مذکورہ
بالا شخص جو اوروں سے کام لیتا ہے اور خود امیرانہ ٹھاٹھ سے رہتا ہے پیشہ ور گداگر ہے دلفریب
سے دلفریب کہانیاں بناتا ہے۔ اور اسکی شکل سے ظاہر ہوتا ہے کہ کبھی بڑا خوشحال تھا۔ اور اسے
بعض جگہوں میں بڑی کامیابی ہوئی ہے۔ کوئی نہیں بتا سکتا کہ اتنا روپیہ وہ کہاں سے لاتا
ہے کبھی کبھی وہ چند ہفتوں کا کہکر مسافر خانہ سے غائب ہو جاتا ہے اور کہتا ہے کہ اُسے کچھ
ترکہ مل گیا ہے۔ لیکن جلد واپس آجاتا ہے اور پھر اُسکی حالت عموماً پہلے سے بدتر ہوتی ہے
اگر ہم لنڈن کے مشہور گرجوں میں جائیں تو وہاں اِن واعظوں کو دیکھیں گے جن کا نام ہر ایک کی
زبان پر ہے اور ہم اِس مشابہت سے حیران رہ جائینگے۔ جو مسافر خانے کے مذکورہ بالا خادم

اور اس واعظ میں ہے

— ایک پادری بہت رات گئے یہاں آیا کرتا ہے اُس نے ایک کمرہ چھ پنس ہفتہ وار کرایہ پر لے رکھا ہے لیکن خواہ وہ رات کو کتنی دیر سے آئے مگر یہاں رہنے والوں کے بیدار ہونے سے پہلے علی الصباح ہی چلا جاتا ہے۔ وہ کبھی باورچی خانہ میں نہیں جاتا۔ بعض اوقات اُس کے چیتھڑے لٹکے ہوئے ہوتے ہیں بعض دفعہ اچھے حال سے ہوتا ہے اور یہ کہنا مشکل ہے کہ ایک پادری جو افلاس کی اس انتہا پر پہنچ چکا ہو کیسے پادری کے جلیل القدر عہدہ پر رہ سکتا ہے اس راز سے صرف مینجر آگاہ ہے جو جانتا ہے کہ پادری کے کپڑے فقط ایک دام تزویر ہے اور یہ شخص محض جعلساز ہے لیکن اقامت گاہ کے مالک کی رائے اس کے خلاف ہے وہ یہ بیان کرتا ہے کہ اس میں دھوکے اور فریب کو کوئی دخل نہیں اور یہ شخص یونانی کلیسا کا پادری ہے اور ادبار کا شکار ہو رہا ہے۔ قریباً پانچ سال سے وہ اقامت گاہ میں رہتا چلا آیا ہے۔ ایکدفعہ اُس کے نام ایک خط بھی آیا تھا۔ لفافے کے کنارے سیاہ تھے۔ اور اُس پر صرف مسٹر ڈین لکھا تھا۔

اقامت گاہ میں چٹھیاں بڑی احتیاط سے تقسیم کی جاتی ہیں۔ اور جو کوئی طلب کرے اُس کے حوالے نہیں کیجاتیں اگر وہ کسی کا جان پہچان نہ ہو تو اُسے اسبات کا ثبوت دینا پڑتا ہے کہ وہ وہی شخص ہے جس کا نام لفافہ پر تحریر ہے اس طریق پر مسٹر ڈین کو دو چٹھیاں ملیں۔ لیکن یہ ہر دو پادری ولیم ڈین کے نام تھیں (بیشک یہ اصلی نام نہیں بتا رہا) ایک دفعہ وہ اقامت گاہ میں آیا۔ تو اُسکی ٹوپی کے گرد ایک سیاہ کپڑا لپٹا ہوا تھا۔ اس ماتم کے بعد وہ صرف ایک دفعہ اقامت گاہ میں آیا۔ اس تھوڑے عرصہ میں ایک وکیل کا منشی اُس کی تلاش میں یہاں آیا۔ اور اُس نے بیان کیا کہ اُن کا دفتر اس کی تلاش میں سرگردان ہے کیونکہ اُسے ایک رشتہ دار کی موت کے باعث گراں مایہ ترکہ ملا ہے۔ اس کا آخری مقام یہی اقامت گاہ تھی۔ جہاں کے پتہ پر اس کے ایک رشتہ دار نے یہ اطلاع بھیجی ہے کہ اسکی بیوی ایک پاگل خانہ میں کثیر ترکہ چھوڑ مری ہے۔ اقامت گاہ کے مالک نے وکیل کا پتہ لے کر وعدہ کیا کہ اگر پادری صاحب پھر تشریف لائے تو وہ اُنہیں

مطلع کریگا۔ ایک سال کے بعد پادری واپس آیا۔ تو مینجر نے اُسے وہ خوشخبری سُنائی۔ اور اُسے بتایا کہ چند وکلا اُس کی تلاش میں ہیں۔ یہ سُننا تھا کہ وہ سر پہ پاؤں رکھ کر بھاگا۔ اور آجتک پھر کسی نے اُس کی شکل نہ دیکھی۔ ایسٹ انڈین لین ایک کوچہ ہے۔ جو سستی اقامت گاہوں کی کثرت کے باعث بہت انگشت نما ہے۔ ان مکانوں کے دروازوں پر ایسی بھیانک شکل کے زن و مرد کھڑے رہتے ہیں۔ کہ دن کو بھی اُن کے پاس جانے ہول آتا ہے۔ ان مکانوں میں ہر رات آوارہ گرد خوفناک مرد اور عورتوں کا اژدھام ہوتا ہے انہیں مکانوں میں سے ایک میں صرف ایک سال میں تین قتل کی وارداتیں ہوئیں۔ جو عورت ان مکانوں سے باہر آتی ہے مردوں کی مار پیٹ سے اُس کا حلیہ بگڑا ہوا ہوتا ہے باورچی خانے میں شام کا وقت گذارنے سے بجائے رحم پیدا ہونے کے انسان ہی سے دل بیزار ہو جاتا ہے یہاں کے مکینوں کی گندہ دہنی کو چھوڑ کر ان کی مجرمانہ حرکات ہی دل کھٹا کرنے کو کافی ہیں۔ یہاں ایسے لوگ بھی پائے جاتے ہیں جنہوں نے اندھیری راتوں میں ہاتھ لال کئے ہیں۔ صرف لوٹ مار کے لئے ہی نہیں بلکہ ایسے مرد یا عورت کو دُنیا سے گم کرنے کے لئے جو اُن کے کسی راز سے آگاہ ہو۔ یا رازداری کی زیادہ اُجرت طلب کرتا ہو۔

چند عورتیں اور مرد جو اس وقت اکٹھے بیٹھے شراب پی رہے ہیں۔ پُرانے دوست ہیں وہ لنڈن کی مختلف اقامت گاہوں میں ایک دُوسرے سے ملے ہیں اور بارہا میلوں تماشوں میں اکٹھے گئے ہیں ان میں پچھلی ملاقات کی یاد دہانی کسی سابقہ ڈاکہ بلوہ یا قتل کی واردات میں شرکت سے کیجاتی ہے ان لوگوں میں پولیس کو اطلاع یا ایسی شہادت دینا جس سے کسی مجرم کی مجرمیت ثابت ہو۔ جرم خیال کیا جاتا ہے اور ایسا مجرم میل ملاقات کے قابل نہیں رہتا۔ جس شخص نے اپنی بیوی یا دوست کو قتل کیا ہو۔ عزت اور توقیر کا مستحق ہوتا ہے۔ لیکن وہ شخص جو کسی قاتل کو گرفتار کرائے نفرت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ اور اُسے کسی اقامت گاہ میں بار نہیں ملتا۔ لیکن یہ میلے کچیلے کپڑوں والے لوگ مفلس قلاش نہیں ہوتے۔ ایک اتوار میں اُن کے یہاں گیا۔ تو کیا دیکھتا ہوں

کہ بہت پُر تکلف کھانا اُڑ رہے ہیں جو متوسط الحال لوگوں کو بہت کم نصیب ہوتا ہے باورچی خانے میں جاؤ۔ تو دیکھو کہ چائے۔ ڈبل روٹی۔ مکھن۔ کباب اور مچھلی سے میز پٹا پڑا ہے کھانے والے کے کپڑے تو پھٹے پُرانے ہیں لیکن وہ کسی نہ کسی طرح اس خرچ کے لئے روپیہ پیدا کر ہی لیتا ہے۔ اور شراب کا خرچ بھی چلائے جاتا ہے۔ اقامت گاہ کے پاس ایک شراب خانہ لازمی طور پر ہوتا ہے۔ جہاں یہ لوگ دن بھر میں دو تین دفعہ ضرور جاتے ہیں میںنے ان اقامت گاہوں کی چند عورتوں کو ایک گھنٹے میں چار دفعہ شراب خانے کی طرف جاتے دیکھا ہے۔

اگر یہ حیرت انگیز ہے کہ ایسے مرد اور عورتیں جو شراب پر اس قدر دریا دلی سے روپیہ صرف کر سکتے ہیں۔ ان اقامت گاہوں میں رہتے ہیں۔ تو آپ کے تعجب کی کوئی حد نہ رہے گی۔ جب آپ متمول زن و مرد کو ہمیشہ بلاناغہ یہاں آتے دیکھیں گے۔ ٹانگ ڈیل کی اقامت گاہ میں ایک عورت رہا کرتی تھی۔ جب وہ مری تو بنک میں اُس کے سینکڑوں پونڈ پائے گئے۔ گریٹ پیٹر سٹریٹ ویسٹ منسٹر کے مسافر خانے میں ایک شخص بیمار ہو گیا جب اُسے ہسپتال میں لائے تو اُس کے کمربند سے ۹۰ پونڈ کے نوٹ برآمد ہوئے۔ ایک اور اقامت گاہ میں ایک بوڑھا رہتا تھا۔ جو صبح کو باغوں سے گھاس پتے لاتا اور اُنہیں پکا کر پیٹ بھرتا تھا۔ ایک دن وہ کچھ ایسے زہریلے پتے لے آیا۔ جن کے کھانے سے جان کے لالے پڑ گئے۔ جب وہ ہسپتال میں مرا۔ تو اُس کے ٹوٹے ہوئے صندوق سے جو اقامت گاہ میں پڑا تھا۔ کثیر مالیت کے گورنمنٹ پرامیسری نوٹ اور ایک بنک کی پاس بک نکلی جس کے برآمد کے خانے میں ایک بھی اندراج نہ تھا اور جمع کے خانے میں بے شمار اندراجات تھے۔ پس یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ لنڈن کی عام اقامت گاہوں کے اسرار ہمیشہ غربت اور جُرم سے پیدا نہیں ہوتے ٭

باب سوم

دریا کا کنارہ

جاڑے کی رُت اور دوپہر کا وقت ہے۔ کہر نے لنڈن پر ایک گھٹا ٹوپ تانا ہُوا ہے۔ ہم جس راہ سے اسوقت گذر رہے ہیں۔ اسپر کیچڑ کی ریل پیل اس مکان تک ہے۔ جہاں خاموش پانی کے اسرار روز روشن میں لائے جاتے ہیں۔ یہاں سے دریا کا کنارہ صاف نظر آتا ہے جو بذات خود خوفناک اسراروں کا مخزن ہے۔ چند قدم آگے بڑھنے پر ہم ایک بوسیدہ گرجا کے پاس پہنچتے ہیں جسکی عمارت کھنڈرات کا پیش خیمہ معلوم ہوتی ہے ایک چھوٹے سے پھاٹک سے گذر کر احاطہ میں پہنچو تو وُہ مکان ملتا ہے جس کے دیکھنے کے لیے ہم یہاں آئے ہیں۔ اور جہاں صرف اُنہیں لوگوں کی لاشیں نہیں رکھی جاتیں جو غرقاب ہوتے ہیں۔ بلکہ اُن کی بھی جن کی موت کا باعث آج تک کسی کو معلوم نہیں ہوا۔ ایک سال میں یہاں ۳۸۶ مردوں اور عورتوں کی لاشیں آئیں ان میں سے ۳۲ کے متعلق یہ رائے دی گئی۔ کہ یہ خودکُشی کا نتیجہ نہیں۔ لیکن ان کے متعلق کوئی یہ بھی نہیں کہہ سکتا تھا۔ کہ یہ لاشیں کسی قاتلانہ حملہ کا ثمر ہیں۔ قرائن لاکھ اسی رائے کے حق میں تھے۔ مگر لاشوں کے زخموں کو کشتیوں کی رگڑ سے منسوب کرنے کا بھی امکان تھا بات یہ ہے کہ دریا کے ذریعہ واردات قتل میں زخم پہنچانا لازم نہیں ہوتا کشمکش کے دوران میں مظلوم کو پانی میں دھکیل دیتے ہیں۔ یا پہلے سر پر ضرب لگا کر بیہوش کر لیتے ہیں یا سر کو اتنی دیر پانی میں رکھتے ہیں۔ کہ سانس بند ہو جائے۔ اور پھر اُسے پانی میں ڈبو دیتے ہیں۔ پہلی صورت میں جب لاش چند دن دریا میں پڑی رہے۔ تو کوئی نشان نہیں رہتا۔ سانس بند کرنے کا ثبوت بھی مشکل ہے۔ صرف اسحالت میں جب لاش پر گولی یا خنجر کا نشان ہو۔ یہ

قیاس کر سکتے ہیں۔ کہ موت قتل کے ذریعہ واقع ہوئی ہے ایکدفعہ جب بدمعاشوں نے یہاں وارداتوں کا تانتا باندھ دیا اور سانس بند کر کے غرقاب کرنے لگے۔ تو یہاں سفید پوش پولیس کے سپاہی متعین کرنے پڑے۔ یہ بدمعاش دریا کے کنارے جھاڑ جھنکار میں چھپ کر جوا کھیلا کرتے تھے۔ مگر اس احتیاط کے ساتھ اپنے پہرے کھڑے کرتے تھے۔ کہ پولیس کے فرشتوں کو بھی اُن کا پتہ نہ لگتا تھا۔ اِن کا بھروپ ایسا مکمل ہوا کرتا تھا کہ بڑے بڑے شاطر پولیس والوں کی آنکھوں میں خاک ڈال دیا کرتے تھے۔

—— ایک دن اتوار کی تعطیل اور دوپہر کا وقت تھا کہ ایک نوجوان پر اس گروہ کے ایک بدمعاش نے دن دہاڑے حملہ کیا۔ قسمت اچھی تھی وار اوچھا پڑا اور وہ موت کے منہ سے بچ نکلا ورنہ اس واقعہ سے کوئی آگاہ بھی نہ ہونے پاتا۔ نوجوان مذکور بیان کرتا ہے کہ وہ ایک دوست کے یہاں چائے پینے جا رہا تھا۔ اُس کے فراک کوٹ کی جیب میں ایک گھڑی اور کچھ خُردہ تھا۔ جب وہ دریا کے کنارے پہنچا۔ تو اُس نے چند نوجوانوں کو لکڑی کے ایک انبار کے پیچھے تاش کھیلتے ہوئے دیکھا۔ لیکن انہیں دیکھ کر اسے شان وگمان بھی نہ ہوا۔ کہ اتوار کے دن لنڈن کے مرکز اور روز روشن میں یہ لڑکے کسی شخص پر قاتلانہ حملہ کرنے کی جرأت کر سکتے ہیں۔ مگر وہ چند قدم ہی جانے پایا تھا۔ کہ کسی نے پیچھے سے اس پر حملہ کیا۔ اور اُس گلا دو آہنی ہاتھوں کی گرفت میں پھنس گیا۔ دو اور بدمعاشوں نے اُسے بازوؤں سے پکڑ لیا۔ اور تیسرے نے گھڑی زنجیر وغیرہ اُتار کر اُس کی جیبوں کا جائزہ لینا شروع کیا۔ چونکہ اس کے بدن میں شباب کا خون دوڑ رہا تھا۔ اس نے بھی مقابلہ کیا۔ جب ایک نے چلا کر کہا کہ کمبخت کو دریا میں پھینکدو تو اُس نے خطرہ کی اہمیت کو محسوس کیا۔ اس موت وحیات کے سوال نے اس میں ہاتھی کی طاقت اور شیر کی ہمت پیدا کر دی۔ اور وہ اُن کی گرفت سے نکل کر بھاگا گھر پہنچکر تھکن کے مارے گھنٹوں بیہوش اور کئی دن تک صاحب فراش رہا۔ یہ تو ہوا اُس شخص کا حال جو بچ نکلا تھا۔ لیکن اُن سینکڑوں مقتولوں کی داستان کون سنائیگا۔

جنہیں ڈنڈوں سے مار کر آب رواں کا کفن پہنایا گیا عجیب بات ہے کہ آج تک جس قدر لاشیں دریا سے برآمد ہو کر مردہ خانہ میں آئیں۔ اُن میں سے کسی کی جیب سے ایک پائی بھی نہیں نکلی اس امر کی شہادت مردہ خانہ کے رجسٹر سے مل سکتی ہے۔ جس میں برآمدگی کا خانہ آج تک خالی چلا آتا ہے۔ لاشوں کے اسرار آئے دن رونما ہوا کرتے ہیں۔ کوئی نعش تو شناخت کے انتظار میں پڑی گلتی ہے۔ کوئی بھولے سے بھی اُسکی طرف دھیان نہیں کرتا۔ اور یہ کہنا پڑتا ہے کہ متوفی اس قدر کس مپرس تھا کہ اُسکی موت زندگی سے بہتر تھی۔ بسا اوقات کسی لاش کی شناخت پر اچھا خاصہ مجادلہ ہو جاتا ہے۔ تھوڑے عرصہ کا ذکر ہے کہ دو عورتوں نے ایک ہی لاش کو اپنے خاوند کی شناخت کیا اور بالآخر یہ ثابت ہوا کہ وُہ ان میں سے کسی کے خاوند کی لاش نہ تھی۔ مگر باوجود اس کے دونوں اسکے حلیہ اور لباس کو شناخت کرتی تھیں۔ اور دونوں نے ایسے نشانات بتائے جو فی الواقعہ نعش پر موجود تھے۔ بات یہ ہے کہ بہت سی لاشیں ایسے آدمیوں کی ہوتی ہیں جو مدت سے گھر کو خیرباد کہہ چکے ہوتے ہیں۔ اور اُن کے عزیز و اقارب ان کے حالات سے مطلق آگاہ نہیں ہوتے۔ اس عرصہ میں کپڑوں اور نشانوں میں مشابہت پیدا ہو کر رشتہ داروں کے لئے سامان یکسانیت پیدا ہو جاتا ہے۔ اور یہ غلطی واقعہ ہوتی ہے دو ایک سالوں کی بات ہے کہ ممالک غیر کے ایک باشندہ کو لنڈن کی گلیوں میں نشانہ بندوق بنایا گیا۔ اس کے وطن کی ایک خفیہ سوسایٹی کا ایجنٹ مدت سے اس کے درپے تھا۔ ایجنٹ کو یہ حکم تھا کہ جہاں اُسے دیکھ پائے۔ گولی مار دے۔ جب یہ خبر اخبارات میں شایع ہوئی۔ تو مقتول کے دو ہم وطن اسے مردہ خانہ میں شناخت کرنے کے لئے آئے۔ اُنہوں نے ایک نگاہ ڈالی اور کانپتے ہوئے پیچھے ہٹ گئے۔ ایک نے دوسرے سے کہا یہی حال ہمارا ہونے والا ہے اب ہماری باری ہے اس کے تھوڑے دنوں بعد ان کی قسمت کا بھی فیصلہ ہو گیا۔ اور اُن کی لاشیں بھی پہلے مقتولوں کی لاش کے پہلو میں پہنچ گئیں۔ قاتل کا پتہ مل گیا۔ مگر گرفتار ہونے سے پہلے اُس نے خودکشی کر لی۔ اُس کی لاش بھی مردہ خانہ میں آئی۔ اور مقتول اور قاتل ایک صف

میں ہمیشہ کے لئے لیٹ گئے۔ یہ ہولناک واقعہ لنڈن کے ایک پُرامن حصّہ میں ہُوا۔ جہاں یہ اطالوی ایک متوسط درجے کے مکان میں رہا کرتے تھے اور اُنہیں دیکھ کر کبھی کسی کو خیال تک نہ ہُوا تھا۔ کہ موت اُن کے سر پر کھیل رہی ہے اور مشرقی یورپ کی ایک خفیہ انجمن ان کی جان لینے کے لئے جال پھیلائے بیٹھی ہے جن کا ایجنٹ انہیں یکے بعد دیگرے فنا کرنا چاہتا ہے یہ واقعہ بادی النظر میں کسی ولولہ انگیز فسانہ کا ایک جزو معلوم ہوتا ہے جو لنڈن کے ایک ہنگامہ آرا حصّہ میں ظہور میں آیا۔ اِس تذکرہ کے بہت سے واقعات دوران تفتیش بعد از مرگ میں ظاہر ہُوئے اور کچھ حالات اِن واقعات کی بنا پر قیاس کئے گئے۔ لیکن بہت جزئیات ایسے ہیں۔ جو ہنوز لاینحل ہیں۔ سال بھر میں کوئی دن ایسا نہیں جاتا جس دن زندگی اور موت کے نئے اسرار اِس عمارت میں نہ لائے جاتے ہوں۔ ایک دن دونو وقت مل رہے تھے اور دربان اِس عمارت کے آہنی پھاٹک پر کھڑا تھا کہ ایک نوجوان مزدور سیٹی بجاتا اِس طرف سے گذرا۔ اِس مزدور کا معمول تھا کہ ہر روز شام کے وقت اِسی طرف سے گھر جایا کرتا تھا۔ اگر دربان دروازہ پر ہوتا تو اُس سے ہنسی مذاق کیا کرتا تھا۔ اُسکا مذاق عموماً یہ ہوتا کہ "جان" ابھی اور انتظار کرو میں۔ ابھی اندر آنے کا نہیں"۔ اسدن بھی جب وُہ گذرا تو اُسنے حسب معمول دربان سے یہی مذاق لیا۔ اور ہنستا ہُوا چلا گیا۔ لیکن ابھی اُسکی ہنسی ہونٹوں پر کھیل رہی تھی۔ کہ اس کے پاؤں لڑکھڑائے اور وُہ دھم سے زمین پر گر پڑا۔ ابھی اُسکی ہنسی کی آواز فضا میں گُونج رہی تھی کہ اُسکی لاش مُردہ خانہ میں پہونچ گئی۔

—— زندگی اور موت کے جو اسرار کنار دریا سے اِس مُردہ خانہ میں لائے جاتے ہیں صرف اسی لئے اسرار ہیں۔ کہ انسانی ڈراما کے اِن ہستیوں کی نمایش کبھی دیکھنے میں نہیں آتی ہم مزے سے ٹہلتے ہُوئے گذر جاتے ہیں۔ اور کبھی خیال تک نہیں آتا۔ کہ صرف ایک پتلی سی دیوار کی اوٹ میں کیسے عجیب واقعات ظہور میں آرہے ہیں۔ مصنوعی سٹیج کی چوتھی دیوار مفقود ہوتی ہے لیکن زندگی کے حقیقی سٹیج کی چوتھی دیوار ہمیشہ قایم ہوتی ہے۔ اور واقعات کی پردہ پوشی

بنتی ہے یہ چھوٹی دیوار رہی ہے جو بہت سے ایسے اسراروں کا مبدا ہوتی ہے جن پر اہل دُنیا بیٹھے سر دھنتے ہیں۔ اور انہیں کچھ بھی نہیں سوجھتا۔ اس مُردہ خانہ کے متعلق بھی ایک اسرار ہے جسکے حل کرنیکی کوشش ہمیشہ ناکام رہی۔ یہ کہانی بہت سادہ ہے لیکن اس میں سراغرسانی کے افسانے کے تمام عناصر موجود ہیں۔ (ملکہ معظمہ کی تاج پوشی سے ایکدن پہلے ایک شخص جو پچاس سال کی عمر کا معلوم ہوتا تھا۔ اور خاصے اچھے لباس میں ملبوس تھا ٹیمز کے کنارے آیا۔ اور پانی کی روانی کا نظارہ دیکھنے لگا۔ گرمی اس شدت کی تھی۔ کہ چیل انڈا چھوڑتی تھی۔ ایسے موسم میں لوگ اکثر سڑک کو چھوڑ کر دریا پر ہوا کھانے نکل آتے ہیں۔ اس شخص کو اور بہت سے سیر کرنے والوں نے دیکھا۔ لیکن کسی نے یہ نہ سمجھا کہ وہ خودکشی کرنا چاہتا ہے اچانک اس نے اپنی ٹوپی اُتار پھینکی اور پانی میں کود پڑا۔ لوگوں نے شور مچایا اور اُسے بچانیکی کوشش کی۔ مگر ناکام رہے۔ آدھے گھنٹے کے بعد اسکی لاش سطح آب پر تیرنے لگی اور اُسے مُردہ خانہ میں لے آئے حسب معمول بکمال احتیاط معائنہ نعش ہوا اور اسکی واسکٹ کی جیب سے ایک لفافہ نکلا جس پر جان ولسن ساکن نیویارک لکھا ہوا تھا۔ (اس شخص کا اصلی نام نہیں ظاہر کر رہا) کسی قسم کی کوئی چیز برآمد نہیں ہوئی اور کوئی ایسی بات نہیں پائی گئی۔ جو شناخت کی ممد ہوتی۔ حسب ضابطہ اشتہار جاری ہوا اور پہلی اطلاع جو ملی یہ تھی۔ کہ متوفی کے حلیہ کا ایک شخص خودکشی سے ایکدن پہلے ایک مقامی کارخانہ میں گیا اور بیان کیا کہ وہ بڑھئی ہے اور تماشائیوں کی نشستیں بنانے کا کام کرنا چاہتا ہے۔ اور اس کے بعد ایک خاتون آئی جو ظاہرا کسی اچھے گھر کی معلوم ہوتی تھی اُس نے بیان کیا کہ اُس نے اخبار میں کچھ حال پڑھا۔ اُسے ذرا بھی شک نہیں کہ متوفی اُس کا بھائی تھا۔ قبل اسکے کہ اُسے شناخت کی اجازت دی جاتی اُس سے چند اور باتیں دریافت کی گئیں۔ اس پر اُس نے ایک فوٹو نکالا۔ اور اہلکار متعلقہ کو دکھایا۔ فوٹو یقیناً متوفی کا نہ تھا اور اہلکار نے بھی یہی کہا۔ مگر خاتون کو یقین تھا کہ یہ اسی شخص کا فوٹو ہے جس کا نام لفافہ کی تحریر کے مطابق شایع ہوا ہے اور جو اس کا بھائی ہے اور کچھ دن ہوئے نیویارک سے

اس ملک میں آیا تھا وُہ نہ تو بڑھئی تھا اور نہ اس قسم کا کوئی کام کرتا تھا۔ خاتون نے تعجب ظاہر کیا اس نے کیوں بڑھئی کا کام کرنے کے لئے اپنے آپ کو پیش کیا ضرور ہے کہ اس مُدّت دراز میں اسکے دماغ میں خلل آگیا ہو۔ اس خاتون سے دریافت کیا گیا کہ آیا وہ کوئی ایسے نشانات بتا سکتی ہے جس سے اسکے بیان کی تائید ہو۔ اُس نے جواب دیا ہاں میرے بھائی کو ہمیشہ کسی امر کے واقعہ ہونیکا دھڑکا رہتا تھا۔ اور وُہ ہمیشہ ڈرا کرتا تھا۔ کہ مبادا کوئی اُسکے کاغذات چھین لے اُسکی عادت تھی کہ اپنا نام ایک کاغذ کے ٹکڑے پر لکھ کر اُسے اپنی واسکٹ کے استر میں سی دیا کرتا تھا۔ اہلکار فوراً اُس کمرہ میں گیا۔ جہاں کپڑے مقفل رکھے جاتے تھے اور واسکٹ کا استر کھولا جس سے ایک کاغذ کا ٹکڑا نکلا جس پر اسی خط میں لفافہ لکھا ہوا تھا۔ یہ الفاظ تحریر تھے "میں جان ولسن نیویارک ہوں" اب کسی قیل قال کی گنجائش نہ رہی۔ اور اس شہادت کو قطعی تسلیم کیا گیا۔ لاش خاتون مذکور کے حوالے کی گئی۔ جس نے اُسکی تجہیز و تکفین کی چونکہ اس خاتون نے یہ بیان کیا تھا۔ کہ نیویارک میں اسکے بھائی کی زندگی کا بیمہ ایک گرانمایہ رقم کے لئے ہوا ہے اور وہ متوفی کی واحد رشتے دار ہونیکے باعث زر بیمہ کی مستحق ہے۔ معاملہ وکیل کے سپرد ہوا۔ اور پیدائش اور موت کے سارٹیفکیٹ مہیا کئے گئے۔ جہاں تک انگلستان کی پولیس کا تعلق تھا۔ یہ معاملہ یہیں ختم ہو جاتا اور ممکن ہے کہ کسی کو یاد بھی نہ رہتا مگر اس کے چند ماہ بعد نیویارک سے ایک اطلاع موصول ہوئی جس نے صورت حالات میں ایک حیرت انگیز تبدیلی پیدا کر دی۔ اس نے بیمہ کمپنی نے روپیہ ادا کرنے سے انکار کر دیا۔ وکیل کو یہ اطلاع دی۔ کہ جس شخص کا سارٹیفکیٹ ارسال کیا گیا ہے وہ جان ولسن ساکن نیویارک نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ جان ولسن جس کی زندگی کا بیمہ کیا گیا ہے زندہ موجود ہے اور یہ جان ولسن اس خاتون کا بھائی ہے جو زر بیمہ کی دعویدار ہے۔ جہاں تک افسران مردہ خانہ کا تعلق ہے یہ معاملہ تاحال اس حد تک پہنچا ہے اگر امریکہ کا بیان درست ہے تو یہ کہنا پڑے گا۔ کہ ایک شخص نے جو جان ولسن نہ تھا جان ولسن کے نام سے خودکشی کی۔ اور یہ نام نہ صرف اُسکی جیب ہی میں لکھا

پڑا تھا بلکہ شناخت کا دوسرا نشان بہم پہنچانے کے لیے اس کے کپڑوں کے استر میں سلا ہوا تھا۔ جان ولسن کی بہن نے حکام کو اطلاع دی اور وہ استر کے اندر سے برآمد ہوا۔ یہ شخص خود اپنے آخری بیان کے مطابق پیشہ کا بڑھئی تھا۔ اس نے ایک دوسرے شخص کا نام کیوں اپنے کپڑوں کے اندر سیا اور پھر خودکشی کرلی۔ کیا اس سے یہ مدعا تھا کہ وہ کسی بیمہ شدہ شخص کو فائدہ پہنچانا چاہتا تھا۔ یا یہ واقعہ ان عجیب واقعات سے ہے جن میں ہم نام اشخاص حادثات کی صورت میں اپنی شناخت کے لیے ایک ہی قسم کی تدابیر اختیار کرتے ہیں۔

باب چہارم

امیرانہ ہوٹل

آئے دن دنیا کسی عورت کی یہ کہانی سنکر ششدر رہ جاتی ہے کہ اس نے دنیا کے نشیب و فراز سے واقف کاروباری اور جہاندیدہ مردوں سے ہزار ہا پونڈ ہتھیا لیے۔ یہ اصحاب اس عورت پر پورا اعتماد رکھتے تھے اور اس پر اُسکے فریب کے شکار ہوئے جسے "اعتبار" جمانا کہتے ہیں۔ جو شخص اس فریب کا شکار ہوتا ہے۔ اُس سے ایسی چالاک عورت نہایت موشرانداز میں یہ کہانی بیان کرتی ہے کہ اسے ایک بہت بڑی رقم ملنے والی ہے۔ یا ایسی جائداد کی مالک ہے جس پر اس وقت تک اسے قبضہ حاصل نہیں ہوا۔

آپ صرف ذرا پُروقار لہجہ میں بلند آہنگی سے گفتگو کریں۔ تو ایسے بہت سے آدمی ملجائینگے جو آپ کی صداقت کی توثیق کے لئے حلف اُٹھانے کو تیار ہو جائیں۔ مگر مفت بر مرد کا طریق کار مفت بر عورت کے طریق سے مختلف ہوتا ہے۔ لنڈن کے ہر طبقہ میں ایسے سینکڑوں مرد اور عورتیں ملینگی جنکی معاش کا مدار لوگوں کی ضعیف الاعتقادی پر ہے۔ وہ خدمتگار جو ایک خاتون کے رُوبرو اپنے آپ کو شہزادہ بیان کرتا ہے۔ اور ایک آوارہ گرد جو مہینہ بھر میں درجنوں لڑکیوں کے ساتھ اُن کے زیور اور روپیہ ہتھیانے کے لئے شادی کا وعدہ کرتا ہے ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہیں۔ تھوڑے سے سلیقہ اور تربیت کے ساتھ مرد اور عورتیں اپنے آپ کو جس حیثیت کا ظاہر کرنا چاہیں آسانی سے کرسکتی ہیں۔ اور اُن کا فریب چل جاتا ہے اس وقت لنڈن میں بہت سے لوگ ہیں۔ جن کی جائز آمدنی سو پونڈ سالانہ سے کم ہے اور وہ عالیشان مکانوں میں رہتے ہیں۔ نوکروں سے خدمت لیتے ہیں۔ اور دریا دلی سے روپیہ

صرف کرتے ہیں۔ لنڈن کے بڑے بڑے ہوٹلوں کے مہمانوں کی بڑی تعداد انہیں مفت بر مردوں اور عورتوں پر مشتمل ہوتی ہے چند سالوں میں خوش پوش اور خوش اخلاق بدمعاشوں کی تعداد میں حیرت انگیز ترقی ہوئی ہے۔ موجودہ طرز زندگی اس جماعت کی بالیدگی ممکن کر رہی ہے کیونکہ تمدنی امتیازات روز بروز کم ہو رہے ہیں اور اس لئے ان لوگوں کے لئے کسب زر کے نئے دروازے کھل رہے ہیں۔ ایسے وقت میں جب کروڑپتی حشرات الارض کی طرح پیدا ہوں اور ہر شخص جس کا لہجہ امریکن اور نام یہودیوں جیسا ہو۔ بلا کسی مزید تحقیقات کے قارون تسلیم کیا جاتا ہو کسی منچلے اور ہوشیار بدمعاش کا اچھی سوسائٹی میں باریاب ہو جانا کیا مشکل ہے اس طرح وہ ایسے مکانوں میں آنے جانے لگتا ہے جہاں ایک دن رہ جانا ہی نیکنامی کی سند ہے۔ سوا فریب خوردہ دکانداروں کے کوئی شخص ان لوگوں کی اصلی حیثیت دریافت کرنے کی کوشش نہیں کرتا۔ ان امیرانہ شان سے زندگی بسر کرنیوالے لوگوں سے اکثر کے وسائل آمدنی پر اسرار ہیں۔ آمدنی کے راز کو چھپا کر چند پونڈ جیب میں ایک بیگ ہاتھ میں اور ایک ٹرنک ساتھ لے کر کسی امیرانہ ہوٹل میں جا ٹھہرنا اور وہاں سلسلہ ملاقات کو وسیع کرنا اس تجارت کا تمام راس المال ہے۔

— ان میں سے بعض کے حالات سے پولیس واقف ہے اور ان کا نامۂ اعمال سکاٹ لینڈ یارڈ میں موجود ہے یہی وجہ ہے کہ ایک پر تکلف کمرے کے مکین کی خدمت میں ہوٹل کا منیجر بل پیش کرتا ہے۔ اور ساتھ ہی نہایت ادب سے عرض کرتا ہے کہ یہ کمرہ آج کے دن سے کسی اور صاحب کے لئے مخصوص ہو چکا ہے۔ کبھی کبھی وہ شخص جس کے ساتھ یہ سلوک کیا جاتا ہے بہت گرجتا برستا ہے۔ لیکن بالعموم دور اندیشی کو شجاعت کا بہترین جزو خیال کر کے خاموشی سے ہوٹل خالی کر دیتا ہے۔ ہوٹل کے دیگر مکین بہت متاسف ہوتے ہیں۔ وجہ یہ کہ یہ لوگ بہت ملنسار اور چرب زبان ہوتے ہیں۔ اگر ان میں یہ باتیں نہ ہوں تو دوست کیسے بنائیں۔ اور دوست بنانے ہی پر ان کی گذران کا انحصار ہے

لیکن اکثر ہوٹلوں کے اُچکے خفیہ پولیس کی دُوربین نگاہوں سے بچ جاتے ہیں۔ کیونکہ ذی مرتبہ اصحاب جب عورتوں کے ہاتھوں لُٹ جاتے ہیں۔ اور اعلیٰ طبقہ کی خواتین جب مردوں سے دھوکا کھاجاتی ہیں۔ تو وہ اپنی سادہ لوحی کی داستان کو عام کرنا پسند نہیں کرتیں اشاعت واقعات سے نفرت ہی اِن مہذب ڈاکوؤں کی حفاظت کی کفیل ہے۔

—— ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک نوجوان امریکن لنڈن کے ایک امیرانہ ہوٹل میں آیا اُس کا نام مشہورِ خاص وعام تھا اور اکثر لوگ جانتے تھے کہ وہ اپنے باپ کے وسیع کاروبار میں حصہ دار ہے۔ ہوٹل کے قلبیان خانہ میں اِس کے خاندان کے تموّل اور وجاہت کا تذکرہ چھڑا۔ اور دو ایک امریکنوں نے اُس انگریز کو بہت سی باتیں بتائیں جس نے اس گفتگو کی سلسلہ جنبانی کی تھی۔ جب اِس انگریز کی نووارد کے متعلق کافی تشفی ہوگئی تو اُس نے فوراً نووارد سے راہ ورسم پیدا کی۔ اور ازراہ مسافر نوازی اُسے لنڈن کے اُن حصّوں کی سیر کرائی جن کا ذکر رہنمائے لنڈن میں نہیں۔ ایک رات کو نوجوان امریکن کا یہ نیا دوست اِسے ایک کلب میں لے گیا۔ جو ایک قمار خانہ تھا۔ امریکن جانتا تھا کہ یہ قمار خانہ ہے لیکن اِس کے دوست نے اِسے کہا کہ وہاں جاکر جُوا کھیلنا ضرور نہیں مگر وہاں بہت منتخب لوگ جمع ہوتے ہیں جن سے ملنا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ نوجوان کو گو قمار بازی کا لپکا نہ تھا لیکن تفریح کی غرض سے جانے پر رضامند ہوگیا جب اندر پہنچا۔ تو یکا یک قماربازوں میں تنازعہ برپا ہُوا۔ اور ایک درجن کے قریب آدمی آپس میں گتھ گئے۔ ایک نے خنجر نکالا اور قبضہ تک اپنے حریف کے سینہ میں گھونپ دیا۔ وہ لڑکھڑا کر زمین پر گرا۔ اور تمام روشنی گُل ہوگئی اور جب یہ لوگ بھاگنے لگے۔ تو پولیس موقعہ پر پہونچ گئی۔ یہ نقشہ دیکھ کر انگریز نے امریکن سے کہا کہ چپکے سے میرے پیچھے چلے آؤ۔ وہ اسے ایک خفیہ دروازہ سے باورچی خانہ میں لے گیا۔ اور وہاں سے دو ایک کمروں میں گھوم کر سڑک پر آنکلا۔ اُنھوں نے جھٹ ایک گاڑی کرایہ کی اور ہوٹل میں پہونچ گئے۔ جب یہ دو نوذرا چین سے بیٹھے۔ تو انگریز نے کہا

کہ آج تو ہم بال بال بچے اگر پکڑے جاتے تو اس وقت حوالات میں ہوتے۔ ایک تو وہ کلب ہی خلاف قانون ہے اس پر یہ قتل کی واردات۔ نوجوان امریکن نے اس بد مزگی سے بچ جانے پر خدا کا شکر کیا۔ دوسرے دن شام کو جو اخبار نکلا۔ اُس میں یہ پُر اسرار خبر درج تھی۔ کہ ایک قمار خانہ میں ایک شخص خنجر سے مجروح کیا گیا ہے۔ پولیس نے بہت سے موجودہ اشخاص کو گرفتار کیا ہے لیکن مقتول جسکی حالت بہت نازک ہے یہ بیان کرتا ہے کہ اُسکا حملہ آور ایک نوجوان امریکن تھا۔ جو پولیس کے آنے پر کسی نہ کسی طرح بھاگ گیا۔ کلب کے مالک نے جو زیر حراست ہے ایسی اطلاعیں ہم پہنچائی ہیں۔ جن سے یقین ہوتا ہے کہ قاتل جلد گرفتار ہو جائیگا۔ ان سطور کے مطالعہ سے امریکن کے ہاتھوں کے طوطے اُڑ گئے۔ اور اُس نے اخبار اپنے انگریز دوست کی طرف بڑھا کر کہا کہ آپ جانتے ہیں کہ یہ کس قدر بے معنی بات ہے۔ کیونکہ آپ نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ اس فعل کا ارتکاب کس نے کیا تھا۔

انگریز نے سر ہلا کر کہا "یہ عجیب گل کھلا۔ اب ہم دونو کی خیر نظر نہیں آتی۔ صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ کلب کا مالک اور باقی انگریز بدمعاش اصلی مجرم کو بچانا چاہتے ہیں"۔

"لیکن جس شخص پر خنجر چلا وہ تو جانتا ہے کہ اُسکا حملہ آور کون تھا"

"میرے عندیہ میں اسے صحتیاب ہونیکی اُمید ہے اور وہ اصلی مجرم کا نام لینے سے ڈرتا ہے ان میں سے اکثر بدمعاش لنڈن کی از بس خوفناک جماعتوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ وہ سارا الزام آپکے سر رکھیں گے۔ کیونکہ اُنہیں یقین ہے کہ آپ ہرگز سامنے آکر اس فعل سے انکار نہ کریں گے"

"میں ان باتوں کو پسند نہیں کرتا۔ اور آج ہی پیرس جاتا ہوں۔ میں تو اگر ہزاروں پر پانی پھر جائے اس جھگڑے میں شامل نہیں ہونیکا۔ توبہ توبہ منٹوں میں یہ خبر تمام امریکہ میں پھیل جائیگی اور میں کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہوں گا"

انگریز نے کہا کہ میری رائے میں یہ تجویز نہایت مناسب ہے اور بندہ خود بھی شمالی انگلستان میں چند دوستوں کے پاس چلا جائیگا۔ اور کچھ عرصہ تک مفقود الخبر رہیگا" لیکن یہ بیل منڈھے

نہ چڑھی اور جب دونو دوست صحن میں یہ گفتگو کر کے مکان کے اندر جانے لگے۔ تو ایک شخص اُن کی طرف بڑھا اور امریکن کے کندھے پر ہاتھ رکھ کے کہنے لگا۔
"معاف فرمائیگا مگر آپ دونو صاحبوں کو اُس کلب میں دیکھا تھا۔ جہاں کل رات ایک شخص کو خنجر مارا گیا ہے" یہ سُنکر دونو نے ایک دوسرے کے منہ کیطرف دیکھا لیکن ایک حرف بھی زبان سے نہ نکال سکے "میں وہاں بیرا تھا میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے وہاں سے نکلا۔ اور آپ کو گاڑی میں بیٹھتے دیکھا۔ آپ نے جب گاڑی والے کو اس ہوٹل کا پتہ دیا۔ تو میں سُن رہا تھا۔ میں نے خیال کیا کہ شائد آپ صاحبوں کو میری خدمات کی ضرورت ہو اسلئے حاضر ہُوا ہُوں"
دو انگریز نے دل کڑا کر کے کہا۔
"اچھا تو چپکے سے میرے دوست کے کمرے میں چلے آؤ اور جو کچھ کہنا ہو۔ کہو"
اس گفتگو کا یہ نتیجہ ہُوا کہ نوجوان امریکن نے اس شخص کو ۴۰۰ پونڈ کا چک خاموش رہنے کے اقرار کے عوض میں دیا اور اُسے بتایا کہ وُہ ایک اجنبی ہے۔ جو لنڈن کی سیر کے لئے آیا ہے اُسکا اس جھگڑے سے کوئی تعلق نہیں لیکن عدالتوں میں مارے مارے پھرنا نہیں چاہتا انگریز نے بھی اپنی چک بُک نکالی اور ۴۰۰ پونڈ کا چک کاٹ کر اُس کے حوالہ کیا۔ کہ اُسکا ذکر بھی اس معاملے کے متعلق کہیں نہ آئے۔
امریکن لنڈن سے روانہ ہُوا اور اُس نے سمجھا کہ یہ ناخوشگوار قصہ یہیں طے ہو گیا۔ لیکن جب وُہ امریکہ میں اپنے گھر پہنچا۔ تو ایک خط اُس کے انتظار میں میز پر پڑا تھا۔ اس بیرا کو کسی طرح معلوم ہو گیا کہ وُہ کون ہے اور اس لئے وُہ اور روپیہ بطور رشوت لینا چاہتا تھا۔ اپنے خط میں صرف پانچہزار پونڈ کی رقم طلب کی تھی۔ نیز تحریر یہ تھا کہ زخمی جانبر نہ ہُوا۔ اور اگر مطلوبہ رقم اسے موصول نہ ہوئی۔ تو وہ سارا کچا چٹھا پولیس کو کہہ سنائیگا۔ گو وُہ گرفتاری سے بچ جائیگا۔ مگر تمام اخبار اس واقعہ کو مختلف عنوانوں سے شائع کریں گے۔ اور پھر یہ خبر امریکہ بھر میں پھیل جائیگی۔ نوجوان امریکن نے اس چٹھی کو دو تین بار بغور پڑھا۔ اور پھر سیدھا اپنے وکیل کے پاس چلا گیا جس نے تمام واقعہ

سُننے کے بعد اسے مشورہ دیا کہ وُہ اس خط کا جواب نہ دے۔ وُہ لنڈن میں اپنے کسی معتبر کو لکھیگا کہ تمام صُورت حالات دریافت کر کے اطلاع دے۔ اس تحقیقات سے یہ ظاہر ہُوا کہ لنڈن پولیس کو ایسے کسی واقعہ کی اطلاع تک نہیں۔ نہ کسی قمارخانہ میں کسی شخص پر خنجر سے مہلک حملہ ہُوا۔ نہ تاریخ مذکور کو پولیس نے کسی قمارخانہ پر چھاپا مارا۔ معلُوم ہوتا ہے کہ امریکن سیاح کو، کسی بدمعاش نے جو ہوٹلوں میں اجنبیوں کو لوٹتے ہیں۔ اپنا تختہ مشق بنایا۔ اور وُہ خلیق انگریز اس تمام تجویز کا بانی مُبانی تھا۔

یہ تمام راز فاش ہوگیا۔ مگر خنجر مارنا ہنوز ایک امر سربستہ تھا۔ کیونکہ امریکن نے بچشم خود خنجر کو سینہ میں اُترتے دیکھا تھا۔ لیکن یہ خنجر زنی محض مذاق تھا۔ گو ظاہرا ایک جان ستان فعل معلُوم ہوتا تھا۔ بات یہ ہے کہ یہ خنجر تھیٹر کا خنجر تھا۔ جو جسم کے اندر اُترتا معلُوم ہوتا ہے۔ لیکن در حقیقت اُسکا پھل قبضہ میں سما جاتا ہے۔ پولیس والے بھی مصنوعی تھے۔ اور قمارباز اس جماعت بدمعاشان کے ارکان تھے جسکا انگریز مذکور سرغنہ تھا۔

یہ ممکن نہیں کہ یہ سنسنی پیدا کرنے والا سین پہلی دفعہ ہی وقُوع میں آیا ہو کون جانتا ہے کہ اس سے پہلے کتنی دفعہ یہی فعل پُوری کامیابی سے ہُوا۔ اور کسی کے کان میں بھنک تک نہ پڑی ہو۔ خنجر کی جدت کے سوا یہ فریب لنڈن کی ایک پامال چیز ہے۔ بدمعاشوں کا یہ عام قاعدہ ہے کہ وُہ بھولے بھالے سیاحوں کو قابل اعتراض جگہوں میں لے جاتے ہیں اور اُنہیں مصنوعی پولیس کے ہاتھوں گرفتار کراتے ہیں۔ یہ بیچارے عزت کے مارے کچھ دے دلا کر ان مہذب قزاقوں کے چنگل سے چھُوٹتے ہیں۔

امریکن مذکور کے معاملہ میں تمام عمر رشوت لینے کی تجویز کی گئی تھی۔ اخبار میں خبر شائع کرانا بدمعاش کا کمال تھا۔ لیکن ایسی ولولہ انگیز جھوٹی خبریں نہایت آسانی سے اخباروں میں شائع ہو سکتی ہیں۔ اور ایڈیٹروں کو اصلی معاملہ کی کوئی اطلاع نہیں ہونے پاتی۔

—— دُنیا بھر کی سب سے زیادہ خطرناک ٹھگ عورتیں امیرانہ ہوٹلوں میں ملا کرتی ہیں ان میں

سے اکثر ممالک غیر کے خطابات رکھتی ہیں۔ شہزادیاں۔ مارچنس۔ کونٹس۔ پرونس غرضیکہ ہر بڑے طبقہ کا نمونہ اس جماعت میں ملتا ہے۔ اور بین الاقوامی پولیس ان کے پوست کندہ حالات سے واقف ہوتی ہے لیکن یہ اپنے باقاعدہ فریب بازی کو بلاخطر نبھائے جاتی ہیں۔ نوجوان۔ ادھیڑ اور بوڑھی ہر عمر کی عورتیں اس مکاری کی بدولت امیرانہ زندگی بسر کرتی ہیں۔ یہ عورتیں اپنے اخراجات کے بل نہایت پابندیٔ وقت سے ادا کرتی ہیں۔ اور ایسے دوکانداروں سے لین دین نہیں رکھتیں جنہیں گاہکوں کے حالات دریافت کرنیکا مرض ہو کیونکہ اس طرح اصلی حالات سے نقاب کے اُٹھ جانیکا اندیشہ ہوتا ہے اور نیا لقب اختیار کرنا دراوقت طلب ہوتا ہے۔ گذشتہ چند سالوں کی بہترین ٹھگ ایک عورت تھی جو ہمدردِ بنی نوعِ انسان بن کر اپنی سکیم کو شہر بشہر لیئے پھرتی تھی۔ جہاں جاتی پادری اُسکے سامنے آنکھیں بچھاتے۔ اور لارڈ میئر دعوت پر دعوت دیتے تھے۔ ممکن ہے کہ یہ ہمدردی انسان کا فریب مدّت تک چلا چلتا۔ اور لوگ یہی سمجھتے رہتے کہ وہ ایک مخیر خاتون ہے۔ جو ایک گراں قدر رقم کو کسی صدقہ جاریہ پر لگانا چاہتی ہے لیکن اس سے یہ غلطی ہوئی کہ وہ ایک نوجوان کے ساتھ شادی کر بیٹھی۔ جسے کسی انگریز لارڈ کا بیٹا خیال کیا جاتا تھا۔ پولیس مدّت سے اس شخص کی تاک میں تھی۔ اور ایکدن جب اسے گرفتار کرنے آئی۔ تو ایک اہلکار یہ دیکھ کر حیران رہ گیا۔ کہ اسکی بیوی ایک پرانی مفرور مجرمہ ہے۔ میاں بیوی کی حیرت کی کوئی حد نہ رہی۔ انہیں اپنی گرفتاری پر کوئی تعجب نہ تھا۔ بلکہ اسلیئے انگشت بدنداں تھے کہ دونو ایک دوسرے کو دھوکا دے رہے تھے۔ ان کی ملاقات لنڈن کے ایک عالیشان ہوٹل میں ہوئی تھی۔ اور دونو ایکدوسرے کو اپنے جال میں پھنسانا چاہتے تھے۔

ـــ ہوٹل کے فریبوں میں سب سے زیادہ خطرناک ایک فریب ہے لیکن میں اسکا مفصل ذکر نہیں کرنا چاہتا۔ اس میں ایک امریکن اور اُسکی بیوی بڑی رات گئے ہوٹل میں وارد ہوتے ہیں۔ لیکن اتنا کہے دیتا ہوں۔ کہ اس فریب کے ذریعہ بہت سے بے گناہوں سے جنہیں اپنی

عزت کا پاس تھا۔ بہت موٹی رقمیں وصول کی گئیں ہیں۔ ہوٹلوں ہی میں وہ عجیب وغریب کہانی اکثر سنائی جاتی ہے۔ جو شکار پیدا کرنے میں کبھی ناکام نہیں رہی۔ اس میں مختلف طریقوں سے یہی بیان کیا جاتا ہے کہ عنقریب بہت بڑا ترکہ ملنے والا ہے۔

میرے واقفوں میں ایک صاحب اور انکی بیوی ہیں کہ دیہات کی سادہ لوحی کے ساتھ کافی دولت کے مالک ہیں۔ ان کے خوبصورت دیہاتی مکان میں ایک نوجوان عورت مہمان آئی جو اگرچہ ایک ہفتہ ٹھیرنے کے ارادہ سے آئی تھی۔ لیکن اب تک تین مہینے گذر چکے ہیں اور وہیں موجود ہے ان سب کی ملاقات لنڈن کے ایک ہوٹل میں ہوئی تھی۔ نوجوان عورت نے جلد ان دیہاتیوں پر اپنا اعتبار جمالیا۔ اور انہیں یقین دلا دیا۔ کہ وہ آسٹریلیا کے ایک مالدار رنڈوے کی بھانجی ہے۔ جو لنڈن میں بلا وصیت مرگیا ہے۔ اسکی ماں اس شخص کی واحد بہن تھی۔ اور اس وقت اسکا اور کوئی رشتہ دار زندہ نہیں۔ ترکہ میں کم وبیش ایک کروڑ پونڈ ملنے کی امید ہے جب اس کے مرنے کی خبر ملبورن دار الخلافہ آسٹریلیا میں پہنچی۔ تو چونکہ اسکی ماں بیمار اور ناقابل سفر تھی۔ اس لئے وہ اس جائیداد کا دعویٰ کرنے کے لئے آئی ہے۔ اس کہانی کا کیا انجام ہوا۔ کسی تصریح کا محتاج نہیں ناظرین خود سمجھ سکتے ہیں۔ کوئی دن نہیں جاتا۔ کہ اس قسم کی اطلاعیں تھانوں میں پہنچ کر ہر کسی کے کانوں تک نہ پہنچتی ہوں۔ لیکن پھر بھی لوگ دھوکا کھا ہی جاتے ہیں۔ اور ان کے اعتماد میں اس وقت تک فرق نہیں آنے پاتا۔ جبتک کہ عیار اپنا کام پورا کرکے چلا نہ جائے۔

یہ مکاری نہایت سیدھی سادھی ہوتی ہے جس میں مصیبت اور اخراجات کی پامال داستان دھراتے ہیں۔ کہ موجودہ رقم صرف ہوچکی ہے۔ اور جبتک کسی دور دراز مقام سے اور روپیہ نہ پہنچے جائیداد حاصل کرنے کے لئے قانونی چارہ جوئی نہیں ہوسکتی۔ جس کی میعاد ختم ہونے کے قریب ہے اور سب سے بڑی مشکل یہ آپڑی ہے کہ ایک اور دعویدار کھڑا ہوگیا ہے جس کا کوئی حق نہیں مگر روپے کے پروں پر اڑا چلا جاتا ہے۔ کروڑ روپے کی جائیداد چند سینکڑوں کے لئے

ہاتھ سے جارہی ہے۔فریب خوردہ شخص جائداد ملنے پر کثیر ہدیہ کے وعدہ کے لالچ میں آکر رقم مطلوبہ مہیا کردیتا ہے اس کے بعد ایک اور مشکل بیان کی جاتی ہے اور اسکی تائید میں وکیلوں کی چٹھیاں بعض اوقات دستاویزیں پیش کیجاتی ہیں۔اور بیچارے غریب کا خون دوبارہ چوسا جاتا ہے کیونکہ مظلوم یہ سمجھتا ہے کہ اگر اور رقم نہ دی گئی۔تو پہلی رقم بھی غتر بود ہو جائیگی۔ بعض دفعہ تو چند ہفتوں میں بھانڈا پھوٹ جاتا ہے۔لیکن کبھی کبھی یہ دام تزویر برسوں تک ٹوٹنے نہیں پاتا۔

جن نیک بختوں کا میں ذکر کر رہا ہوں۔انہوں نے ۵ ہزار پونڈ کی رقم قرض دی ہے اور وہ نوجوان عورت ہنوز اُن کی قابل احترام مہمان ہے وہ اس کے خلاف ایک نقطہ بھی سُننا گوارا نہیں کرتے اور نہ اس کے کہیں اور جگہ جانے کے روادار ہوتے ہیں۔وہ اسپر پورا اعتماد رکھتے ہیں اور اسکی داستان کو بالکل سچ باور کرتے ہیں۔اُن کا یہ تسلیم کر لینا کہ انہیں موسا گیا ہے یہ ماننے کے مساوی ہو جاتا ہے کہ ان کا پانچہزار پونڈ ضائع ہو گیا۔انسانی طبیعت ہمیشہ انسانی طبیعت ہی رہتی ہے۔اور مایوسی کی ہوا میں بھی اُمید کا چراغ گل ہونے میں نہیں آتا۔آخری کامیابی کی اُمید ہی میں معقول رقمیں اندھا دھند برباد کی جاتی ہیں۔

— لنڈن کے ایک ہوٹل میں ایک ایسا اسرار پیدا ہوا۔جو آج تک کبھی حل نہ ہو سکا۔ایک دولتمند نوجوان جو بکثرت شراب پینے کا عادی تھا۔ایک ہوٹل میں مقیم تھا۔وہاں اُسکی ملاقات دو اور نوجوانوں سے ہوئی۔جو ظاہرا اعلیٰ طبقہ سے تعلق رکھتے تھے۔اور آج کل میں سیاحت یورپ کے لئے جانے والے تھے۔انہوں نے یورپ کی تفریحوں کے وہ سبز باغ دکھائے کہ وہ اُن کے ساتھ جانے کے لئے تیار ہو گیا۔اس نے اپنے احباب اور وکیل کو اس عزم سفر کی اطلاع دی اور یورپ کے ساہوکاروں پر بہت بڑی مالیت کی ہنڈیاں لیکر روانہ ہو گیا یورپ کے مختلف شہروں سے اسکی دو ایک چٹھیاں موصول ہوئیں۔جن میں سے آخری پر سپین کے ایک گمنام قصبہ کے ڈاک خانہ کی مہر تھی۔اس کے بعد اسے جب کبھی روپے کی ضرورت

ہوئی تو وہ تار دیدیا کرتا تھا۔ اس نے سپین کی ایک بندرگاہ سے اس قدر بڑی رقم کے ارسال کرنے کے لئے تار دیا کہ اس کے وکیل نے مناسب سمجھا کہ اس کے ایک عزیز سے مشورہ کرے۔ جس سے گو اس کے تعلقات کشیدہ تھے مگر پھر بھی قریبی رشتہ دار تھا۔ دونوں کو کچھ شبہ ہوا اور انہوں نے اس بندر کے برٹش کانسل سے خط و کتابت شروع کی۔ کانسل اس ہوٹل میں گیا۔ جس کے پتہ پر روپیہ طلب کیا گیا تھا۔ چونکہ اس کے پاس فوٹو تھا اس نے مسٹر ۔۔۔ سے ملاقات کرنے کا ارادہ ظاہر کیا۔

ہوٹل کے مالک نے فوٹو شناخت کر کے بتایا کہ مسٹر ۔۔۔ ابھی ابھی اپنے دوستوں کے ساتھ ہوا خوری کے لئے نکلے ہیں۔ کانسل جب شام کو پھر گیا۔ تو دونو دوست موجود تھے۔ جن کے چہروں پر پریشانی کے آثار پائے جاتے تھے۔ انہوں نے بیان کیا مسٹر ۔۔۔ بلا کا بیباک تھا اور باہر جانے سے پہلے اس نے معمول سے بھی زیادہ چڑھائی ہوئی تھی۔ یکایک وہ ان سے جدا ہو کر ایک طرف کو بھاگا اور نظر سے اوجھل ہو گیا۔ انہوں نے بہت تلاش کی۔ مگر اسکا کچھ پتہ نہ چلا۔ ان کا گمان ہے کہ وہ پانی میں ڈوب مرا۔

اس گم گشتہ نوجوان کے متعلق جو دو اجنبیوں کے ساتھ یورپ کی سیر کو گیا۔ اور پھر لوٹ کر نہ آیا یہ آخری خبر ہے۔ یہ کہنا ناممکن ہے کہ اگر روپیہ مطلوبہ ارسال کیا جاتا تو وہ اسے وصول کر لیتے یا نہیں۔ اور اس بات کا بھی کوئی ثبوت نہ تھا۔ کہ مسٹر ۔۔۔ کے گم ہونے میں ان کا ہاتھ ہے اگرچہ اس میں شک کا کوئی شائبہ نہیں کہ وہ روپیہ جو نوجوان ہمراہ لے گیا۔ انہیں کے منہ میں گیا۔

امیرانہ ہوٹل کے ذریعہ عیاری کا ایک اور پہلو ہے جس کا تعلق اس کے مکینوں سے نہیں ہوتا۔ بعض بدمعاش ہوٹل کا چھپا ہوا فارم استعمال کر کے لوٹتے ہیں۔ ٹامس جس نے ان جرائم کا ارتکاب کیا تھا جنکی پاداش میں بیگناہ بیک سزایاب ہوا اپنی تمام چٹھیاں امیرانہ ہوٹل کے فارموں پر لکھا کرتا تھا۔ امیرانہ ہوٹل بادی مجرموں کے ملجا و ماوا ہوتے ہیں جن میں سے کسی کا پولیس کو علم ہوتا ہے اور کسی پر کبھی شک تک نہیں ہوتا۔

طریق ارتکاب

—— لنڈن کے جرائم انسان اور ایک غدار شہر کے جرموں کا مجموعہ ہیں یہاں عطائی اور پیشہ ور مجرم ہوتے ہیں۔ عطائی مجرم وہ عورت یا مرد ہے جو کسی اچانک تحریص سے موثر ہو کر یا تنگدستی سے تنگ آ کر کسی جرم کا ارتکاب کرتا ہے پیشہ ور مجرم وہ عورت یا مرد ہے جو جرم کو پیشہ بنا لیتا ہے اور اُسے جلب منفعت کا آلہ سمجھتا ہے تعلیم اور سائینس نے جرم کرنے کے طریقوں کو ایک فن بنا دیا ہے اور ایسی مجرمانہ انجمنیں بن گئی ہیں۔ جو حسن ذہنیات اور کثرت زر کی بدولت سال بھر میں زر کثیر پیدا کر کے اسے ممبران میں حصہ رسدی یعنی بنک کے باقاعدہ اصولوں پر تقسیم کرتی ہیں۔

زیورات کی بہت سی چوریاں جنکی خبر سُنکر دنیا حیران رہ جاتی ہے اور پولیس کی تمام کوششیں بیکار ثابت ہوتی ہیں۔ نہایت آسانی سے برآمد ہو جائیں۔ اگر وہ ثابت ہو سکے جو مشکوک خیال کیا جاتا ہے یعنی یہ سب جانتے ہیں۔ کہ لنڈن میں مجرموں کی اعانت کرنے والوں کی ایک بہت بڑی جماعت موجود ہے۔ جس میں زن و مرد شامل ہیں۔ اور یہ لوگ امیروں کے گھروں میں خدمتگاروں کا کام کرتے ہیں۔ لیکن کوئی اس قابل نہیں کہ اپنے اس خیال کو برسر عدالت ثابت کر سکے ایسے نوکر نہایت فرمانبردار اور محنتی ہوتے ہیں۔ اور تھوڑے ہی دنوں میں مالکوں کے دلوں میں گھر کر لیتے ہیں۔ ان کے پاس نیک چلنی کے ایسے زبردست سارٹیفکیٹ ہوتے ہیں۔ کہ کسی کو انہیں مشتبہ نگاہ سے دیکھنے کی ہمت نہیں پڑتی۔ یہ دیکھنا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ کہ یہ لوگ کس طرح نوکر رکھوائے جاتے ہیں۔

ایک موقر اخبار میں اشتہار شایع ہوتا ہے "ایک خاتون جو ممالک بیرونی میں سیاحت کی غرض سے جارہی ہے اپنے ایک ملازم کے لئے ملازمت کی تلاش میں ہے جسکی وُہ بڑے زور سے سفارش کرتی ہے۔ خط فلاں پتہ پر ارسال کیا جائے"۔

یہ اشتہار دیکھ کر بہت سی خواتین خطوط لکھتی ہیں۔ ان میں سے بہترین پتے انتخاب کئے جاتے ہیں دکانداروں اور دیگر اشخاص سے فوراً معلومات حاصل کئے جاتے ہیں۔ اور اس خاتون کے خط کا جواب دیا جاتا ہے جس کے مکان میں واردات کرنا مطلوب ہوتا ہے یہ ملازم (جو جواہرات کے ماہر چوروں کا ساتھی ہوتا ہے) ملازمت کے جملہ فرائض میں مہارت تامہ رکھتا ہے۔ اس کا اپنے کام میں طاق ہونا اسلئے ضروری ہے تاکہ وُہ اس گھر میں مدت تک رہ سکے اور چوروں کو اپنی تجویزیں مکمل کرنے کے لئے کافی وقت ملجائے۔ یہ شخص اپنے مالکوں کے طریق بود و باش سے جلد واقف ہوجاتا ہے اور معلوم کرلیتا ہے۔ کہ جو چیز چرانی ہے وُہ کہاں رکھی جاتی ہے باقی کام بہت آسان ہے وُہ اپنے ہمرازوں کو جملہ ضروری باتوں سے مطلع کرتا ہے اور انہیں مناسب موقع اور وقت سے اطلاع دیکر مکان میں داخل ہونے کے لئے آسانیاں پیدا کردیتا ہے اس کے بعد اسکا کسی معاملہ سے تعلق نہیں رہتا۔ یہ زیورات کی چوریاں عموماً سر شام ہوا کرتی ہیں۔ جب گھر والے کھانا کھا رہے ہوں یا کسی دعوت پر یا تھیئٹر دیکھنے گئے ہوں۔ کوئی شخص اس ملازم پر شک نہیں کرسکتا۔ کیونکہ وُہ اسبات کا پہلے سے انتظام کرلیتا ہے کہ جب چوری ہوئی ہو تو وُہ اور نوکروں کے ہمراہ کام کاج میں مشغول ہو۔

خادم کی نسبت خادمہ بہتر خیال کیجاتی ہے اور اکثر چوروں کے گروہ کے لئے زیادہ کارآمد ثابت ہوتی ہے کیونکہ خادمہ کو بارہا اپنی مالکہ کی چابیاں رکھنے کا موقع ملتا ہے اور وُہ چابی کو ایک خاص تیار شدہ موم میں دباکر قالب تیار کرلیتی ہے۔ اور اس قالب کے ذریعہ چور اس چابی کا ثانی بنا لیتا ہے جب وُہ مقررہ وقت پر سرقہ کرنے آتا ہے۔ تو نہ صرف زیور کے بکس کی چابی اسکی جیب میں ہوتی ہے بلکہ وُہ مکان کے دروزے کی چابی سے بھی مسلح ہوتا ہے جس وقت گھر والے باہر اور

نوکر اپنے کمروں میں ہوتے ہیں۔ چور ازبس اطمینان سے اندگھس کر اُس کمرہ میں جاتا ہے جہاں زیورات ہوتے ہیں۔ بکس کھولتا ہے اور مال مسروقہ لیکر چند منٹوں میں باہر نکل آتا ہے۔

ـــــ ایکدفعہ اس طریق سے ایک دفتر کی چابی کا قالب حاصل کر کے ایک سیف کھولا گیا۔ جو سوتھ ایسٹرن ریلوے کی ایک ٹرین میں جا رہا تھا۔ اس سیف میں ہزارہا پونڈ کا سونا تھا۔ اور وہ سب کا سب نہائت کامیابی سے اُڑایا گیا۔

لنڈن میں زیوروں کی بعض بڑی بڑی چوریوں کے منصوبے تنگ و تاریک مکانوں چوروں کے باورچی خانوں یا شراب خانوں میں نہیں باندھے جاتے۔ بلکہ عالیشان کاشانوں اور پُرتکلف کمروں میں بھی مشورہ ہوتا ہے جب پانچ یا دس ہزار پونڈ کی مالیت کا مال مسروقہ آپ کی جیب میں ہو تو آپ کا ایک فلک نما مکان کے احاطہ میں خوبصورت موٹر میں بیٹھ کر داخل ہونا زیادہ بہتر اور محفوظ ہے بہ نسبت اس کے کہ آپ کسی کرایہ کی ٹوٹی پھوٹی گاڑی میں بیٹھ کر کسی سڑے گلے مکان کا رُخ کریں نیز ایسے کام کے اوزار موٹر میں نہائت آسانی سے لے جاسکتے ہیں اور اگر آپ کے ساتھ کوئی خوش پوش خاتون ناچ کا لباس پہنے زیورات کی چمک سے چکاچوند کا عالم پیدا کر رہی ہو تو پھر کسی پولیس والے کی مجال ہے کہ ۴ بجے صبح آپ کی گاڑی روک کر یہ دریافت کرے کہ کیا آپ کسی جوہری کی دکان میں یا کسی الماس فروش کے دفتر میں نقب لگا کر آرہے ہیں۔

ـــــ بنکوں کا باکمال چور پہلے اس بنک میں حساب کھولتا ہے جسے وہ لوٹنا چاہتا ہے بعض صورتوں میں وہ مہینوں بنک سے لین دین کرتا رہتا ہے اور پھر وہ عیاری کرتا ہے جس سے کہ خزانچی کے ہاتھ سے ہزارہا پونڈ کے نوٹ نکل جاتے ہیں۔ یہ ماہر کامل خود سرقہ نہیں کرتا بلکہ صرف خزانچی کو باتوں میں لگائے رکھتا ہے۔ اور اپنے معین کی کارروائی کو ڈھانپے رہتا ہے۔ یہ معین اکثر بنک کے چپراسیوں کی سی وردی پہن کر اپنا کام کرتا ہے۔

ـــــ آجکل جرائم پیشہ لوگوں کی برادری میں ایسے لوگ پائے جاتے ہیں جن کے اوضاع واطوار

مدبروں جیسے ہوتے ہیں جن کا لباس بے عیب ہوتا ہے اور جو ایسی قابلیت رکھتے ہیں کہ اگر دیانتداری سے روپیہ کمانا چاہیں تو ہزاروں کیا لاکھوں پیدا کریں۔ لیکن انہیں جرم کرنیکا لپکا ہے اور لوگوں کو لوٹنے میں خاص لطف آتا ہے جس طرح شکاری تمام دن کی دوڑ دھوپ کے بعد مٹھی بھر گوشت حاصل کرکے پھولا نہیں سماتا۔

اس جماعت میں سے بعض شخص تمام کارروائی بالکل تاجرانہ اصولوں پر کرتے ہیں ان کے ایجنٹ یورپ کے تمام بڑے بڑے شہروں میں پائے جاتے ہیں وہ متعدد زبانوں میں گفتگو کرنیکی اہلیت رکھتے اور جہاں نورد سیاح ہوتے ہیں۔ ایک بین الاقوامی چوروں کی سوسائٹی کے ممبر ہوتے ہیں۔ اور ایک وقت میں اُن کے مختلف کام جگہ جگہ ہوتے ہیں۔ یعنی ایک ممبر لنڈن میں دوسرا نیویارک میں تیسرا پیرس میں اور چوتھا وینس میں سرگرم کار ہوتا ہے یہ لوگ ہمیشہ فسٹ کلاس ریلوے گاڑیوں میں سفر کرتے ہیں۔ اور بہترین ہوٹلوں میں ٹھہرتے ہیں۔ اگر کبھی ٹرین یا جہاز میں آپ کو اُن سے ملنے کا اتفاق ہو تو آپ کو معلوم ہو کہ وہ کس قدر باذاق اور خلیق ہیں۔ کبھی کبھی وہ اپنے دیگر ہنروں پر تاش میں جعل کرنے کو مستزاد کر لیتے ہیں اور بری یا بحری سفروں میں لاکھ دو لاکھ کا روزگار ہو جاتا ہے*

اس جماعت کا ایک سب سے زیادہ خوفناک ممبر جسکی عیاریوں نے دنیا بھر میں تہلکہ ڈال رکھا تھا ایک دفعہ میرے پڑوس میں آن ٹھہرا۔ اور تھوڑے دنوں ہی میں اس نے لنڈن میں وہ سنسنی پیدا کی کہ آج تک بھولنے میں نہیں آتی۔ آجکل وہ حصول صحت کے لئے اپنی تمام مشغولیات سے کنارہ کش ہو گیا ہے اور لوگ آرام کی سانس لے رہے ہیں۔ اگر وہ اس فرصت میں اپنے کارناموں کا سچا سچا حال قلمبند کر دے۔ جو اس نے امریکہ۔ لنڈن۔ آسٹریلیا۔ مانٹی کارلو۔ اور پیرس میں کئے۔ تو یہ جرائم کی ایسی ولولہ انگیز تاریخ ہو جسکی نظیر دنیا بھر کی داستانوں میں نہ ملے

ــــــ ایک نئے اور مشہور مقدمہ میں جج نے ایک عورت کو شیطان کی بیوی قرار دیا ہے اور فیصلہ میں درج کیا ہے کہ اس نے دولتمندوں پر ہپناٹزم کرکے اپنا اعتبار جمایا ہے۔ بہت سی عورتیں

ہیں جنہوں نے ذی وجاہت دولتمندوں پر ہپناٹزم کا عمل نہائت کامیابی سے کیا ہے اور اِن میں سے قریباً ایک درجن شادی کر کے نہ صرف زیورات بلکہ قیمتی دستاویزوں اور خاندانی رازوں کو قبضہ میں لا چکی ہیں۔ اور اُنہیں ایسے وسائل مِل چکے ہیں کہ باوجود بیوی کے کوتک ظاہر ہوجانے کے خاوند کو دم مارنے کی جرأت نہیں ہوتی۔

جیسا کہ کبھی کبھی ڈراموں میں ہوتا ہے ایک عورت نے جو چنداں قبول صورت نہ تھی دو سالوں کے عرصہ میں چار دولتمندوں سے شادی کی۔ اور گرجا سے نکلتے ہی آخری سلام کر کے رخصت ہوئی۔ اور اُس نے ہر ایک خاوند سے بڑی بڑی رقوم حاصل کیں۔

مذکورہ بالا شیطان کی بیوی نے دو خاوند لنڈن میں ایک فرانس میں اور ایک امریکہ میں کیا جب لنڈن والے خاوندوں میں سے ایک نے یہ معلوم کر کے کہ وُہ اب آزاد ہے دوبارہ شادی کی۔ تو اُس عیارہ نے اُسے ازدواج ثانی کے استغاثہ کی دھمکی دیکر کثیر رقم ہتیا لی۔ ممکن تھا کہ وُہ اس زرستانی کے سلسلہ کو مدت تک جاری رکھتی اگر وُہ شخص عقل سے کام لیکر اُسے یہ نہ لکھتا کہ اگر وُہ آئندہ اسے دق کرے گی تو وُہ تمام معاملہ پولیس کے سپرد کر دے گا۔

—— ایک یا دو سال کی بات ہے کہ ایک دوہرے بدن کے آدمی کی نعش دریائے ٹیمز میں تیرتی ہوئی پائی گئی۔ جسکی گردن میں رسی بندھی ہوئی تھی۔ اس لاش کا حلیہ اخبارات میں شائع ہونے کے بہت مدت بعد جب لاش عدم شناخت قرار پا کر دفن ہو چکی۔ تو ایک عورت نے آکر ظاہر کیا کہ وُہ متوفی کی بیوی ہے۔ اُس نے اسبات پر زور دیا کہ اُس کے خاوند کو ایک اور عورت کے دوستوں نے قتل کیا ہے جس سے متوفی نے شادی کی تھی۔ یہ دونو عورتیں ایکدفعہ ملیں اور حالات سے آگاہ ہونے پر اُنہوں نے ایکدوسرے سے ہمدردی کی۔ دُوسری بیوی نے شادی کو کالعدم قرار دینے کی نالش کی۔ مگر پہلی بیوی نے اپنے وکیل کے ذریعہ برملا عدالت میں یہ بیان کیا کہ چونکہ اس کا خاوند ہمیشہ اِس سے اچھا سلوک کرتا رہا ہے اِس لئے وُہ کوئی شہادت نہیں دینا چاہتی۔ اِس مقدمہ کے بعد وُہ شخص غائب ہو گیا۔ اور کبھی کِسی نے اِسے نہ دیکھا۔

جبتک اُسکی لاش دریا سے برآمد نہ ہوئی۔ قراین سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ لاش مذکور ہفتوں پانی میں پڑی رہی۔ کس طرح اس شخص کے گلے میں رسی باندھکر دریا میں ڈالا گیا۔ تا این دم ایک اسرار ہے۔ ممکن ہے کہ دوسری بیوی کے رشتہ داروں کا اس جرم سے کچھ تعلق نہ ہو۔ کیونکہ وہ باعزت لوگ تھے۔ اور اُنھوں نے اپنی عزیزہ کے متعلق باقاعدہ چارہ جوئی کی تھی۔ لیکن اگر کوئی مالدار شخص کسی دشمن سے بدلا لینا چاہے تو ایسے وسائل ہیں جن کے ذریعہ بغیر عملی حصّہ لینے کے دشمن کو تہس نہس کر سکتے ہیں۔ لنڈن میں ایسے لوگ مل سکتے ہیں۔ کہ جو معاوضہ لیکر کسی کی جان پر حملہ کرنے کو تیار ہوں۔ اور ایک سے زیادہ وحشیانہ حملے اسی معاوضہ کے طفیل ہوئے ہیں۔ معاوضہ حاصل کرنے کے لئے ارتکاب جرم کرنا موجودہ لنڈن کی خصوصیت ہے اور یہ راز شاذ ہی ظاہر ہوتا ہے۔

—— یہ لیجئے باتوں باتوں میں ہم وسٹ انڈ کے ایک مشہور شراب خانہ میں پہنچ گئے۔ جہاں گرد و نواح کے نوجوان اور گھوڑدوڑ پر داؤ لگانیوالے شرفا جوق در جوق جمع ہوتے ہیں۔ اس مجمع میں وہ لوگ بھی پائے جاتے ہیں۔ جنہوں نے ان تفریحوں کو ذریعہ معاش بنا رکھا ہے اسوقت بڑا اجماؤ ہے کچھ لوگ بار کے قریب اور چند مختلف میزوں پر مے نوشی میں مشغول ہیں۔ انہی میں وہ لوگ ہیں جو سپورٹ کی دنیا میں خاص شہرت رکھتے ہیں۔ لیکن انہی میں تاش بنانیوالے اور دھوکا دینے والے بھی شامل ہیں۔ ان میں دو ایک ایسے شخص بھی موجود ہیں۔ جو ہمیشہ بک میکرون کے روپے کی تاک میں رہتے ہیں۔ بعض شریف اور متمول ہیں اور مجرمانہ کاموں میں کم حصّہ لیتے ہیں۔ مگر ایسے بھی ہیں جو شرافت اور ایمان کی چنداں پروا نہیں کرتے۔ بشرطیکہ بلا خوف وخطر معقول رقم ہاتھ لگنے کا امکان ہو۔ اس ہجوم میں ایک شخص ہے جو چوروں میں بڑی عزت و توقیر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے یہ شخص معقول معاوضہ ملنے پر بیش قیمت مسروقہ زیورات واپس دلا سکتا ہے اس وقت گو شراب پینے میں مشغول ہے اور اس کی آنکھیں مخمور معلوم ہوتی ہیں۔ مگر دراصل وہ ایک نوجوان

کو بغور دیکھ رہا ہے۔ جو سامنے ایک میز پر شراب پی رہا ہے اور ایک بدمعاش سے سرگرم تکلم ہے جو تاش بنانے اور جوا میں جعل سازی کرنے میں یدِ طولیٰ رکھتا ہے۔ نوجوان کو ابھی ابھی جائداد ملی ہے اور وہ زندگی کی بہار لوٹ رہا ہے۔ گھوڑ دوڑ میں بھی بڑی بڑی بازیاں لگاتا ہے اور تاش میں بھی اُس کے داؤ بڑے پیمانے کے ہوتے ہیں۔ یہ چالیا نوجوان کو اس بات پر آمادہ کر رہا ہے کہ وہ ایک شام اُس کے مکان پر گذارے۔ اُسکا مدعا یہ ہے کہ وہاں مدعو کر کے اُسے دِل کھول کر لوٹے۔

وہ شخص جو بار کے پاس کھڑا ہے۔ اس نوجوان کا مطالعہ کر رہا ہے۔ وہ آج ہی اس کام پر مامور کیا گیا ہے۔ اور اس لئے آیا ہے کہ اس نوجوان کو بخوبی پہچان لے۔ مکاندار بدمعاش اس شکار کو اپنے لئے مخصوص کرنا چاہتا ہے اور اسبات کا روادار نہیں کہ وہ کسی اور بدمعاش کے ہتھے چڑھے اس لئے اس نے ایک جاسوس لگایا ہے تاکہ اگر کوئی اور بدمعاش نوجوان پر ڈورے ڈالے تو وہ اُسے فوراً اطلاع دے۔ جاسوس نے اسے اچھی طرح دیکھ بھال لیا ہے اور اب وہ اسے ہر جگہ اور ہر لباس میں پہچان لینے کے اہل ہے۔ وہ گلاس ہاتھ سے رکھدیتا ہے اور شراب خانہ سے باہر نکلتا ہے۔ اس کے عقب میں ایک چالیس سالہ خوش پوش شخص ہے۔ گلی میں جا کر مذکورہ بالا خوش لباس شخص جاسوس کے پاس جا کر کہتا ہے "جیکب مجھے تم سے کچھ کہنا ہے" اس کے بعد مفصل گفتگو ہوتی ہے اور جاسوس کی مٹھی اس لئے گرم کیجاتی ہے کہ وہ تین چار ایسے تنومند آدمی تلاش کرے۔ جو اس شخص پر وحشیانہ حملہ کرنے کے لئے تیار ہوں۔ جنکا نام مناسب وقت پر بتایا جائیگا۔ ایک تجویز پر اتفاق ہوتا ہے اور معاوضہ مقرر کیا جاتا ہے۔ کہ اس قدر دلال کو اور اس قدر حملہ کرنیوالوں کو ملیگا۔ اور حملہ کی کامیابی کی صورت میں ایک کثیر رقم سب میں تقسیم کی جائیگی جس شخص پر حملہ ہوتا ہے اُس کے متعلق مختلف باتیں بتائی جاتی ہیں کہ اسکی عادات کیا ہیں۔ کس وقت اور کہاں وہ تنہا پکڑا جا سکتا ہے وغیرہ وغیرہ اسکے بعد سازش کرنیوالے اپنا اپنا راستہ لیتے ہیں

یہاں کی سیر کے بعد ہم ایک بیئر فروش کی دُکان پر پہنچتے ہیں۔ یہ دُکان اس قدر گندی ہے کہ ناک نہیں دی جاتی۔ اور روشنی ایسی ناقص ہے کہ کچھ نظر نہیں آتا۔ کوئی پانچ چھ غنڈے بیر پی رہے ہیں۔ اور تمباکو کے کش لگا رہے ہیں۔ ان کے پاس وہ شخص آتا ہے جسے ہم نے جاسُوس کے نام سے موسُوم کیا ہے وہ ان میں سے دو آدمیوں کو باہر لے جاتا ہے اور مذکورہ بالا کام کو سرانجام کرنے پر رضامند کر لیتا ہے وہ انہیں یقین دلاتا ہے کہ معاوضہ بالکل محفوظ ہے اور خود اس کا ذمہ وار بنتا ہے۔ کیونکہ ایسے حالات میں اصل کام لینے والا شاذ ہی سامنے آیا کرتا ہے۔ یہ غنڈے جانتے تھے کہ جاسُوس کی ذمہ داری کافی ہے۔ کیونکہ اگر وہ انہیں دھوکا دیتا تو اُسکی جان لینا منٹوں کا کام تھا۔

اس کے ایک ہفتہ بعد ایک شخص ہیمشائر کی آخری ٹرین میں آتا ہے اور ٹیمز کی طرف ایک سٹیشن پر اُتر کر پیدل ہی اپنی سکونت کا رُخ کرتا ہے۔ اسکا راستہ سُنسان ہے جہاں سے بہت کم آدمی آتے جاتے ہیں۔ صبح کا ذب کے وقت ایک شخص ادھر سے گذرتا ہے۔ تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک شخص راستہ پر بیہوش پڑا ہے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی اسے بے رحمی سے زدوکوب کر کے سب کچھ چھین کر اور مُردہ سمجھ کر پھینک گیا ہے وہ شور مچاتا ہے۔ چند آدمی آ نکلتے ہیں۔ ایک دوڑ کر ڈاکٹر کو لے آتا ہے وہ اسے ہوش میں لانے کی کوشش کرتا ہے۔ مگر مجرُوح بغیر زبان ہلائے دم توڑ دیتا ہے۔ یہ فعل ڈاکوؤں سے منسوب کیا جاتا ہے۔ جنہوں نے اسے لُوٹنے کے لئے حملہ کیا۔ مجرموں کو گرفتار کرنے کی سرگرم کوشش ناکام رہتی ہے۔ چند اشخاص ایک گاڑی کو لنڈن کی طرف جاتے دیکھتے ہیں۔ لیکن اُنہیں خیال تک نہیں آتا۔ کہ اس میں وہ غنڈے جا رہے ہیں جنہوں نے آدھی رات کے وقت یہ واردات کی ہے لیکن دراصل یہ چال جسکا نتیجہ قتل کی صُورت میں نکلا۔ ایک شخص نے معاوضہ دے کر کرایا جسے مقتول سے بیر تھا۔ یہ شخص اخبار میں اس قتل کا تذکرہ پڑھتا ہے اور ذرا کانپ اُٹھتا ہے۔ درحقیقت اُسکی خواہش نہ تھی کہ معاملہ

اس قدر طول کھینچے لیکن آپکی ذات تمام خطروں سے مصئون ہے کیونکہ معیان جرم اس راز کو افشا کرکے اپنی پھانسی کا پھندا تیار نہیں کرسکتے۔ یہ طریق جرم اس قدر عام ہے کہ لنڈن کے امن پسند باشندوں کے وہم وگمان میں بھی نہیں آسکتا۔ معاوضہ کے لئے وحشیانہ حملہ کرنا وہ ذریعہ معاش ہے جس پر غنڈوں کے غول بسر اوقات کرتے ہیں۔ اُن کے باقاعدہ دفتر ہوتے ہیں جہاں ایسے معاملات طے ہوتے ہیں۔

—— بہت سے سنگین جرم جنہیں ڈاکوؤں سے منسوب کیا جاتا ہے اس قسم کی سازشوں کا نتیجہ ہُوا کرتے ہیں۔ یہ کام ہمیشہ روپے کی لالچ سے نہیں کئے جاتے۔ بلکہ کئی دفعہ اس سے حق رفاقت ادا کرنا بھی مقصود ہوتا ہے۔ دو ایک سال ہُوئے کہ ایک ادھیڑ عمر کے شریف دُکاندار کو راستہ میں خنجر سے ہلاک کیا گیا۔ پولیس اس جرم کی علت غائی معلوم نہ کرسکی۔ مگر بعد ازاں ایک نوجوان نے جسے پانچ سال قید بامشقت کی سزا ملی تھی۔ اپنے اقبال میں اس اسرار کو کھول دیا جس سے ظاہر ہُوا کہ مقتول نے ایک ہمسایہ عورت کی پولیس میں رپورٹ کی تھی۔ جس پر اُسے عدالت میں طلب کرکے جرمانہ کیا گیا۔ اس عورت کا بیٹا غنڈوں کی ایک جماعت کا سرغنہ تھا۔ اس نے یہ معاملہ اپنی جماعت میں پیش کیا۔ اور اس اجلاس سے دُکاندار کے خلاف سزائے موت کا حکم صادر ہُوا۔ کئی ہفتے گذر گئے۔ مگر بوڑھا کافی دیر تک مکان سے باہر نہ رہا۔ اور بدمعاشوں کو اپنے سرغنہ کے حکم کی تعمیل کا موقعہ نہ ملا۔ لیکن جُونہی اُن کا ہاتھ پڑا۔ اُنھوں نے قتل مفوضہ کا ارتکاب کر ڈالا۔

—— ویسٹ اینڈ کے فراخ شاہراہ کی طرف جانیوالی ایک چھوٹی سی بارونق گلی میں ایک دُکان ہے جہاں جائیز کاروبار تجارت کیا جاتا ہے۔ اس کے پیچھے ایک اور دُکان ہے جس کے اور سامنے والی دُکان کے درمیان ایک پارٹیشن لگا ہے جس میں خاص گاہک جاتے ہیں اور وہاں جو مال ہوتا ہے اُس میں سے حسب پسند چیزیں خریدنے کے لئے منتخب کرتے ہیں۔ اُس کے پیچھے دفتر کا کمرہ ہے۔ اس دُکان کا مالک لنڈن کی ایک بہت بڑی مجرمانہ انجمن کا سرگروہ ہے

اس پچھلی دُکان اور اندرُونی دفتر میں دورِ حاضرہ کے ازبس پُرہنر جعل بنائے گئے ہیں۔ اس جماعت کا ہر ممبر اپنے فن کا ماہر خصوصی ہے۔ ایک خوبرُو جوان نوکرانیوں کو جانتا ہے اور اُن کے ذریعہ اُن کے مالکوں کے حالات دریافت کرتا ہے۔ دُوسرا اکبیرڈ خانوں میں جاکر کلارکوں سے ارتباط پیدا کرتا ہے تیسرا بنک میں جاکر اپنا حساب کھولتا ہے اور چک بک لے آتا ہے۔ اس کے بعد کاریگر اپنے کام میں مشغُول ہوتے ہیں۔ ایک شخص چک میں بہت بڑی رقم درج کرتا ہے۔ دُوسرا جعلی دستخط کرتا ہے۔ اور تیسرا بنک بند ہونے کے وقت سے ذرا پہلے ہانپتا ہُوا داخل ہوتا ہے اور چک پیش کرتا ہے روپیہ وصُول کرکے وہ اپنے ایک ساتھی کے سپرد کرتا ہے جو باہر اُس کا منتظر ہوتا ہے اور فوراً ریل میں سوار ہوکر لنڈن سے باہر چلا جاتا ہے اسے اپنا حصّہ بذریعہ ڈاک پہنچ جائیگا۔ اور جب تک ہنگامہ برپا رہے گا۔ وہ فاصلہ ہی پر قیام رکھیگا۔ وہ شخص بھی بھاگ جائیگا جس نے بنک میں حساب کھولا تھا۔ اور تمام جمع وصُول کرچکا ہے۔ مگر وہ شخص جو نقب زنی۔ جعلسازی۔ فریب دہی اور زرستانی کی تجاویز کیلئے کھلے بندوں عمل میں لاتا ہے۔ شہر ہی میں دندنائیگا۔ اور بغیر کسی اندیشہ کے اپنے شریفانہ کاروبار میں مصرُوف رہیگا۔ پولیس کا اس کے متعلق خواہ کچھ ہی خیال ہو لیکن وہ شہادت گم کرنے میں ان سے زیادہ کایاں ہے وہ کسی ایسی چیز کا نشان تک نہیں رہنے دیتا جس سے اسکی جماعت پر حرف آسکے۔

—جعلی نوٹوں کی عالمگیر اشاعت (جس کے متعلق اس کام کے مہتمم نے بالآخر حوالات میں خودکشی کی) کا اہتمام ایک گنجان گلی کی ایک دُکان کے بالاخانہ پر ہوتا تھا۔ وہ لوگ جو ہزارہا جعلی نوٹ چلاتے تھے۔ روزِ روشن میں شہر کے اندر پولیس کے رُوبرُو اپنے پارسل لے جایا کرتے تھے۔ ایکدفعہ ایک دکان کے سامنے لوگوں کا جم غفیر جمع ہوگیا۔ اور ایک افسر پولیس کو اس آدمی کے جانے کے لئے راستہ بنانا پڑا جسکی جیب جعلی نوٹوں سے بھری ہُوئی تھی۔ یہ جماعت مدت مدید تک جعلی نوٹ چلاتی رہی۔ مگر ایک رازدار بگڑ گیا اور اُس نے پولیس کو خبر کردی۔ اس جماعت

کا سردار اگرچہ زیر حراست تھا۔ تو بھی اُس نے مخبر سے انتقام لینے کا تہیّہ کیا۔ اِس نے کسی نہ کسی طرح ایک عورت کو کچھ پیغام پہنچایا۔ عورت مذکور نے ایک کیک تیار کیا اور اس میں ایک پستول چھپایا۔ جو ایسے کپڑے میں لپٹا ہوا تھا جس پر چکنائی اثر نہیں کر سکتی۔ یہ کیک قیدی کو تھانہ میں دیا گیا۔ وہ پستول کو اپنے ہمراہ عدالت میں اِس ارادے سے لے گیا کہ مخبر کو ایک ہی فائر میں ٹھنڈا کر دے۔ لیکن اسے ارادے کی تکمیل کا موقعہ نہ ملا۔ اِس نے جب اسے لمبی میعاد کی قید بامشقت کا حکم سنایا گیا۔ تو اُس نے پستول اپنے ماتھے سے لگایا اور خودکشی کر لی۔ کِس طرح ایک زیر حراست قیدی کو ایک بھرا ہُوا پستول ملا۔ اور وہ اُسے عدالت میں لے گیا۔ مدّت تک ایک لاینحل اسرار رہا۔ میں نے یہ تمام حال اس کمرے میں کھڑے ہو کر سُنا۔ جہاں یہ کیک بنایا گیا تھا ؛

سٹیج پر اکثر بادشاہ اور بیگمات تاریخی ڈراموں میں۔ شہزادے اور شہزادیاں پنٹومائم (وہ ڈراما جو بلا استمداد الفاظ صرف حرکات سے ادا کیا جاتا ہے) اور سوسائیٹی کومیڈی میں کروڑ پتی اور بانکے میوزیکل کومیڈی میں ایکٹروں کے خواب کی تعبیر بنتے ہیں۔ گو اُنہیں حقیقت سے دوچار ہونیکا موقع نہیں ملتا۔ مگر نقل ہی سے دِل کی لگی بجھانے پر قناعت کرتے ہیں۔ اس ملک میں سٹیج اس وقت پُورے جوبن پر ہے۔ اور نوجوان مرد اور عورتوں کو مقناطیسی کشش سے اپنی طرف کھینچ رہا ہے۔

دُنیا جس کا اندازہ ظاہر بین آنکھ کی رہنمائی پر حصر رکھتا ہے۔ چند قسمت کے دھنی شخصوں کے عروج کو تھیئٹر کی زندگی کا نمونہ سمجھتی ہے اور ایکٹروں کے سفر حیات کے خفیہ اسراروں کا اسے ذرا بھی پتہ نہیں ہوتا۔ جو ہر قدم پر اُن کے سنگ راہ ہوتے ہیں۔

ایکٹروں کے بیش بہا مشاہروں کا ذِکر سنکر اسکے کان کھڑے ہوجاتے ہیں۔ یا مصوّر رسالوں میں اِن کی تصاویر دیکھ کر اسکی آنکھیں چندھیا جاتی ہیں۔ اور اس سے وہ فوراً یہ نتیجہ نکالتی ہے۔ کہ ہر لڑکی سٹیج کے تختوں پر کھڑے ہوکر کسی کروڑ پتی سے شادی کرنیکی حقدار ہوجاتی ہے اور یہ سمجھتی ہے کہ سفری کمپنیوں کے تمام ممبر رات دن رنگ رلیاں مناتے ہیں۔ اور مفت میں شہر شہر کی سیر کرتے ہیں۔

قواعد پریڈ کے میدان میں سپاہی کی زندگی کا علم نہیں ہوسکتا۔ اسکی کیفیت تو میدان جنگ میں معلوم ہوتی ہے۔ ہم ایکٹروں اور ایکٹرسوں کو قواعد پریڈ کے میدان میں محوِ خرام

دیکھتے ہیں اور ہم میں سے بہت کم کو انہیں معرکۂ کارزار میں دیکھنے کا موقع ملتا ہے۔ جہاں لوہار اور مصائب کا تعفن زندگی اور موت کی کشمکش کا مرقعہ پیش کرتا ہے۔ سٹیج کے خفیہ اسرار دُنیا کے سامنے نہیں کر سکتے۔ اگر میں جس نے اپنی زندگی کا بہترین حصّہ فرزندان سٹیج کی گرم جوش صحبت میں بسر کیا ہے۔ نقاب کا ذرا سا گوشہ اُٹھا دُوں۔ تو دُنیا پر ظاہر ہو جائے کہ وُہ جماعت کِس عزت اور احترام کی مستحق ہے جسکی زندگی سٹیج سے باہر شجاعت اور ایثار کی جان اور حیاتِ انسانی کا نظر افروز مرقع ہے۔

— ذرا اس ایجنٹ کے کمرے میں چلیئے اور ان لڑکوں اور لڑکیوں کی باتیں سُنئے۔ جو ہر روز نوکری کی تلاش میں اس کے پاس آتے ہیں۔ اِن کے چہروں سے کوئی رنج وملال ظاہر نہیں ہوتا۔ اِن کی خودداری ہر کسی کو اپنا دردِ دل کی داستان سُنانے کی اجازت نہیں دیتی ہے۔ نوجوان ایکٹرس مرتی مرجائیگی۔ مگر کسی کو نہ بتائیگی کہ کِس طرح اُس کے ارمانوں کا خُون ہو رہا ہے۔ اُن کی باتیں اکثر بے معنی اور بے سُود ہوتی ہیں۔ تھیٹر کی دُنیا میں ہر شخص شاداں وفرحاں نظر آتا ہے۔ اور جب چار بھی بج جاتے ہیں۔ اور اُس دن کی اُمید کا جنازہ نکل جاتا ہے۔ پھر بھی یہ لڑکے اور لڑکیاں گلیوں میں ہنستی کھیلتی خوش وخرّم نظر آتی ہیں اور جُدا ہونے کے وقت خندہ پیشانی سے ایک دُوسرے کو الوداع کہتی ہیں۔ لیکن سٹرینڈ (ایک بازار) سے گذرنے کے بعد اُن کے چہروں پر تغیّر عظیم رُونما ہوتا ہے اس لڑکی کی آنکھیں آنسوؤں سے لبریز ہو جاتی ہیں۔ جو ابھی ابھی ہنس رہی تھی۔ وُہ لڑکا جو اکڑتا ہُوا جا رہا تھا۔ سرنگوں ہو جاتا ہے اور اُس کا چہرہ مرجھا جاتا ہے۔ گھر میں بُوڑھی ماں اور ننھی ننھی بہنیں ہیں جن کا نان شبینہ اس ایکٹرس کی محنت پر منحصر ہے اور وُہ دو مہینوں سے بیکار ہے لیکن لازم ہے کہ وُہ اپنی وضعداری اور سفید پوشی کو نبھائے۔ یہ اُس کے پیشہ کے لوازمات سے ہے کہ اُس کا لباس اُجلا ہو۔ اور ہمیشہ خوش وخرّم نظر آئے شکست کا معترف ہونا اور پھٹے پُرانے چیتھڑے لٹکائے پھرنا گویا مزید مشکلات کو دعوتِ

دینا۔ اور اپنی آئندہ اُمیدوں کو پامال کرتا ہے یہ نوجوان ایکٹر عیالدار ہے گھر میں اسکے بیوی بچے ہیں۔ موسم گرما ختم ہو چکا ہے اور خزاں کا دور دورا ہے۔ بیچارا یہ سمجھنے سے قاصر ہے کہ یہ دن کیسے بسر ہوں گے۔ موسم بدل گیا مگر اُس کے دن نہ پھرے وہ ہنوز بیکار ہے۔ اگر وہ گانا جانتا تو اُسکی یہ گت نہ بنتی۔ وہ اسی طرح چار پیسے پیدا کر لیتا جیسے اور ایکٹر کہیں نہ کہیں گا بجا کر شکم پُری کا سامان کر لیتے ہیں۔ مگر وہ صرف ایک سرگرم اور قابل ایکٹر ہے۔ اور تلاش معاش میں در بدر مارا مارا پھر رہا ہے۔ اُمید کچھ مدت تک مصیبت زدہ نوجوانوں کا حوصلہ بڑھاتی رہے گی۔ وہ اس طوفان کے تھپیڑوں کو سہ گذریں گے ریہرسل (تعلیم) شروع ہو گی اور یہ بارِ گراں بہت حد تک ہلکا ہو جائیگا۔ لیکن ملازمت ملنے کے بعد ریہرسل کے دن بھی کم تکلیف دہ نہیں ہوتے۔ بہت سے ڈرامے چھ سات ہفتوں تک ریہرسل ہوتے رہتے ہیں۔ اور اس عرصہ میں کوئی تنخواہ نہیں ملتی۔ تھیٹر خواہ کتنے ہی فاصلہ پر کیوں نہ واقع ہو۔ ایکٹروں اور ایکٹرسوں کو وہاں تک پیدل جانا پڑتا ہے۔ کیونکہ وہ گاڑی کا کرایہ ادا کرنے کی توفیق نہیں رکھتے۔ میں ایک ایکٹر اور اُسکی بیوی کو جانتا ہوں جو بہت لمبی مسافت کے باعث آمدورفت کے لئے گاڑی کرایہ کرنے پر مجبور تھے۔ اور یہ کرایہ ادا کرنے کے لئے اُنہیں اشیاء خورد و نوش میں کفایت کرنا پڑتی تھی۔ لیکن دونو نہایت قابل اور ایماندار ایکٹر تھے۔ اس لئے اُنہیں اچھی اچھی ملازمتیں ملا کرتی تھیں۔ کبھی وہ بیکار ہو جاتے تھے۔ اور کبھی ملازم۔ اس طرح اُن کی زندگی کے دن بسر ہوتے رہے۔ مگر اُنہیں چین کا پہلو کبھی نصیب نہیں ہوا۔ لیکن اگر آپ تھس پس (یونان کا موجد فن ڈراما) کی اس بدقسمت اُمت سے ملیں تو وہ ہشاش بشاش دکھائی دیگی۔ اور اُن کے چہرے پر اُس فکر کا نشان تک نہیں ملیگا جو اندر ہی اندر اُسے کھائے جاتا ہے۔

—— برسوں ہوئے کہ اُس صبح کو مجھے ایک ڈرامانگار بھائی ملا جس دن ایک ایسے ایکٹر

کی خودکشی کی اطلاع لنڈن میں موصول ہوئی۔ جسکی ناموری کے جھنڈے گڑے تھے مجھے ازحد قلق ہوا اور میرے دوست نے اس ایکٹر کے متعلق یہ ترحم انگیز ذکر کیا کہ ایک سال ہوا یہ ایکٹر اسکے یہاں دعوت پر آیا۔ کھانے کا جزو اعظم روسٹ تھا اور مہمان نے دو دفعہ کھانا مانگنے کی یہ وجہ بیان کی کہ بہت لمبی سیر کرنے کے باعث اُسے بھوک معمول سے زیادہ لگی ہے۔ میزبان نے کوئی چیز دیکھنے کے لئے کھڑکی سے سر نکالا۔ لیکن وہاں ایک آئینہ لگا تھا جس میں مہمان کا پورا عکس پڑتا تھا۔ اس آئینہ میں میزبان نے دیکھا کہ فاقہ زدہ مہمان نے اپنی پلیٹ میں سے گوشت کا ایک ٹکڑا اُٹھا کر رومال میں باندھا۔ اور جیب میں رکھ لیا۔ یہ گوشت کا ٹکڑا وہ اپنی فاقہ کش بیوی کے لئے جا رہا تھا۔ ایک وقت تھا کہ اِن میاں بیوی کو پچاس پونڈ ہفتہ وار مشترکہ تنخواہ ملتی تھی۔ لیکن کوئی ایسی بات ہوئی کہ اُن کا اقبال ادبار سے بدل گیا۔ اور تین سال تک انہیں کہیں نوکری نہ ملی۔ گو فاقہ کشی تک نوبت پہنچ گئی۔ لیکن اُنھوں نے اپنی مصیبت کو کسی پر ظاہر نہ ہونے دیا۔ ایک کفایت شعار شخص چلا اُٹھے گا کہ پچاس پونڈ ہفتہ وار تنخواہ ہونے کے باوجود غربت کی اس انتہائی منزل پر پہونچ جانا حیرت انگیز ہے۔ بات یہ ہے کہ خوشحالی میں اخراجات بھی اتفاقاً ہوتے ہیں کہ سالم تنخواہ خرچ ہو جایا کرتی ہے اور خواہ آدمی کتنا ہی کفایت شعار کیوں نہ ہو اُسکی پس انداز کردہ رقم تین سال کی بیکاری کے لئے مکتفی نہیں ہو سکتی۔ اگر اِن ایام میں جب جوانی اور حسن کامل موجود ہوتا ہے۔ ایکٹر کی زندگی کے نشیب و فراز کا یہ عالم ہو تو یہ قیاس کرنا مشکل نہیں۔ کہ وہ جد و جہد کس قدر سخت ہو گی جب ایسے لوگوں کو بڑھاپے سے دوچار ہونا پڑے جنھوں نے اس وقت کے لئے کوئی سامان مہیا نہیں کیا۔ اپنی زندگی کے ایک حصہ میں روپیہ دولت اور شہرت سے مالا مال ہونا اور پھر غربت تنہائی اور کس مپرسی کا مزا چکھنا وہ تجربہ ہے جو غم کو اور بھی تلخ کر دیتا ہے۔ بہت سے ہر دلعزیز ایکٹر خاک میں ملے ہوئے دیکھے گئے ہیں۔ اور آخر موت نے اُن کی پردہ پوشی کی ہے۔

—— لیکن تھیٹر کا پیشہ فیاضی اور ہمدردی میں ممتاز ہے جب کسی کی مصیبت کی داستان

سُننے میں آتی ہے۔ تو یہ لوگ اُسکی امداد کے لئے دوڑ پڑتے ہیں۔ خُفیہ چندہ کرتے ہیں اس کے سفاد کے لئے تماشے کرتے ہیں۔ اور جس قدر ہمدردی اُن کے بس میں ہوتی ہے۔ اس سے دریغ نہیں کرتے۔ مگر ایسی مصیبتوں کا اظہار اتفاقاً ہوجائے تو ہوجائے۔ ورنہ یہ لوگ اپنی درد بھری داستان سے کسی کی سمع خراشی نہیں کرتے۔ ایک عورت پھٹے پُرانے کپڑے پہنے ایک ٹوٹی ہوئی ٹوپی سر پہ رکھے بغیر کنگی کئے ہُوئے بال کھولے ہمارے پاس سے گذر جاتی ہے اور کوئی آنکھ اُٹھاکر بھی اُسکی طرف نہیں دیکھتا۔ کوئی شخص یہ سوچنے کی زحمت گوارا نہیں کرتا۔ کہ آخر اس میں کیا راز ہے کہ ایک جوان خوبصورت عورت ایسے پھٹے حالوں ہے اور اگر کوئی دھیان کرتا بھی ہے تو یہی سمجھتا ہے کہ وہ کوئی خانہ بدوش آوارا گرد ہے لیکن اگر اُنہیں معلوم ہوجائے کہ دراصل وُہ عورت کون ہے۔ تو وُہ گھنٹوں اسے گھُورا کریں۔ کیونکہ اسکی تصویریں سالہا سال تک اخباروں میں چھپتی رہی ہیں۔ نقادوں نے اسکی تعریف میں صفحوں کے صفحے سیاہ کئے ہیں۔ اور بڑی بڑی کمپنیوں کے مینجروں نے اسکی خدمات حاصل کرنے کے لئے پانی کیطرح روپیہ خرچ کیا ہے۔ ایک دن شام کے وقت وُہ ایک پارک میں بیمار اور بیہوش پائی گئی۔ معلوم ہوتا تھا کہ گھڑی دو گھڑی کی مہمان ہے۔ رات بسر کرنے کے لئے وُہ رینگتی رینگتی ایک جھاڑی کے پاس سونے کے لئے پہونچی۔ وہاں اُسے کسی شخص نے دیکھا۔ جو ایک پولیس کانسٹبل کو بُلا لایا اور وُہ اُسے حوالات میں لے گیا۔ چند پُرانے کاغذوں سے جو اُس کے پاس سے برآمد ہوئے اسے شناخت کیا گیا۔ جب ایکٹروں کو یہ خبر پہنچی۔ کہ اُن کی جماعت کا ایک ایسا ممبر جسے وُہ ہمیشہ عزت اور محبت کی نگاہ سے دیکھتے رہے ہیں۔ اسوقت بے گھر اور بے زر بھوکوں مر رہا ہے تو اُنہوں نے مدد کے لئے اپیل کی۔ اس اپیل کے جواب میں نہایت دریا دلی دکھائی گئی اور ہر چیز جو ہمدردی خلوص اور بہترین علاج کے ذریعہ مہیا ہوسکتی ہے۔ بہم پہنچائی گئی لیکن اپنے وقت کی یہ مشہور ترین ایکٹرس صرف اس حد تک صحتیاب ہُوئی۔ کہ اسے اپنی زندگی کے بقیہ دن پاگل خانے میں بسر کرنا پڑے۔

——حیات انسانی کا حقیقی ڈراما جس میں ساکنانِ کرۂ ارض پارٹ کرتے ہیں تحریری ڈراموں سے زیادہ ہلا دینے والا اور حیرت انگیز ہوتا ہے۔ کیونکہ اس میں جذبات اصلی رنگ میں جلوہ گر ہوتے ہیں۔ سٹیج کے ڈرامے کہیں بڑھ چڑھ کر ندرت آفرین ہوں پھر تخیل کی تخلیق ہوتے ہیں مگر حادثات کے اسباب مخلوط اور اکثر مخلوط ہوتے ہیں۔ ایکدفعہ میرے پاس دو بہنیں آئیں۔ یہ نوعمر ایکٹرسیں تھیں جو ایک نئے ڈرامے میں حصّہ لینا چاہتی تھیں۔ جو میرے زیر اہتمام نکلنے والا تھا جب میں نے اُنہیں بتایا کہ تمام پارٹ تقسیم ہو چکے ہیں۔ تو وہ زیادہ دیر نہ ٹھیریں اور میرے کُتے کو چمکار کر ہنستی ہوئی چلی گئیں۔ چند دنوں کے بعد وہ اپنی قیام گاہ میں پہلو بہ پہلو بیٹھی ہوئی مُردہ پائی گئیں۔ اُنہوں نے اکٹھے مرنے کا عہد کر کے زہر کھالیا تھا۔ وہ حسین تھیں اور نوجوان دُنیا اور اُسکی تمام خوشیاں اُن کے سامنے تھیں۔ لیکن ابتدا ہی میں مشکلات نے اُنہیں ایسا دبوچا کہ اُن کی کمر ہمت ٹوٹ گئی۔

——ایامِ جوانی میں ایک مشہور مہتمم تفریحات سے میرے گہرے تعلقات تھے۔ وہ پہلے ایک قہوہ خانہ میں ملازم تھا۔ مگر اس میں قابلیت اور سلیقہ تھا اور تھوڑے عرصہ میں وہ ایک تھیئٹر اور باغ کا مالک بن گیا۔ اسکے علاوہ وہ ہوٹل اور ٹھیکہ داری کا کام بھی کرتا تھا۔ اقبال کے زمانہ میں وہ چھ سو پونڈ کی گاڑی میں ہوا خوری کے لئے نکلا کرتا تھا۔ بہت سالوں کے بعد جب اسکا ستارہ گردش میں آیا۔ اور اُسکا تھیئٹر اُجڑ گیا۔ تو کسی کو معلوم تک نہ ہوا کہ اسکا کیا حشر ہوا۔ ایکدن میں کشتی میں دریائے ٹیمز کی سیر کے لئے گیا۔ تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک ضعیف العمر شخص پوچھتا پھرتا ہے کہ کسی صاحب کو کچھ کھانے کے لئے تو درکار نہیں وہ میرے قریب سے گذرا تو اُس نے میری طرف غور سے دیکھا۔ جب وہ دو شخصوں کے لئے جو میرے قریب بیٹھے تھے۔ بیر کی ایک بوتل لیکر آیا۔ تو مینے اُسے شناخت کیا۔ وہ شخص جو ایکدن تھیئٹر کی دُنیا میں بادشاہ کا درجہ رکھتا تھا۔ اس وقت ایک کشتی کے خلاصی کے فرائض ادا کرتا تھا +

— لیکن تھیٹر کی زندگی ہمیشہ اندوہناک نہیں ہوا کرتی۔ اسکا روشن پہلو بہت شاندار ہے دس سال کا ذکر ہے کہ ایک نوجوان لڑکی ایکٹرس بننے کے لئے لنڈن میں آئی۔ راستے میں وہ ایک تھیٹریکل کمپنی میں شامل ہوگئی۔ اس کمپنی کا یہ دستور تھا کہ جب آمدنی ہوتی۔ تو منیجر روپیہ علی الحساب تقسیم کر دیا کرتا تھا۔ لیکن جب کوئی آمدنی نہ ہوتی۔ تو ایکٹر بھی خالی ہاتھ پھرا کرتے اس صورت میں قیام کے لئے کسی جگہ کا حاصل کرنا مشکل ہے۔ جب آپ کے پاس روپیہ نہ ہو اور آپ اس خوف سے اسباب جاتے جھجکیں کہ ایسا نہ ہو کہ اسباب کرایہ میں وضع کر لیا جائے تو بہت کم دروازے آپ کے لئے کھل سکتے ہیں۔ جب یہ لڑکی ایک قصبے میں پہونچ کر مکان حاصل کرنے میں ناکام رہی تو اس نے کھیت کے ایک چھپر کے نیچے پناہ لی۔ اور روتی روتی وہیں سوگئی جب وہ صبح کو بیدار ہوئی۔ تو بادل کی گرج اور بجلی کی چمک نے طوفان برپا کر رکھا تھا۔ وہ بے تحاشا بھاگی اور ایک نیکدل پولیس مین اُسے اپنی رحمدل بیوی کے پاس لے گیا جس نے شب باشی کا انتظام کر دیا۔

جب یہ کمپنی لنڈن کے قریب پہنچی تو اس نے اس تھیٹر سے کنارہ کشی کی اور لورپول سٹریٹ کا رُخ کیا۔ اسے وائٹ چیپل روڈ میں مکان مل گیا۔ اور اس نے کتب خانے کی ایک اخبار میں یہ اشتہار پڑھا کہ رورکوٹ تھیٹر میں چند ایکٹرسوں کی ضرورت ہے وہ پاپیادہ وہاں تک گئی۔ لیکن منیجر نہ ملا۔ مایوس ہو کر لوٹی۔ تو ہائیڈ پارک میں ایک بنچ پر دم لینے کے لئے بیٹھ گئی اُس وقت وہاں بڑا ہجوم گھٹا تھا۔ پارک میں گاڑیاں کثرت سے تھیں اور خوش پوش لوگوں کا اسقدر ہجوم تھا۔ کہ پارک اچھا خاصہ شہر معلوم ہوتا تھا۔ نوجوان تہیدست ایکٹرس جس کا مستقبل اسکے لئے سوہان رُوح ہو رہا تھا۔ لنڈن کی اس اوباش زندگی کا نظارہ دیکھ کر حیران ہو رہی تھی اس کا مایوس دل اس تمام نظارہ کو نفرت کی نگاہ سے دیکھ رہا تھا۔

اس واقعہ کو دس سال گذر گئے اور آج ہم پھر ہائیڈ پارک کی گہما گہمی کا نظارہ دیکھ رہے ہیں۔ ایک پُرتکلف وکٹوریا میں ایک خاتون بیٹھی ہے اس کے لباس اور زیورات پر آنکھ نہیں

ٹھیرتی ہے۔ کبھی مسکراتی ہے کبھی سر کے اشارے سے کسی کا سلام قبول کرتی ہے آسایش مسرت اور کامیابی کی اس سے زیادہ خوبصورت تصویر کی تلاش عبث ہے۔ آپنے پہچانا یہ وہی ایکٹرس ہے۔ جو ایکدن اسی پارک میں گاڑی کے کرایہ کے لئے جھینک رہی تھی۔

ــــ ۱۴ سال کا واقعہ ہے کہ ایک ۱۸ سالہ کمزور۔ زرد رو لڑکی سرما میں گرما کے کپڑے پہنے تھکی ماندی گھر میں آئی۔ اُسکا باپ ایکٹر تھا جسے مرے ہوئے چھ ماہ ہوئے تھے۔ اس نے جو کچھ پیچھے چھوڑا اُس سے بمشکل قرضخواہوں کا بھرنا بھر گیا۔ بیوہ اور اُسکی یتیم لڑکی کا حال تباہ ہو گیا وہ گھر کا کام دھندا کرتی اور لڑکی سٹیج کی ملازمت کی تلاش میں سرگردان رہتی۔ آخر خدا خدا کرکے روزگار کی صورت بنی۔ مگر قسمت دیکھئے کہ ماں چارپائی پر پڑ گئی ــــ تھوڑے دنوں بعد ملازمت بھی ہاتھ سے جاتی رہی۔ اور چھ ہفتہ کا کرایہ سر پر چڑھ گیا۔ مالک مکان چند روز اور صبر کریگا۔ مگر ــــ لڑکی سیدھی ماں کے کمرے میں گئی۔ اور بیمار عورت کی چارپائی کے پاس ایک کرسی پر بیٹھ گئی اور چلائی۔ "اماں کوئی صورت نہیں بنی اب کیا ہوگا"

آج ایک شاہانہ مکان۔ امیرانہ مضافات میں آسمان سے باتیں کر رہا ہے جس کے اردگرد ایک پُربہار باغ ہے۔ پارک کا دروازہ کھلتا ہے اور ایک گاڑی باہر آتی ہے اُسے دیکھ کر زن و مرد سڑک پر دورویہ کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور ہدیہ اطاعت اور شکرگذاری پیش کرتے ہیں جس دن سے وہ سٹیج کو چھوڑ کر اس محل میں آئی ہے اس نے لوگوں کو اپنے احسان و کرم سے درم ناخریدہ غلام بنالیا ہے۔ اسکے پہلو میں جو ادھیڑ عمر کی عورت بیٹھی ہے۔ یہ اسکی ماں ہے وہ اپنے خاوند کے استقبال کے لئے سٹیشن کو جارہی ہے جو ہوس آف لارڈ کے ایک مباحثہ میں حصہ لینے کے لئے لنڈن گیا تھا۔

اس سے پہلے ہم نے اس مخیر خاتون اور اُسکی ماں کو کرایہ کے مکان میں دیکھا تھا اور یہی لڑکی بے گھر ہو جانے کے اندیشہ سے اپنی ماں سے کہہ رہی تھی۔ "اب کیا ہوگا"

باب ہفتم
قتل گاہ

لنڈن میں ایسی سڑکیں چوک اور گلیاں بکثرت ہیں جن کے نام از سرِ نو رکھے گئے ہیں۔ تا کہ ان ہولناک واقعات کی یاد تازہ نہ ہو جو وہاں ظہور میں آئے۔ بعض دفعہ جب نیا نام رکھنا دقت طلب ہوتا ہے تو مکانوں کے نمبر تبدیل کئے جاتے ہیں۔ لیکن بعض میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی اور وہ ویسے کے ویسے رہتے ہیں۔ اہل لنڈن اُن کے قریب سے ہر روز گذرتے ہیں۔ اور ان واقعات کی پروا تک نہیں کرتے ـــــ آج موسم بہار کا روشن دن ہے اور اس قابل ہے کہ لنڈن کے اُن مکانوں کی سیر کی جائے جہاں قتل کی وارداتیں ہوئیں اور تا ابندم اُن کا کچھ پتہ نہ چلا۔ ہم ایک پُرسکون چوک میں پہنچتے ہیں جس کے چاروں طرف رنگ برنگ کی عمارتیں ہیں۔ ان سے فارغ اُلبالی اور خوشحالی کی ہوا آتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ یہ دولتمندوں کے محل ہیں۔ کھڑکیوں پر خوبصورت پردے پڑے ہیں۔ سیڑھیاں نہایت صاف سُتھری ہیں اور کھڑکیوں میں گلدستے رکھے ہیں۔ اس مکان کو ذرا غور سے ملاحظہ فرمایئے جسکی کھڑکیاں فیروزی رنگ کی ہیں۔ کھانے کے کمرے میں ایک کینری اپنے سُنہری پنجرے میں چہچہا رہا ہے۔ ہمارے دیکھتے دیکھتے دروازہ کھلتا ہے اور ایک دایہ ایک بچے کو بچہ گاڑی میں لے کر نکلتی ہے اسکے بعد دو چھوٹی لڑکیاں صاف ستھرا لباس پہنے باہر آتی ہیں۔ دروازے میں سے اُن کی ماں محبت بھری نگاہوں سے اپنے بچوں کو سیر کے لئے جاتے دیکھ رہی ہے۔ یہ برطانوی زندگی کی مُنہ بولتی تصویر ہے لیکن چند سال ہوئے اسی کمرے میں جہاں کینری محو نغمہ سرائی ہے۔ ایک صندوق رسوں سے بندھا چھکڑے پر لادنے کے لئے تیار پڑا تھا۔ اسی جگہ سے کوئی پانچ منٹ کے راستہ پہ ایک اور

چھوٹا سا چوک ہے اسکے سرے پر جو مکان ہے اُسکی کھڑکی میں ایک قبول صورت لڑکی گلابی لباس پہنے کھڑی ہے وُہ ایک سہیلی سے باتیں کر رہی ہے - جو پڑوس کے مکان سے آئی ہے یکایک ایک معصوم زنانہ قہقہہ فضا میں گونجتا ہے اور لڑکیاں بطور الوداع ہاتھ ملا کر جدا ہو جاتی ہیں گلابی پوش لڑکی ایک کمرے میں واپس چلی جاتی ہے اور جب ہم وہاں پہونچتے ہیں - تو تھیٹر کا ایک نیا گیت پیانو کے پردوں سے نکلکر ہمارا استقبال کرتا ہے - لیکن کسی زمانہ میں یہ مکانات ایک بوڑھے پادری کی ملک تھے ایک خالی تھا - وہی جس میں اسوقت پیانو بج رہا ہے - اور ایک مزدور اسکی مرمت کرتا تھا کہ وُہ کرایہ کے قابل ہو جائے - بوڑھا پادری ایکدن مدد کا معائنہ کرنے گیا اور اُسدن کے بعد کسی نے اسے نہیں دیکھا اسکی بوڑھی خادمہ نے بہت انتظار کیا اور جب خلاف معمول کھانے کا وقت بھی گذر گیا - تو وُہ گھبرا کر باہر نکل آئی - لیکن بجائے اس کے مالک کے مزدور آیا - اور مدت تک خادمہ بھی مفقود الخبر رہی - اس واقعہ کے چند روز بعد اس مکان کے دروازہ پر ایک چھکڑا آ کھڑا ہوا - ایک مزدور نے چھکڑا والے سے کہا کہ وُہ اس مکان کا محافظ ہے اور اُس کو ایک صندوق بھیجنا ہے - چھکڑے والے نے باہر لانے کے لئے صندوق اُٹھایا اور اُس کا لباس خون سے تر ہو گیا - اُس نے چلا کر کہا "یہ کیا ماجرا ہے" مزدور بھاگا اور چھکڑے والے نے اُسکا تعاقب کیا - مزدور کو جو جلدی سے زہر کی ایک پڑیا نگل گیا تھا ایک پولیس والے نے گرفتار کر لیا - پولیس والے اسی مکان کی طرف گئے اور انہوں نے اس صندوق کو کھولا - اس میں خادمہ کی نعش تھی - رسی سے گلا گھونٹ کر اسے ہلاک کیا گیا تھا - جو ہنوز اسکی گردن کے گرد لپٹی ہوئی تھی - رسی اسقدر کس کر باندھی گئی تھی کہ مقتول کا خون منہ سے بہ نکلا قاتل نے اسبات کا خیال نہ کیا اور اسطرح یہ راز طشت ازبام ہوا - جب اُس مکان میں تلاش کی گئی جو دوسرے چوک میں واقعہ تھا تو پادری کی لاش برآمد ہوئی - یہ ہے ان مکانون کی کہانی جن میں سے ایک میں ابھی ہم نے ایک دوشیزہ کو اپنی سہیلی سے محوِ تکلم پایا ہے - اور دوسرے میں ایک ماں کو دروازے میں کھڑا دیکھا ہے وُہ کیا جانے کہ جس کمرے میں اسکے بچے کھیلتے ہیں وُہ ایک قتل گاہ ہے

---- اب لنڈن کا ایک مشہور شاہراہ ہمارے سامنے ہے ان خوبصورت مکانوں کی کھڑکیاں ہائیڈ پارک کی طرف کھلتی ہیں۔ اور اسکا نگاہ افروز سبزہ زار ہمیشہ پیش نظر رہتا ہے بعض مکانات محلات کی طرح وسیع اور بلند ہیں۔ اور بعض اسقدر کشادہ تو نہیں مگر حسن تعمیر نے قلیل زمین میں تمام ضروریات بہم پہنچا کر ایک شان پیدا کر رکھی ہے وہ مکان جسکی طرف میں آپ کی توجہ منعطف کرنا چاہتا ہوں آخر الذکر قسم سے تعلق رکھتا ہے۔ لیکن اب وہ دوبارہ تعمیر ہوا ہے اور اسے وسیع کیا گیا ہے۔ چند سال ہوئے اسے ایک ایکٹرس اور اسکی ماں نے کرایہ پر لیا تھا۔ نوجوان خاتون ہفتہ کے روز چند اقربا کے ہاں گئی اور اس کو دوشنبہ کو واپس آنا تھا۔ دوشنبہ کی شام کو جب وہ واپس آئی۔ تو کیا دیکھتی ہے کہ دروازہ اندر سے بند ہے اس نے اور اسکی خادمہ نے بہت زنجیر ہلائی۔ مگر صدا ئے برنخاست۔ وہ اپنی ماں اور ایک غیر ملک کی باورچن کو گھر چھوڑ آئی تھی۔

آخر کار جب مکان میں داخل ہوئے تو خاتون نے دیوانہ وار اپنی ماں کی تلاش شروع کی۔ جو مکان کے نچلے حصہ میں مردہ پائی گئی۔ اس کے گلے میں رسی باندھکر اسباب کی کوٹھڑی تک گھسیٹ کرلے جایا گیا تھا۔ روپیہ زیورات اور باورچن گم تھے۔ تھوڑے عرصہ کے بعد قاتلہ پیرس میں گرفتار ہو کر لنڈن میں آئی۔ اسپر مقدمہ چلا اور سزائے موت ملی۔

اسوقت جو ہم اسی مکان کو کھڑے دیکھ رہے ہیں۔ تو اسپر پرانا نمبر ہنوز قایم ہے لیکن اسکی ہیبتناک تاریخ کا کوئی نشان اس پر پایا نہیں جاتا۔ اور کوئی نہیں کہہ سکتا کہ اس مکان میں ایک عورت قتل ہوئی تھی۔ اور اس چار دیواری کے اندر ایک قاتلہ رہا کرتی تھی۔ اس دن دروازے پر ایک برقی گاڑی کھڑی ہے۔ ایک خاتون نہایت قیمتی لباس پہنے نکلتی ہے اور اس میں سوار ہوتی ہے خادم ایک کتا لا کر اس کے پہلو میں رکھدیتا ہے یہ خوبصورت کتا اور یہ پرشکوہ خاتون اس مکان کے مکین ہیں۔ جو چند سال ہوئے کہ ایک قاتلہ اور مقتولہ کا مسکن تھا۔

ہوٹلوں اور بورڈنگ ہوسوں کے سے گھرے ہوئے چوک میں ایک مکان ہے جس میں کاروبار

تجارت ہوتا ہے لیکن ایک حصہ میں کوئی شخص آباد ہے جس کے نوکر چاکر اِدھر اُدھر آتے جاتے رہتے ہیں۔ دن بھر اپنے جانیوالوں کا تانتا بندھا رہتا ہے اور کسی کو اس میں توجہ کش چیز دکھائی نہیں دیتی۔ مالک اور نوکر بلا تردد اس میں چلتے پھرتے ہیں اور کبھی بھول کر بھی اس روح فرسا واقعہ کو یاد نہیں کرتے جس سے یہ مکان ابتک متزلزل ہے۔ ایک نوکر ہر روز کوئلے رکھنے کے کمرے میں جاتا ہے لیکن اسے کیا معلوم کہ اس کمرے میں ایک بوڑھی عورت کی لاش مہینوں کوئلوں کے ڈھیر کے نیچے پڑی رہی۔ اس قتل کی علت میں بہت سی گرفتاریاں ہوئیں مگر کوئی مجرم ثابت نہ ہوا۔ یہ جرم آج لنڈن کے اسراروں میں شمار ہوتا ہے۔ میں اس عورت کو اس کے مرنے سے قبل سالوں سے جانتا تھا۔ اور ایک زمانہ میں تو وہ مجھے ہر روز ملا کرتی تھی۔

— بہت مدت کی بات نہیں کہ رات خاصی ہو گئی تھی۔ جب میں اگذر لنڈن کے جنوب مشرق کے ایک تنگ و تاریک محلہ میں ہوا۔ میں ایسی گلیوں اور کوچوں سے گذر رہا تھا۔ جہاں حکام کی دور بین نگاہیں عاجز ہو جاتی ہیں۔ اور جہاں رات کو بیدھڑک نکلنا حفاظت خود اختیاری کی طاقت کا زبردست امتحان ہے اندھیرے میں مشتبہ شکلیں اِدھر اُدھر منڈلاتی معلوم ہوتی ہیں اور کبھی کبھی فاصلہ سے لڑائی اور ہنگامے کی آوازیں کانوں تک پہنچتی ہیں۔ اسوقت گھٹا ٹوپ اندھیرا چھایا تھا۔ اور ہاتھ کو ہاتھ سوجھائی نہیں دیتا تھا۔ شکستہ اور بوسیدہ مکانوں سے جو ان گلیوں کے اندھیرے کو چار چاند لگا دیتے تھے۔ کبھی کبھی کسی ٹوٹے پھوٹے دیئے کی مدہم سی روشنی نمودار ہوتی تھی۔ ورنہ مجموعی طور پر مکانات مصنوعی روشنی کے ساز و سامان سے بے نیاز تھے۔ بیشمار چھوٹی چھوٹی گلیاں آپس میں کچھ اس طرح گتھ گئی تھیں۔ کہ یہ جال اچھی خاصی بھول بھلیاں بن گیا تھا۔ جب میں اس اندھیرے میں کہیں ایک ایسی دیوار کے پاس پہونچا جسے کاٹ کر رہ گذر بنایا گیا تھا۔ تو مجھے معلوم ہوا کہ یہاں سے گلیوں کا ایک دوسرا گورکھ دھندا شروع ہو جاتا ہے۔ میں یہاں سے لوٹا اور ٹاکا ٹوئیاں مارتا ہوا ایک ایسی گلی میں پہنچا۔ جہاں کچھ روشنی تھی اور میں معلوم کر سکتا تھا۔ کہ میرے گرد و پیش اسوقت کون لوگ چل پھر رہے ہیں۔

جس گلی میں میں پہنچا۔ گو کافی تاریک تھی مگر اس میں ایک دو چھوٹی دکانیں تھیں۔ ایک میں تلی ہوئی مچھلی اور دوسری میں تیل نمک وغیرہ فروخت ہوتے تھے۔ اس میں سے ایک دکان گلی کی نکڑ پر تھی سامنے دروازہ کے علاوہ اس کے عقب میں ایک اور سیاہ لکڑی کا دروازہ تھا چند سالوں کی بات ہے کہ اس دروازے سے ایک شخص دو بوریاں لیکر نکلا۔ ان بوریوں کو وہ ایک چھکڑے پر لاد کر روانہ ہوگیا۔ اور مضافات میں ایک اور خالی مکان میں جا پہنچا۔ جو اس نے لے رکھا تھا۔ اسی رات کو اس نے باغ میں ایک گڑھا کھودا۔ بوریاں اسمیں ڈالیں اور گڑھے کو مٹی سے پاٹ کر سطح زمین کے ہموار کر دیا۔ ان بوریوں میں ایک مرد ایک عورت اور بچے کی لاشیں تھیں۔

جب میں اسجگہ پہنچا۔ تو رات آدھی سے زیادہ گذر چکی تھی۔ لیکن یہ دکان ہنوز کھلی تھی۔ کوئی گاہک نہ تھے۔ اور دکان کا اندرونی کمرہ صاف نظر آتا تھا۔ جہاں ایک ضعیف العمر شخص آگ کے قریب بیٹھا تمباکو پی رہا تھا۔ مذکورہ بالا قتل کے بعد اس دکان کے دو شخص مالک تھے۔ چند دیہاتیوں نے جو اسکی تاریخ سے ناواقف تھے۔ اسے کرایہ پر لیا۔ لیکن جب انہیں ان ہولناک واقعات کا علم ہوا۔ تو وہ بھاگ گئے۔ اس بڈھے کو دیکھ کر مجھے یونہی خیال آیا۔ کہ آیا یہ ان واقعات سے باخبر ہے۔ وہ چٹھیاں آج تک میرے پاس ہیں۔ جو قاتل نے بچے کی ماں کو اس دکان کی قتل گاہ سے لکھیں۔ املا اور انشاء سے محرر کی شائستگی آشکار ہے اور تعجب ہوتا ہے کہ اس نے ایک خفیف سی رقم کے لئے اپنے ہاتھ خون سے لال کئے۔ قتل کے بعد وہ تمام رات مقتول کے پاس رہا۔ اور وہ جب نعشوں کو ٹھکانے لگا چکا۔ تو اس قسم کی مشق ستم کے لئے کہیں چلا گیا۔ اس کا ارادہ تھا کہ وہ ایک شخص کو قتل کرنے کی غرض سے اپنے گھر لوا لائے پھر اسکی دکان پر جا کر اسکی بیوی کو جو اکیلی تھی ہلاک کرے اور دکان پر قابض ہو جائے بعینہ اسی طرح جیسے اس نے یہ دکان حاصل کی ہے جب کبھی میں رات کے وقت اس دکان کو دیکھتا ہوں۔ تو یہ تمام سمان میری آنکھوں کے آگے پھر جاتا ہے اور میں اس شخص کو بیٹھا قتل کا منصوبہ

باندھتے دیکھتا ہوں جو صبح کو بوریاں باندھکر لے گیا۔ اور بالآخر پھانسی چڑھا۔
کنٹش ٹون کی ایک سنسان گلی میں ایک چھوٹا سا مکان دیگر مکانات سے علیحدہ کھڑا ہے
اس کے سامنے باغیچہ ہے اور کھڑکیوں میں گملے رکھے ہیں جن سے بیلیں لٹک کر زمین پر آ رہی ہیں
ایک کھڑکی سے پردہ اٹھتا ہے۔ اور ایک نوجوان عورت سر نکال کر آسمان کی طرف دیکھتی
ہے۔ غالباً وہ موسم کا اندازہ لگانا چاہتی ہے کہ آیا اسکے سیر کے وقت تک مطلع صاف ہوجائیگا
دو چھوٹے چھوٹے بچے باہر آکر دہلیز پر بیٹھ جاتے ہیں۔ ایک باجہ کو منہ سے لگا کر بجاتا ہے۔ اور
دوسرا ناقدانہ انداز سے کان لگا کر سنتا ہے۔ ایک سیاہ بلی کودتی پھاندتی آتی ہے اور گھاس
کے مخملی فرش پر بیٹھ کر نہائت اطمینان سے اپنے لعاب دہن اور پنجوں سے منہ دھونے اور
سنگار کرنے میں مصروف ہوجاتی ہے اگر میں کہوں کہ یہ نظارہ غم والم سے ملوث نہیں تو بیجا نہ
ہوگا۔ مگر کم از کم اس گرد و نواح میں اس گلی میں اسی مکان میں کوئی نہ کوئی چیز ضرور ہے جو پُر اسرار
ہے اور ہم کسی ایسے دہشتناک واردات کے مقامات دیکھ رہے ہیں جو مدت تک راز مستعد ہونی رہی
اس مکان کے ایک کمرے میں ایک عورت نے سرشام ایک عورت اور اس کے بچے کو ہلاک کیا
ان زینوں کے نیچے جن پر سر دو بچے کھیل رہے ہیں۔ اس قتل کے چند گھنٹے بعد قاتلہ ایک بچوں کی
گاڑی چلاتی ہوئی نکلی جس پہ کپڑا پڑا تھا۔ اس کپڑے کے نیچے اس کے مقتولوں کی نعشیں
ہیں۔ گاڑی بوجھ نہ سہار سکی اور ایک جگہ جہاں کوئی مکان بن رہا تھا۔ ٹوٹ گئی۔ عورت نے
ایک لاش اس نئی عمارت کے پیچھے اور دوسری کچھ فاصلہ پر ڈالدی۔ اس نے ٹوٹی ہوئی
گاڑی کو کچھ دیر گھمایا۔ اور پھر اس میں لمبی تان کر سو رہی۔ دوسرے دن مقتولہ کی نعش برآمد
ہونے پر تمام لنڈن میں تہلکہ مچ گیا۔ ہنوز بچے کی نعش دستیاب نہ ہوئی تھی۔ کہ متوفیہ کی نعش
مردہ خانہ میں شناخت کے واسطے رکھی گئی۔ دو نوجوان عورتیں اسے دیکھنے کے لئے آئیں
ان میں سے ایک نے جو مقتولہ کی بہن تھی۔ نعش کو شناخت کیا۔ اسکی ہمراہی نے کہا کہ اسے
مغالطہ ہوا ہے۔ ایک اہلکار پولیس پاس کھڑا تھا۔ اسے دوسری عورت کے طرز عمل پر

کچھ شبہ ہوا اس نے عورت مذکور کا پتہ دریافت کرکے چند سپاہیوں کو خانہ تلاشی کے لئے وہاں بھیجا۔ ایک کمرے کی حالت سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہاں کوئی خوفناک فعل ہوا ہے۔ یہی عورت قاتلہ قرار پاکر پھانسی پر لٹکائی گئی۔ مقدمہ کے دوران میں اس قتل کی غرض ظاہر نہ ہوئی۔ لوگ اسے خلل دماغ اور رقابت پر محمول کرتے تھے۔ تحقیقات پر ظاہر ہوا کہ وقوعہ کی رات کو مقتولہ کا خاوند قاتلہ سے ملاقات کے لئے اسکے گھر آیا۔ اُسوقت تک اسے اپنے گھر کی حالت کا کچھ علم نہ تھا۔ اسے معلوم ہوا کہ عورت مذکور کہیں باہر گئی ہے اس نے پنسل سے کاغذ پر کچھ لکھا اور باورچی خانہ کی میز پر چھوڑ گیا۔ اس تحریر کا ایک جزو یہ الفاظ ہے "افسوس آپ موجود نہیں تھے" چند دنوں کے بعد اسے معلوم ہوا کہ وہ عورت کیوں حسب وعدہ اس کا انتظار کرنے کی بجائے باہر گئی تھی۔ آج جب میں اس چھوٹے سے افسردگی انگیز مکان کو دیکھتا ہوں تو اس پرنفرت قتل کے تمام تفصیلات کی یاد تازہ ہو جاتی ہے اگر اس باجہ نواز بچے کو بچوں کی گاڑی کی کہانی معلوم ہو جائے جو انہیں سیڑھیوں سے گذرنی تھی جس پر وہ بیٹھا ہے۔ تو باجہ واجہ چھوڑ کر بھاگ جائے۔

ڈاؤن ہام سٹریٹ میں ایک مکان ہے جسے دیکھ کر وہ دن یاد آتے ہیں۔ جب ان پرانے عالیشان مکانوں میں بڑے بڑے ذی رتبہ اصحاب رہا کرتے تھے۔ اب یہ مکانات دکانوں یا دفتروں کے کام آرہے ہیں۔ ان میں سے ایک مکان کی کھڑکی سے ایک بورڈ لٹک رہا ہے جس پر "چند کمرے کرایہ کے لئے خالی ہیں" لکھا ہے۔ یہ خالی کمرے کھانے کے کمرے کی چھت پر ہیں دو سال ہوئے یہ دو کمرے کرایہ پر چڑھ گئے تھے۔ اور ان میں ایک جرمن خاتون ٹھیری تھی۔ وہ قریباً ۱۰ بجے صبح ایک چھکڑے میں اپنا سامان لے کر آئی۔ چھکڑے والے با احتیاط تمام اسباب اُتار کر اندر لے گئے۔ لیکن انہیں ایک بڑے ٹرنک نے بہت تکلیف دی اور پچھلے کمرے میں پہنچانے کے لئے مزید آدمیوں سے مدد لینی پڑی۔ ایسے وزنی ٹرنکوں کا لنڈن کے اسٹروں میں بہت بڑا حصہ ہوتا ہے۔ جب ٹرنک مکان کے اندر پہنچ گیا۔ تو ایک چھریرے بدن کا لمبا سا نوجوان سڑک پر ٹہلتا ہوا آیا اور مکان میں آکر اس نے ٹوپی اتار کر جرمن خاتون کو سلام کیا۔

خاتون نے سر کے اشارہ سے سلام قبول کیا۔ یہ نوجوان اسکاٹ لینڈ یارڈ کا ملاقاتی تھا۔ خاتون نے اسکی کئی دفعہ خدمت کی تھی۔ اور اسے ایسی ایسی اطلاعیں بہم پہنچائی تھیں جن کے باعث وہ حیرت انگیز چوریاں نکالنے پر قادر ہوا۔ کیونکہ اس خاتون کا پولیس کے ساتھ بہت ربط ضبط تھا

سراغرسان۔ تو آپ سٹریٹ سے یہاں چلی آئی ہیں۔

خاتون ۔ ہاں آج صبح ہی تو نقل مکان کیا ہے۔

سراغرسان۔ میں ابھی سٹریٹ سے آرہا ہوں۔ آپ کے مکان میں کیا ہوا تھا۔ ایک دیوار پر خون کے چھاپے لگے ہیں۔

خاتون اچھا؟ تو ہوں گے۔ کبھی کے۔ اسباب کے پیچھے آگئے ہوں گے۔ میں نے کبھی نہیں دیکھے

سراغرسان ۔ہاں ایسا ہو جاتا ہے تو اس مکان میں کچھ دن ٹھیرنے کا ارادہ ہے نہ

خاتون ۔خیال تو یہی ہے۔

سراغرسان ۔تو پھر آپ نے اس بڑے ٹرنک پر "بنام سٹیشن ماسٹر برلن طلب کیا جائے گا" کیوں لکھ رکھا ہے۔

خاتون ۔میں کچھ غیر ضروری چیزیں وہاں بھیج رہی ہوں۔

سراغرسان ۔ذرا میں بھی تو دیکھوں اس میں کیا ڈال رکھا ہے۔ آپنے .....

سراغرسان باہر گیا۔ اور ایک چاقو لا کر اس نے ٹرنک کے تمام بندھن کاٹ ڈالے۔ قفل کو توڑتا تھا کہ اوپر کا تختہ خود بخود اُٹھ گیا۔ اور ایک بھاری بھرکم نعش دکھائی دی۔ اسکا کاسہ سر کلہاڑی سے کچلا گیا تھا۔ شہادت نے خاتون کو پھانسی سے تو بچا دیا۔ مگر پولیس خاتون کی قیمتی اطلاعوں سے ۱۲ برس کے لئے محروم ہو گئی۔ ہم نے وہ مکان تو دیکھ لیا۔ جہاں خاتون کا راز فاش ہوا۔ آیئے اب لگے ہاتھوں اس مکان کی سیر بھی کرتے چلیں۔ جہاں اس جرم کا ارتکاب ہوا تھا۔ بہت کم فاصلہ ہے۔ لیجئے اس گلی میں بھی پہونچ گئے۔ جہاں یہ مکان واقعہ ہے۔ نیز زیادہ تر ممالک غیر کے لوگ دیکھنے میں آتے ہیں۔ دروازہ پر بورڈ بھی اجنبیوں کے ہیں۔ یہ

خاتون کا مکان ہے اس کے نچلے حصہ میں وہ رہا کرتی تھی۔ اسوقت کرایہ کے لئے خالی ہے خاتون کے جانے کے بعد اس میں بیسیوں اشخاص آکر ٹھیرے اور چلے گئے۔ جس میں سے بعض اسی کمرہ میں سویا کرتے تھے۔ جہاں ایک بھاری بھر کم شخص ٹھکانے لگایا گیا تھا۔ اور اُسکی نعش برلن کے سٹیشن ماسٹر کو روانہ کرنے کے لئے ٹرنک میں بند کی گئی تھی۔ بہت کم رہنے والوں کو اس کمرے کی داستان معلوم ہوگی۔

ایسی وارداتیں اکثر ہوتی ہیں۔ اور بھول جاتی ہیں۔ لیکن یہ قتل گاہیں ویسی کی ویسی کھڑی ہیں۔ اور ان میں آئے دن نئے لوگ آکر قیام کرتے ہیں ؎

آزاد دیوانے

اگر کل ہم اخبار میں پڑھیں کہ کسی بڑے پاگل خانے کے تمام پاگل بھاگ نکلے اور ابھی تک آزاد پھر رہے ہیں۔ تو لنڈن میں ہلچل مچ جائے اور عالمگیر خطرے کا احساس سب کو بیکل کر دے۔ کیونکہ اِن عظیم الشان پاگل خانوں میں ایسے شخص بھی ہوتے ہیں جن کا دیوانہ پن خون آشامی کی حد تک نہ پہنچا ہو۔ پھر بھی امن عامہ کے لئے خطرناک ہوتا ہے۔ مگر باوجود اسکے لنڈن میں ہر روز دیوانوں کی اسقدر تعداد کھلے بندوں پھرا کرتی ہے جو دو وسیع پاگل خانوں کو پُر کرنے کے لئے کافی ہو۔ اور اِن میں سے اکثر کسی کی جان پر حملہ کرنے سے دریغ نہیں کرتے۔ شاید ہی کوئی ہفتہ خالی جاتا ہے کہ اخباروں میں یہ نہیں پڑھا جاتا۔ کہ ایک ایسی عورت نے کوئی سنگین جرم نہ کیا ہو۔ جو کسی پاگل خانہ سے بھاگی یا جس کے خاندان میں یہ بیماری چلی آتی ہو۔ لیکن جرم کے ارتکاب سے پہلے ایسے بدقسمت شخص اپنے ہم جنسوں میں آزادانہ طور پر چلتے پھرتے تھے۔ اور اِس تمام عرصہ میں وہ جرم کا تہیہ کر رہے تھے۔ اور کسی کی جان لینے کے لئے موقعے کے منتظر تھے۔

ایسٹ اینڈ کا وہ سلسلہ جرائم جس نے مہذب دُنیا کے رُوئیں کھڑے کر دئے تھے ایک ایسے خُونی دیوانے کے ہاتھوں سرزد ہُوا تھا۔ جو عام لوگوں کی طرح زندگی بسر کرتا تھا۔ کبھی موٹر یا ٹریم وے میں سوار ہوتا اور کبھی آدھی رات تک زمین دوز گاڑیوں میں سفر کیا کرتا تھا۔ اکثر اوقات صرف ایک ہی شخص اسکا ہمسفر ہوتا۔ اور کئی دفعہ ایک گاڑی میں صرف وہ اور کوئی عورت بیٹھی ہُوئی دیکھنے میں آتی تھی۔ ذرا قیاس کیجئے کہ اگر ان کو یہ معلوم ہو جاتا کہ

وہ زیرِ زمین ایک دیوانے کے ساتھ تنہا بیٹھے ہیں۔ تو اُن کے دل کی کیا کیفیت ہوئی تاہم ممکن نہیں کہ وہ ہم سے کئی ایک کے ساتھ ساتھ نہ رہا ہو۔ یا اُس نے کسی ہوٹل یا ریسٹورنٹ میں ہم میں سے کسی کے ساتھ ایک ہی میز پر بیٹھ کر کھانا کھایا ہو۔ یا وُہ اچھے گھرانے سے تعلق رکھنے کے علاوہ تعلیم یافتہ اور صاحب جائداد تھا۔ اس کے ذرائع آمدنی اس قدر وسیع تھے کہ اسے اپنے صرف کے لئے روپیہ پیدا کرنے کے واسطے کبھی کسی محنت اور تردّد کا منت کش نہ ہونا پڑا۔ کم از کم پورے ایک سال تک وُہ جملہ مراعات آزادی سے بہرہ اندوز ہوتا رہا اور اس زمانہ میں بھی وُہ خوفناک قسم کا انسان کُش دیوانہ تھا۔

— خوش قسمتی سے دیوانہ پن عام بیماری نہیں لیکن مذکورہ بالا قسم کے دیوانے بکثرت دیکھنے میں آتے ہیں۔ گذشتہ چند سالوں میں ان دیوانوں نے اقامت گاہوں میں بہت قتل کئے۔ اور اس چالاکی سے بھاگ گئے۔ کہ آج تک اُن کی آزادی میں فرق نہیں آنے پایا۔ لیکن آزاد پھرنے والے خوفناک دیوانے اکثر باقاعدہ قاتل نہیں ہُوا کرتے۔ انہیں کسی فرضی شکایت پر یا اچانک کسی بات پر اشتعال آجاتا ہے۔ اور وُہ آپے سے باہر ہو کر کبھی کسی کی جان کے لاگو ہو جاتے ہیں۔ لنڈن کے بہت سے پُراسرار جرم جنکے ارتکاب کی غرض بظاہر معلوم نہیں۔ در اصل انہیں دیوانوں کے کام ہوتے ہیں۔ جنہیں یہ خبط سمایا ہوتا ہے۔ کہ کوئی شخص درپے آزار ہے۔ جو لوگ اس قسم کے خبط میں مبتلا ہوتے ہیں۔ اُن کے دل میں یہ خیال جاگزیں ہو جاتا ہے۔ کہ کوئی شخص جو اکثر سرکاری افسر یا کوئی صاحب جائداد و ذی اثر انسان ہوتا ہے۔ خفیہ خفیہ انہیں ضرر پہنچا رہا ہے۔ چند سال ہوئے ایک ہر دلعزیز ایکٹر اسی باعث موت کے گھاٹ اُترا۔ کہ ایک شخص کے دماغ میں جس سے ایکٹر بالکل نا آشنا تھا۔ یہ خیال سما گیا۔ کہ ایکٹر اُس کے حصول ملازمت کے راستہ میں روڑے اٹکا رہا ہے اور اُس نے اپنے مفروضہ دشمن کو ویسٹ انڈ کے تھیٹر کے دروازے پر قتل کر دیا۔

— اگر ایسے شخصوں کی ایک فہرست تیار ہو سکے جن سے کسی آزاد دیوانے نے کسی بات کا

انتقام لینے کی ٹھانی ہو جس بات کا وجود محض اُسکا واہمہ ہو تو یہ ایک کپکپا دینے والا نوشتہ ہو اس سے دُنیا کو معلوم ہو جائے۔ کہ عورتوں اور مردوں کا ایک جم غفیر جو خوفناک طور پر دیوانہ ہے۔ بغیر کسی قدغن کے زندگی بسر کر رہا ہے۔ اور کسی مفروضہ دُشمن پر حملہ کرنیکے لئے صرف موقع کی تاک میں ہے اِن میں سے بہت سے لوگوں کو اُن کے آشنا محض خبطی خیال کرتے ہیں۔ ایک فوجداری مقدمہ کے ختم ہونے کے بعد میرے پاس سینکڑوں چٹھیاں آئیں۔ جو شکایتوں سے لبریز تھیں۔ اِن میں سے بہت سی خوب لکھی تھیں۔ اور جواب کے لئے جو پتہ تحریر ہوتا تھا۔ اُس سے کاتب کی وجاہت آشکارا ہوتی تھی۔ کئی ایک چٹھیوں میں دھمکی دیجاتی تھی۔ کہ اگر پولیس نے ایذا رساں کو نہ روکا۔ تو یہ یہ فعل کئے جائیں گے۔ بعض میں صاف صاف لکھا ہوتا تھا۔ کہ اگر ایذا رساں کو نہ روکا گیا۔ یا شکایات رفع نہ کی گئیں۔ تو قتل سے بھی دریغ نہ کیا جائیگا۔ اور یہ تمام شخص جو پکے پاگل تھے۔ ہر قسم کی حفاظت اور حراست سے آزاد تھے۔ اِن میں سے تین میرے یہاں ملاقات کے لئے آئے۔ اور ایک تو خاصی رات گئے پہنچا۔ جُونہی دروازہ کھُلا وہ بے تحاشا اندر گھُس آیا۔ اور سیدھا میرے کتبخانہ میں داخل ہو گیا۔ اس کے طریق عمل سے میرا ملازم مبہوت سا ہو گیا۔ اور چُپکا کھڑا رہ گیا۔ میں فوراً سمجھ گیا کہ مجھے کس قسم کے شخص سے پالا پڑا ہے۔ میں نے اپنے ناخواندہ مہمان کی داستان نہایت غور سے سُنی۔ مگر باتوں باتوں میں اسے جوش آگیا۔ اُس کے چہرہ پر شکن پڑ گئے۔ اور اُس نے میرے لکھنے کی میز پر زور سے مُکے مارنے شروع کئے۔ آخر بمشکل تمام یہ کہکر میں نے اس سے نجات حاصل کی۔ کہ وہ فلاں وکیل کے پاس جائے۔ جو اُسکا مقدمہ لیگا۔ اسکے دُشمن — ایک قریبی عزیز — کو قانونی طور پر روک دیگا۔ کہ وہ معالج چشم سے سازش کر کے اسکی آنکھیں نہ نکلوائے اس سے پہلے مجھے صرف ایسے ایک شخص سے گفتگو کرنے کا موقع ملا تھا۔ جو جنون کے پُورے جوش میں اپنے فرضی دُشمن کی شکایت کرتا تھا۔ لیکن اُسوقت مجھے خطرہ کم معلوم ہوتا تھا۔ کیونکہ یہ ملاقات براڈمور کے پاگل خانہ میں ہُوئی تھی۔ جہاں بیچارے پاگل کو دو تنومند نگہبان گھیرے کھڑے تھے۔ اِسی

ملاقات کے ایکسال بعد یہ تحریک شروع ہوئی۔ کہ اسے پاگل خانہ سے آزاد کرایا جائے اس کے احباب کا خیال تھا کہ اب وہ شفایاب ہو گیا ہے اور اسکا اب اپنے کنبہ میں رہنا خطرے سے خالی ہے خوش قسمتی سے حکام کی رائے اس کے خلاف تھی۔ اس شخص نے کوئی حقیقی جرم نہیں کیا تھا اس نے صرف پستول کی نالی اپنے ایذا رسان کیطرف کرکے گولی مارنے کی دھمکی دی تھی۔ اگر وہ صحتیاب ہو جاتا تو اسے فوراً براڈمور سے نجات ملجاتی۔ لیکن اس قیام کے دوران میں اس کا خلل دماغ دن بدن بڑھتا ہی گیا۔

—— حقیقی قاتل بھی دماغ کے درست ہونے پر براڈمور سے آزاد ہو جاتا ہے کیونکہ سرکار کا یہ منشا نہیں کہ ذی ہوش لوگوں کو پاگل خانہ میں ڈال رکھے۔ ایسی صورتوں میں اس امر کی ازبس احتیاط کیجاتی ہے کہ براڈمور سے واپس جا کر مریض کے گھر میں پوری نگرانی اور حفاظت کی جائے اور اس کے سامان آسایش میں فرق نہ آنے پائے۔ بدقسمتی سے غیر مجرمانہ پاگل خانوں کے منتظم ہمیشہ اس قسم کی احتیاط سے کام نہیں لیتے۔ اور ہر ہفتہ بیسیوں پاگل جنکی دماغی بیماری صرف جزو اً رو بصحت ہوتی ہے چھوڑ دیئے جاتے ہیں۔ وہ گھروں میں آکر اپنے عیال و اطفال میں رہتے اور لنڈن کے بازاروں میں گھومتے پھرتے ہیں۔ ایسے رشتہ دار کی جو پاگل خانہ کی ہوا کھا رہا ہو بہت نگہداشت کی جاتی ہے۔ متمول خاندانوں میں اسبات کا بڑا اہتمام ہوتا ہے۔ کہ دیوانہ رکن خاندان کسی وقت بھی آنکھ سے اوجھل نہ ہونے پائے۔ لیکن غربا کو یہ باتیں نصیب نہیں ہوتیں۔ اور دیوانہ کو اسکی قسمت پہ چھوڑ دیا جاتا ہے۔

حال ہی میں ایک شخص نے اپنے ایک عزیز کے قتل کی علت میں پھانسی پائی ہے یہ قتل صریحاً عمداً اور کمال سنگدلی سے کیا گیا تھا۔ اسکا موجب ایک خیالی ایذا تھی۔ دوران مقدمہ میں کوئی اسکی جان بچانے کے لئے بروئے کار نہ آیا۔ جرم کے وحشیانہ پن نے خود اس کے عزیزوں کو اسکے خلاف کر رکھا تھا مگر تمام ہمسایہ دس سال سے جانتے تھے۔ کہ وہ پاگل ہے کئی بار اسکے خلاف یہ فتوے صادر ہوا کہ وہ پاگل خانہ کے لائق ہے مجھے یہ حالات اسوقت معلوم ہوئے جب اسکی جان بچانا میرے بس سے

باہر تھا۔ ایک شخص نے مجھ سے کہا کہ وہ سالہا سال سے پاگل تھا اور اسکے رشتہ دار اسکی بیماری سے واقف
تھے میں نے پوچھا۔ تو پھر کیوں اسے حراست میں نہیں دیا گیا۔ جواب ملا کہ اس نے قبل ازیں کوئی
قتل کی واردات نہیں کی تھی۔ عموماً آزاد دیوانوں کے متعلق یہی جواب دیا جاتا ہے جبتک وہ
کسی کو قتل یا کسی کی ہلاکت کا اقدام نہ کریں۔ کوئی شخص امن عامہ کے لئے انہیں پاگل ثابت
کرنے کی کوشش نہیں کرتا۔ یعنی ایک دیوانہ ہے۔ جسے بچے دیکھتے ہی چھیڑتے
ہیں۔ وہ چیختا چلاتا ان کے پیچھے دوڑتا ہے بچے بھاگ جاتے ہیں۔ اور اسکی بوڑھی ماں غل
مچاتی ہوئی اسکے باہر نکل آتی ہے۔ دیوانہ کو چمکارتی ہے اور آخر وحشی کو رام کرکے گھر میں لیجاتی
ہے۔ وہ ہر وقت اسکے دنبال نہیں رہ سکتی کیونکہ اسے روٹی پیدا کرنے کے لئے کام کرنا ہوتا ہے
کسی دن اس احاطہ میں کوئی ہولناک جرم سرزد ہوگا۔ اور اخبارات میں کوئی سنسنی پیدا کرنے
والی کہانی شائع ہوگی۔ اسوقت سب متعجب ہوں گے کہ اس دیوانے کو کیوں محبوس نہیں کیا
گیا۔ وہ انسان کے لباس میں ایک درندہ ہے اور جو جرم بھی نہ کرے [illegible] ہے لیکن آج تک
اس نے کوئی مجرمانہ فعل نہیں کیا۔ اور اسلئے کوئی اسکی آزادی میں خلل ڈالنا نہیں چاہتا۔
بعض پراسرار جرائم جن کے مرتکبوں کو گرفتار کرنے سے پولیس قاصر رہتی ہے کیونکہ اسے
مزاج کے کسی غرض جرم کا پتہ نہیں ملتا۔ آزاد دیوانوں کے کارنامے ہوتے ہیں۔ اکثر ان
جرائم کا باوجہ اشتعال ارتکاب کیا جاتا ہے۔ اور مجرم مقتول سے واقف تک نہیں ہوتا۔ اسے
قتل کے لئے اچھا موقعہ ملتا ہے۔ اور وہ اسے کھونا گوارا نہیں کرتا۔ اگر دیوانے کو کوئی ارتکاب
جرم کرتے نہ دیکھ پائے۔ تو وہ پھر سے گھر جا رہا [illegible] کبھی بھولے سے بھی

اسباب کا دھیان نہیں آتا۔ کہ وہ کیا کر بیٹھا ہے بسا اوقات اسے معلوم بھی نہیں ہوتا۔ کہ اس نے کیا کیا
ایکدفعہ براڈمور میں مجھے ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ شخص سے ملنے کا اتفاق ہُوا اسکے پاگل خانہ میں داخل
ہونیکی یہ وجہ ہُوئی کہ ایک رات کو یہ حضرت اپنے کتب خانہ سے نکل کر سیدھے گھاٹ پر پہونچے اور
ایک بنچ پر بیٹھ گئے۔ جس پر ایک خانہ بدوش سویا تھا۔ آپ نے جھٹ جیب سے پستول نکالا۔ اور
بیچارے کو ڈھیر کر دیا۔ پستول کی آواز سنکر چند آدمی جمع ہو گئے۔ اور قاتل گرفتار ہو گیا۔ لیکن اگر پستول
کی بجائے وہ اس کا گلا گھونٹ دیتا یا اُس کے سینہ میں خنجر اُتار دیتا۔ تو وُہ نہائیت اطمینان
سے گھر چلا جاتا۔ اور یہ قتل آج تک ایک راز ہی رہتا ۔

اس بد قسمت شخص کے عزیز و اقارب دوست و احباب کا دائرہ بہت
وسیع تھا جن میں سے اکثر اس کے دستر خوان پر قسم قسم کے لذیذ کھانے کھایا کرتے تھے۔ لیکن
ان میں سے کسی کو کبھی گمان تک نہ ہُوا۔ کہ اسکا دماغ صحیح نہیں۔ آج بھی اگر کوئی اِس سے براڈمور
میں گفتگو کرے۔ تو اِس قسم کا شک نہیں کر سکتا۔ بات یہ ہے کہ آدھی رات تک وُہ بالکُل ہوش
میں رہتا ہے لیکن آدھی رات ہوتے ہی اسکی کایا پلٹ جاتی ہے اور کوئی شخص بغیر حزم و احتیاط
کے پاس نہیں پھٹک سکتا۔ آدھی رات سے نُور کے تڑکے تک وُہ دیوانہ ہوتا ہے اور کسی کو ہلاک
کرنا چاہتا ہے۔ اس کے بعد وُہ مرنجان مرنج ادیب ہے جس سے باتیں کرنا شگفتگیٔ طبع کا موجب ہے
ایکدفعہ مجھے ایک ایسا شیریں کلام۔ خوش اخلاق اور خندہ جبیں شخص ملا۔ کہ اب بھی دِل نہیں چاہتا
کہ اسے قاتل سمجھوں۔ گو دُنیا جانتی ہے کہ وُہ کئی راتوں تک پستول لئے ایک نوجوان کی تاک میں
پھرتا رہا جس سے اسکو ایک فرضی عداوت تھی۔ آخر کار وُہ اپنے ارادہ میں کامیاب ہُوا۔ اور وُہ اپنے
خیالی دُشمن کو پستول کا نشانہ بنا کر خراماں خراماں گھر چلا گیا۔ گرفتار ہونے پر اُس نے بیان کیا
کہ اُس نے محض ایک فرض پُورا کیا ہے۔ اور اِسے ناحق گرفتار کیا جاتا ہے۔ چونکہ اِسکے یہاں چند
احباب کی دعوت تھی۔ اس لئے وُہ گھر جانے کے لئے بیقرار تھا۔ اگر اِس قتل کا کوئی شاہد حال نہ ہوتا

تو یہ باںذاق بُوڑھا اپنے گھر پہنچ کر فرائض میزبانی بوجہ احسن ادا کرتا۔ اپنے ایذا رسان کا قصہ پاک کرنے کے بعد ممکن ہے کہ وُہ اپنی زندگی کے باقی دن آرام اور سکُون سے بسر کرتا۔ اور یہ بھی اغلب ہے کہ دماغ سے یہ بار اُتر جانے کے بعد اس کے ہوش وحواس برجا ہو جانے اور یہ قتل اسے فراموش ہو جاتا۔

آزاد دیوانہ سے ہر وقت قتل کا خطرہ ہے کہ وہ عمر بھر کسی کو ذرا بھی ایذا نہ دے۔ لیکن کوئی خفیف سے خفیف واقعہ بھی دبی ہوئی آگ کو مشتعل کر سکتا ہے۔

ایک عورت کو ایک نوجوان نے قتل کیا تھا۔ جس سے اسکی معشوقہ نے بیوفائی کی تھی۔ ناکامیٔ آرزو نے دماغ میں خلل ڈالدیا۔ ایک دن رات کے وقت وُہ ریل کی ایک گاڑی میں داخل ہُوا تو کیا دیکھتا ہے کہ اُس عورت کا عین جواب اسکے سامنے تنہا بیٹھا ہے اس نے دوائیاں کُوٹنے کے دستہ سے ایک وار میں اسکا سر پاش پاش کر دیا کہہ سکتے ہیں کہ اگر اس نے اس قتل کا تہیہ پہلے سے نہیں کیا تھا۔ تو یہ دستہ وُہ کیوں جیب میں ڈالے پھرتا تھا لیکن یہ کوئی وزنی بات نہیں کیونکہ خواہ قاتل کوئی بھی ہو۔ اُسے مسلح ہونے کے وقت یہ معلوم نہیں ہو سکتا۔ کہ اُسکا شکار اسی ریل میں تنہا ملجائیگا۔ ابتدا میں پولیس نے بہت سے شخصوں پر شُبہ کیا لیکن بعد ازاں انہیں وُہ شہادت ملی جس سے میرے خیال کی تائید ہوتی تھی لیکن یہ شہادت مشتبہ شخص کے چالان کے لیے کافی نہ تھی۔

ــــــ تمام آزاد دیوانے رنج دہ نہیں ہُوا کرتے۔ اِن سے بعض بہت ملنسار اور راحت رساں ہوتے ہیں مگر لطف وکرم کی یہ فراوانی اکثر اجیرن ہو جاتی ہے۔ ایک مقبُول عام ایکٹر نے جسے تماشائی سٹیج پر گلدستے دیا کرتے تھے۔ مجھ سے بیان کیا۔ کہ ایک ادھیڑ عُمر کی خاتُون نے جو اُسکی بڑی مداح تھی۔ ارادہ کیا کہ وُہ اپنے ہاتھوں سے گلدستے تیار کر کے سٹیج کے باہر اسے دیا کرے ایکدن اس

خاتون نے اس ایکٹر کا مکان معلوم کر لیا۔ اُس کے دروازے کے سامنے کھڑے ہو کر انتظار کرنے لگی۔ اور جب وُہ باہر نکلا۔ تو مسکراتی ہُوئی اُسکی طرف بڑھی۔ اور اُسکے سر پہ پھولوں کے چند ہار چڑھائے ایکٹر انہیں پھینک کر اس عمر رسیدہ خاتون کے جذبات کو صدمہ پہنچانا نہ چاہتا تھا۔ اس لئے وُہ ہاروں کو ہاتھ میں لیکر سڑک کی نکڑ پر کھڑا ہو گیا۔ اور جونہی گاڑی آئی۔ اُس میں بیٹھکر تھیٹر کو چلا گیا۔ اس کے بعد یہ خاتون ہر ہفتہ اسکے راستہ میں کھڑی رہتی اور اُس پر پھول چڑھانے کی خواہش کرتی۔ ..

.. ..

اسی سن رسیدہ خاتون نے ایک دفعہ مجھے بہت خلجان میں ڈالا۔ وہ میرے پڑوس میں رہا کرتی تھی۔ اور ہمارے یہاں اسکی روزانہ آمدورفت تھی۔ جب آتی کچھ پھول چھوڑ جاتی۔ یہاں تک تو کوئی مضائقہ نہ تھا۔ لیکن جب اس نے میرے مکان کے سامنے گیٹ کا نا۔ دہلیز پر پھول بکھیرنا اور گلاب کی کلیاں میرے لیٹر بکس میں ڈالنا شروع کیا۔ تو مجھے برا معلوم ہونے لگا ایک دن وُہ ایک گل فروش کی دُکان پر گئی۔ اور اُسے ہدایت کی۔ کہ پھولوں کے ہار گجرے اور ہدیاں میرے مکان کے جنگلہ سے اس طرح لگائے جائیں۔ کہ سوا پھولوں کے کچھ دکھائی نہ دے۔ بھلا ہوا کہ گل فروش تاڑ گئی۔ کہ اُسکی گاہک کے دماغ میں فتور ہے۔ اور اُس نے اس حکم کی تعمیل نہ کی چند ہفتوں کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ اسے پاگل خانہ میں داخل کیا گیا ہے یہ دیوانگی کی ایک خوشگوار قسم تھی۔ بلکہ اس سے زیادہ دلچسپ تھی جس میں وُہ نوجوان مبتلا تھا جس کی دردبھری داستان باور کرلینے پر مجھے ایک بنسری خریدنا پڑی اس نے مجھے یقین دلایا۔ کہ اس کے ضعیف العمر ماں باپ بھوکوں مر رہے ہیں۔ اور وُہ بنسری بجا کر کچھ پیدا کریگا۔ اور آڑے وقت میں اُن کے کام آئیگا۔ وُہ ہر روز خاصی رات گذرے بسا اوقات

ایک یا دو بجے صبح آتا - اور میرے مکان کے سامنے کھڑے ہو کر بنسری بجایا کرتا تھا جسے سنکر معلوم ہوتا تھا۔ کہ وہ اس کام کے اہل نہیں۔ ایکدن میں نے ایک آدمی سے کہا کہ اس بنسری والے کو گھر تک پہنچا آئے بس اسدن مجھے معلوم ہوا کہ وہ نہ صرف مالدار بلکہ فارغ البال تھا لیکن اسے یہ وہم ہو گیا تھا۔ کہ وہ مفلس قلاش ہے اور گاکر روزی پیدا کرتا ہے۔ یہ شخص ۱۸ مہینے پاگلخانہ میں رہنے کے بعد ۱۵ دن ہوئے تھے کہ باہر آیا تھا

چند سال ہوئے ایک دیوانہ مجھ سے بے حد مانوس ہو گیا - اس نے مجھے عجیب عجیب چٹھیاں لکھنا شروع کیا جن کا پہلے تو میں جواب دیتا رہا۔ لیکن مجھے جلد ہی معلوم ہو گیا۔ کہ وہ ایک جوشیلا پاگل ہے۔ اور میں نے اسے جواب دینا ترک کر دیا۔ مگر اس سے چٹھیوں کی کثرت پر کوئی اثر نہ پڑا۔ ایکدن حسب معمول اسکی ایک چٹھی آئی جس میں ایک بیگ کی بلٹی تھی۔ جو اُسنے چیرنگ کراس سٹیشن پر چھوڑا تھا چٹھی میں لکھا تھا۔ میں آج رات کو خودکشی کروں گا میں اپنے تمام زر و جواہر تمہیں نذر کرتا ہوں جو اس بیگ میں ہیں جو چیرنگ کراس میں پڑا ہے اور جسکی بلٹی اس لفافہ میں روانہ کر رہا ہوں دوسرے دن جب میں نے اخبار کھولا تو مجھے معلوم ہوا کہ میرے نامہ نگار نے جو لکھا تھا پورا کر دیا ہے اس نے گذشتہ رات کو اپنے آپ کو گولی ماری مگر خوش قسمتی سے زخم مہلک نہ تھا میں نے بلٹی پولیس کے حوالہ کر دی اور وہ اس دیوانے کے رشتہ داروں کو پہونچائی گئی۔ اس بیگ سے ہزارہا روپے کے جواہرات برآمد ہوئے +

—— لنڈن کی اس زندگی کا یہ نہایت افسوسناک پہلو ہے کہ بچوں کی کثیر جماعت جو اپنے ہوش میں نہیں۔ مناسب نگرانی میں نہیں رکھی گئی۔ یہ تو اکثر سننے میں آتا ہے کہ ایک لڑکے نے اپنے شیرخوار بھائی یا بہن کو ہلاک کر ڈالا۔ لیکن یہ شاذ ہی سننے میں آتا ہے کہ کسی بچہ نے صرف قتل کا اقدام ہی کیا ہو۔ لیکن ان سکولوں میں جو کمزور دماغ لڑکوں کے لئے لنڈن میں ہر جگہ قائم ہو رہے ہیں۔ ایسے خطرناک لڑکوں اور لڑکیوں کی بہت بڑی تعداد ہے۔ جو گھر سے آنے جانے کے وقت نہایت آزادانہ طور پر لنڈن کی گلیوں

میں پھرتے ہیں۔ اس امر پر بحث کرنا شاید یہاں بے محل ہو۔ کہ ان فاتر العقلوں کی تعداد میں روز افزوں ترقی ہونا سوسائیٹی کے لئے کس قدر خطرہ کا موجب ہے جنکی حراست کا ایک خاص عمر تک سرکار کی طرف سے کوئی انتظام نہیں کیا گیا۔ یہ باب مفصل نہیں ہیں تو ذرا پردہ اٹھانا چاہتا ہوں۔ اور ناظرین کو اس عظیم الشان شہر کی زندگی کا ایک ترحم انگیز پہلو دکھانا چاہتا ہوں۔ یہ ایسا پہلو نہیں جسے نظر انداز کیا جائے۔ کیونکہ اعداد و شمار سے ثابت ہوتا ہے کہ فاتر العقل اور دیوانے دن بدن تعداد میں اس تیزی سے بڑھ رہے ہیں۔ کہ جو عام آبادی کی ترقی سے حیرت انگیز طور پر زیادہ ہے۔ جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ اگر واضعین قوانین نے اس طرف توجہ نہ کی۔ تو دس سال کے بعد ایک دیوانے کی جگہ پانچ پاگل کھڑے ہوں گے۔ اور یہ آزاد دیوانے ہی ہیں جن کے طفیل موجودہ لنڈن کے بعض گھناؤنے اسرار ہیں محو حیرت کر رہے ہیں۔

باب نہم

معتبر اطلاعوں کی بنا پر

لنڈن میں زنانہ اور مردانہ جاسوسوں اور مخبروں کا چھوٹا سا لشکر پھیلا ہوا ہے جسکا کام لبا اوقات تفریحاً یہ ہے کہ اپنے شہر والوں کے حالات سے حکّام کو آگاہ کرے۔ سرکاری جاسوس یا سراغرسان پولیس کے مخبر سے ایک جُداگانہ ہستی ہے ممالک غیر کی حکومتوں کے جاسوس ہر طبقہ میں پائے جاتے ہیں۔ بعض بہترین کلبوں کے ممبر ہوتے ہیں۔ اور امیرانہ ٹھاٹھ سے رہتے ہیں۔ بعض خادموں اور نوکروں کے زمرہ میں شامل ہو کر کام کرتے ہیں۔ رُوسی جاسوسوں کو عام طور پر بہت دلچسپ خیال کیا جاتا ہے۔ چُونکہ وہ روپیہ پانی کیطرح صرف کرتے ہیں۔ اور بڑے بڑے آدمیوں کے نام تعارف کی چٹھیاں اُن کے پاس ہوتی ہیں۔ اسلئے انہیں اعلیٰ سوسائٹی میں بار ملجاتا ہے۔ اور وہ ایسی جگہوں میں جا پہنچتے ہیں۔ جہاں فرشتوں کے بھی پر جلیں۔ غرضکہ جہاں کہیں آپ جائیں رُوسی جاسوس موجود ہوگا۔ ان میں سے جو بہت کامیاں ہیں۔ وہ انقلاب پسند انجمنوں کے ممبر ہیں۔ اور اپنے اجلاس مشہور کلبوں میں منعقد کرتے ہیں۔

جرمن اور فرانس کے جاسوس لنڈن میں موجود ہیں۔ اور ان میں سے بعض برطانوی رعایا ہیں۔ جو چند ٹکوں کے لئے اپنے وطن کے فوائد نثار کر دیتے ہیں۔ وہ دن گذر گئے جب ممالک غیر کی حکومتیں لنڈن کے اخباروں کو رشوت دے کر گانٹھ لیا کرتی تھیں۔ لیکن اب بھی ہر بیرونی حکومت کا خفیہ نمایندہ لنڈن میں سرگرم کار ہے۔ اور یہ عورتیں اور مرد عملاً خفیہ پولیس کے افراد ہیں ان میں سے بعض پر صرف شبہ نگاہیں ڈالی جاتی ہیں بعض سے سب آگاہ ہیں لیکن اس جماعت کا کثیر حصہ اس صفائی سے اپنا فرض پورا کرتا ہے۔ کہ ان کے ہم نوالہ و ہم پیالہ دوست بھی ان کے پیشہ کی

نوعیت یا حقیقی وسائل آمدنی سے آگاہ نہیں ہو سکتے۔ لنڈن کے بیرونی جاسوسوں کی بہت سی کہانیاں لکھی جاسکتی ہیں لیکن جو داستانیں کبھی لکھی جائینگی۔ وُہ محدود سے چند ہونگی۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ سیاسی دُور اندیشی افسروں کو خاموش رہنے پر مجبور کرتی ہے خواہ اُن کے شکوک مکمل یقین میں کیوں نہ تبدیل ہو جائیں۔

ہمارے یہاں جاسوسی کا وُہ خبط نہیں جو فرانس میں ہے۔ ہم بیرونی سیاح پر یہ شک نہیں کرتے کہ اسکا کیمرا لیے ہر طرف پھرنا محض اس غرض سے ہے کہ ہماری قلعہ بندیوں کی تصویریں اُتار کرے جائے۔ اور اس عالم میں استغنا میں ہمیں بیرونی حکومتوں خصوصاً جرمن کی محنت کی داد دینی پڑتی ہے۔ کہ وُہ ہمارے مدافعت کے سامانوں سے ہم سے کم آشنا نہیں۔ ہمارا ان جاسوسوں سے کوئی سروکار نہیں۔ جو لنڈن میں بیرونی سیاسی مجرموں کی تلاش میں آتے ہیں۔ اس آزاد ملک میں وُہ جاسوس ایسے ہی آزاد ہیں جیسے وُہ اشخاص جن کا وُہ تعاقب کر رہے ہوں۔

ہمیں معلوم ہے کہ لنڈن یورپ کی انقلابی تحریکوں کا مرکز ہے ہم جانتے ہیں کہ ان قتلوں کی سازو باز اس شہر میں ہوتی ہے۔ جن کے ارتکاب کی خبر سُنکر دُنیا کانپ اُٹھتی ہے۔ ہر بیرونی انارکسٹ جونہی اس ملک میں وارد ہوتا ہے۔ اُسکا نام اور سکونت سکاٹ لینڈ یارڈ کے رجسٹروں میں درج ہو جاتا ہے۔ نگرانی کے انتظام از بس اطمینان بخش ہیں۔ اور بیرونی حکومتوں کو مشتبہ اشخاص کی نقل و حرکت کی اطلاع بالالتزام دی جاتی ہے۔ مگر انارکسٹ سے کوئی باز پُرس نہیں کیجاتی وُہ مزے سے اپنی سازشوں کی ادھیڑ بن میں پھنسا رہتا ہے۔ ہمارا دستور نہیں کہ اسکے خلاف کوئی سخت گیر کارروائی کریں۔ اسی حکمتِ علمی کا نتیجہ ہے کہ ہم انارکسٹ کی دست بُرد سے مصئون ہیں۔ اور یورپ کے انارکسٹ اپنے آپ کو انگلستان کی نگاہ میں قابل اعتراض بنانا نہیں چاہتے۔ بیرونی انقلاب پسندوں اور حکام لنڈن میں سینہ بسینہ یہ سمجھوتہ چلا آتا ہے۔ تم ہم سے تعرض نہ کرو۔ ہم تمہیں نہ چھیڑیں گے۔

ایک وقت تھا کہ بموں نے ہماری گورنمنٹ کو ہراساں کر رکھا تھا۔ اس زمانہ میں سکاٹ لینڈ

یارڈ والے بہت چوکنے رہتے تھے۔ جاسوس اور مخبر دن رات نئی نئی سازشوں کی خبریں لاتے اور اُن کی روک تھام میں ایڑی چوٹی کا زور لگاتے تھے۔ مگر پھر بھی یہ سازش پروان چڑھ ہی جاتی تھی۔ وہ وقت خدا خدا کر کے گذر گیا۔ اور اب ان لوگوں سے صرف اسوقت خدشہ ہوتا ہے جب کسی غیر ملک کا فرماں روا ملک معظم کی ملاقات کے لئے آئے اور لنڈن کی سڑکوں پہ گاڑی میں بیٹھ کر نکلے۔ اِن موقعوں پر ہر ایک انارکسٹ اور سیاح کے ساتھ جسے پولیس جانتی ہے جاسوس لگائے جاتے ہیں بعض جلوس کے راستہ پر کسی مکان پر چڑھ سکتے ہیں۔ اور بعض ہجوم میں مِل جُل جاتے ہیں۔ لیکن وہ خواہ کہیں جائیں۔ ایک شخص سایہ کی طرح اُن کے پہلو بہپلو موجود ہوتا ہے۔ جو اُسکی حرکت کا دھیان رکھتا ہے۔ اور تیار ہوتا ہے۔ کہ خطرہ کے ذرا سے نشان پر فوری کارروائی کرے۔

حال ہی جب شاہ ہسپانیہ گاڑی میں بیٹھ کر گذرا تو میں ہجوم میں ایک بیرونی انارکسٹ کے پاس کھڑا تھا۔ جو ایک کلب میں انقلاب انگیز تقریریں کیا کرتا تھا۔ وہ دو قوی ہیکل ملاحوں کے درمیان ایسا پھنسا ہُوا تھا۔ کہ جب شاہ ہسپانیہ سامنے سے گذرا تو وہ سلام کرنے کے لئے ہاتھ بھی نہ اُٹھا سکا۔ یہ ملاح دراصل پولیس کے اہلکار تھے۔

جب زار روس بحیثیت ولیعہد لنڈن میں آیا۔ تو غیر معمولی قسم کی احتیاطیں کی گئی بعض انارکسٹوں اور رُوسی سیاحوں کی نہ صرف نگرانی کی جاتی تھی۔ بلکہ اُن کا محلات شاہی کے قریب سے گذرنا بھی ممنوع قرار دیا گیا تھا۔

— مشہور انقلاب پسندوں کا انتظام آسان ہے کیونکہ پولیس کو اُن کے حرکات کی روزانہ اطلاع ملجاتی ہے لیکن انقلاب پسند دیوانہ کے نام سے حکام کا ہُوخشک ہو جاتا ہے کیونکہ کوئی نہیں جانتا کہ وہ کیا کر گذرے ایک زرد رُو درمیانی عمر کی سیاہ پوش عورت نے ایک مشتبہ سا بکس لیکر سینٹ جیمس محل میں جانا چاہا۔ سب کے ہاتھ پاؤں پھُول گئے اور پولیس نے اِس عورت کو گرفتار کرلیا۔ بڑی احتیاط سے جب اس اُمید سے بکس کھولا کہ اِس سے

سے سب برآمد ہوگا۔ تو معلوم ہوا کہ اس میں ایک لوہے کی زنجیر اور ولیعہد کی بیگم کے نام چھٹی رکھی ہے جس میں تحریر تھا کہ روسی یہودی سائبیریا میں اس قسم کی زنجیر پہنتے ہیں۔ اس میں کوئی خطرے کی بات نہ تھی۔ لیکن جن افسروں نے پہلے پہل اس بکس کو دیکھا اُن کے تو ہوش اُڑ گئے

جب کبھی کسی غیر ملک کا فرمانروا لنڈن میں آتا ہے تو بڑی طویل اطلاعیں موصول ہوتی ہیں بعض قابل غور ہوتی ہیں لیکن اسکا بیشتر حصّہ دیوانوں کا کام ہوتا ہے لیکن اس سے اسقدر فہم و فراست ٹپکتی ہے کہ حکام کو بہت سا وقت اور محنت ناحق ضائع کرنی پڑتی ہے۔ پامال جرموں اور معمولی مجرموں کے متعلق اطلاعیں جُدا قسم کی ہوتی ہیں۔ وہ اطلاع پولیس کو کوئی اجنبی دیتا ہے جسکی بنا پر پولیس کسی راز کا سُراغ نکالتی ہے بعض دفعہ مجرم کا کوئی واقف کار مخبری کرتا ہے جرائم پیشہ مجرم کی صورت میں کبھی تو یہ کام کوئی عورت رشک و رقابت کے باعث کرتی ہے۔ اور کبھی وہ شخص پولیس کو اطلاع دیتا ہے جو مجرموں کے گروہ میں شامل ہو کر اُن کی ذرا ذرا سی بات پولیس کے کانوں تک پہنچاتا ہے۔ پولیس افسر کی شہادت ہمیشہ ان الفاظ سے شروع ہوتی ہے۔ کہ معتبر اطلاع ملنے پر میں فلاں فلاں جگہ گیا۔ اطلاع کا اصلی ذریعہ شاذ ہی ظاہر ہوتا ہے۔ کیونکہ پولیس اگر کسی پیشہ ور مخبر کا نام بتادے تو جرائم کے خلاف جنگ میں اُن کا ایک زبردست مددگار ہمیشہ کے لئے چھوٹ جائے۔ کسی مسافر خانہ کے مہتمم کسی شراب خانہ کے ساقی کو جہاں بدمعاش جمع ہوتے ہیں بہت سخت سزا ملے اگر یہ ظاہر ہو جائے کہ وہ وہی شخص ہے کہ جس نے پولیس کو بتایا کہ مطلوبہ شخص کہاں دستیاب ہوگا۔ اس سے بھی بدتر حال ان عورتوں کا ہو جو مال مسروقہ اپنے مصرف میں لاکر سکاٹ لینڈ یارڈ کو اطلاع دیا کرتی ہیں۔ کہ فلاں شخص فلاں نقب زنی یا سرقہ دُکان کے بعد روپوں میں کھیل رہا ہے

—— لنڈن کے اکثر جہاں دیدہ مجرم ہمیشہ تنہا واردات کرتے ہیں۔ وہ کسی دوست پر بھروسہ کر جاتے ہیں لیکن اس دولت کے دوست کو کبھی رازدار نہیں بناتے۔ اور عورتوں پر تو بھولکر بھی اعتبار نہیں کرتے۔ جب کبھی پیشہ ور ملزم یہ اپنے کھوج کا نشان کامیابی سے مٹانے کے

بعد پولیس اچانک حملہ کرتی ہے۔ نو دس میں سے نو دفعہ یہ گرفتاری کسی عورت کی اطلاع کا نتیجہ ہوتی ہے۔ عورت کبھی بدسلوکی اور کبھی رقابت کے باعث راز فاش کرتی ہے لیکن عموماً یہ اطلاع کسی ہمسایہ عورت سے ملتی ہے جسکا تعلق بطور بیوی یا داشتہ کے چوروں سے ہوتا ہے۔ مگر اصل میں وہ پولیس کی تنخواہ دار جاسوس ہوتی ہے۔ یہ مضمون ایسا ہے جس پر تامل سے قلم اُٹھانا چاہیئے۔ اور اغراض انصاف مقتضی ہیں کہ ان مخبروں کے حالات بہت وضاحت سے نہ لکھے جائیں۔ ورنہ میں بتاتا کہ چند سنسنی پیدا کرنیوالے مقدمات میں مجرم کبھی گرفتار نہ ہوتے اگر دغا اور فریب سے کام نہ لیا جاتا۔ اگر کسی شخص کو معلوم ہو کہ قتل کا ارتکاب کیا گیا ہے اور وہ اُسے چھپائے۔ تو وہ انگلستان کے قانون کے مطابق معین جرم بنجاتا ہے۔ قانون چاہتا ہے کہ ایسی اطلاع فوراً پولیس کو دی جائے۔ قتل کے متعلق اطلاع دینے کو میں دغا خیال نہیں کرتا۔ مجھے جو مقدمات معلوم ہیں ان میں چند شخصوں نے خود ملزم کو جرم پر آمادہ کرکے پھر اسے گرفتار کرایا تھا۔ خوش قسمتی سے برطانیہ میں ایسے اشخاص معدوم ہیں۔ جو کسی شخص کو محض اسلیئے جرم کرنے پر اُکساتے ہیں تاکہ پولیس ایسے منچلے مجرم کو فوراً گرفتار کرے لیکن ایسے مرد اور عورتوں کا کال نہیں جو نقب زنی۔ سرقہ بالجبر اور دیگر جرموں کا ارتکاب کرتے ہیں۔ اور ناکردہ گناہ اشخاص کو سزا دلواتے ہیں۔ حال کا ذکر ہے کہ پولیس نے ایک نوجوان کو گرفتار کیا۔ جو چاندی کی کچھ چیزیں لیئے صبح کاذب کے وقت ایک گھر سے نکل رہا تھا۔ مجسٹریٹ کے روبرو پیش ہونے پر اُس نے اپنی جوابدہی میں ایک عجیب کہانی بیان کی یعنی وہ ایک سابق سزا یافتہ ملزم ہے لیکن اب نیک و دیانتدار زندگی بسر کرتا ہے۔ اور پولیس کا مخبر ہے۔ اس بیان کی تائید میں اُسنے ایک پولیس افسر کو طلب کرایا جس نے تسلیم کیا کہ ملزم کی کہانی درست ہے۔ اس ملزم نے اطلاع دی تھی کہ ایک مکان میں نقب لگنے والی ہے۔ اور اغراض انصاف کے لئے خود اس میں حصہ لیا۔ جب اسے گرفتار کیا گیا۔ تو وہ مال مسروقہ خفانہ میں لیجا رہا تھا۔ تاکہ اُسکی اطلاع پر حکام ایک اور شخص کو گرفتار کرسکیں۔ ملزم رہا کیا گیا۔ اگر آپ ذرا غور کرینگے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ یہ سب کارروائی نمائشی تھی

اور محض ایک مجرم کو گرفتار کرنے کے لیے جال لگایا گیا تھا۔
جب چند آدمی ملکر کسی جرم کا ارتکاب کرتے ہیں۔ اور تفتیش بند ہونے میں نہیں آتی۔ تو اکثر ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان سے کوئی ایک چند معلوم شرائط پر حکام کو اطلاع دے کر اپنی جان بچانے کی کوشش کرتا ہے۔ یہ گواہ سلطانی کہلاتا ہے جسے ناگزیر قباحت تسلیم کیا جاتا ہے۔ کیونکہ اکثر صرف اسی شہادت پر تجویز مجرمیت ممکن ہوسکتی ہے۔ لیکن دغا باز گواہ سلطانی بنکر ہمیشہ زندہ نہیں جاتا۔ بیشک وہ قانونی سزا سے بچ نکلتا ہے لیکن کوئی اور اسکا کام تمام کر دیتا ہے۔ ایک شخص کیری نامی نے فونکس پارک کے قتل کے متعلق مخبری کی۔ مقدمہ کے بعد اسے بحفاظت تمام ملک سے باہر روانہ کیا گیا۔ لیکن پیٹرک اوڈنل نے پورٹ الزبتھ (جنوبی افریقہ) کے قریب اسے پستول سے ہلاک کر دیا۔ وہ مخبر بھی جو بہت کم مشہور تھے۔ دیگر ملکوں میں جا کر جان نہیں بچا سکے۔ وہ پیرس میں جا کر نام تبدیل کر کے رہتے تھے۔ مگر ایکدن ان کی لاشیں دریا سین میں تیرتی نظر آتی تھیں لیکن مخبر کو ہمیشہ منظر عام پر نہیں لایا جاتا۔ پولیس کے کسی مقدمہ کا سراغ نکالنے کی حیرت انگیز کہانیاں آئے دن پڑھنے میں آتی ہیں۔ لیکن اگر ہمیں یہ معلوم ہو جائے کہ ایک نہایت اہم امر پس پردہ رکھا جاتا ہے تو ان کی تمام دلچسپی ملیا میٹ ہو جائے لیکن اگر یہ ظاہر کیا جائے۔ کہ افسر تفتیش کنندہ کو یہ اطلاع مل چکی تھی۔ کہ عین فلاں مقام پر ثبوت جرم کے لیے کافی شہادت ملیگی۔ تو دنیا کو معلوم ہو جائے۔ کہ اس مقدمہ کے نکالنے میں پولیس کی محنت کس داد کی مستحق ہے۔
بعض اوقات یہ اطلاع گمنام ہوتی ہے ایک دفعہ چٹھی کے کاغذ کے نصف صفحہ پر چند الفاظ گھسیٹتے ہوئے موصول ہوئے۔ اور اسی کے باعث دو شخص پھانسی پا گئے۔ لکھنے والے نے ایما کیا تھا کہ تفتیش کنندہ ایک مکان پر جائے۔ جہاں ایک چھوٹا سا بچہ پائیگا جس کا کھلونا کھو گیا ہے اس اشارا پر عمل کیا گیا۔ اور بچے نے اپنا کھلونا کھونے کی داستان سنائی۔ اسکی روشنی میں عہد حاضرہ کے دو ہیبتناک ملزم گرفتار ہوئے۔ عدالت میں اس اطلاع کا کوئی ذکر نہ آیا جس سے سراغ

ملا تھا۔ کیونکہ اس قصہ کو بیان کرنے یا گمنام چٹھی کو پیش کرنے کی کوئی ضرورت محسوس نہ ہوئی۔ لیکن
اگر یہ اطلاع نہ ملتی تو ممکن ہے کہ اس جرم کا شمار بھی لنڈن کے اسراروں میں ہوتا۔ پیشہ ور مجرمِ
پر شاذ ہی شک کیا جاتا ہے۔ جہاں تک ممکن ہو سکے اسے حکام سے ملنے یا خط و کتابت
کرنے کا موقع نہیں دیا جاتا۔ کبھی کبھی کسی جانہار گروہ کو مغالطہ میں ڈالنے کے لئے جاسوس
کو بھی ملزموں کے ساتھ ہی گرفتار کر لیتے ہیں۔ لیکن بعد ازاں ناکافی شہادت کی بنا پر اُسے
چھوڑ دیا کرتے ہیں۔

اعمال انسانی کا مطالعہ کرنے والے کے لئے پیشہ ور مجرموں کی نسبت دیانتدار لوگ زیادہ تر
دلچسپ ہیں۔ جو حفظِ ایمان کی خاطر ان جرائم کی اطلاع نہیں دیتے جن کے ارتکاب کا انہیں علم
ہوتا ہے۔ رومن کیتھلک پادری اِن باتوں کو کہیں ظاہر نہ کرے گا۔ جو اسے کسی شخص نے کفارۂ
گناہ کے لئے بتائی ہوں۔ اور ان پر مذہبی اقبال کی مہر لگی ہو۔ لیکن کبھی ایسا اتفاق ہوتا ہے۔ کہ
پھر اُٹسٹنٹ، پادریوں مکتی فوج کے کارندوں ڈاکٹروں اور نرسوں کو جانگداز رازوں کا علم
ہو جاتا ہے۔ چند سال ہوئے مکتی فوج کے ایک افسر کی اس حرکت پر اخبارات میں بہت گرما گرم
بحث ہوئی۔ جس کے پاس ایک تائب نے ایک جرم کا اقبال کفارۂ گناہ کے لئے کیا۔ اور اُس
نے فوراً پولیس کو خبر کر دی۔ بعض لوگوں کا خیال تھا۔ کہ افسر نے جو کچھ کیا اچھا کیا۔ مگر بعض کہتے
تھے۔ اقبال ایسی حالت میں کیا گیا تھا۔ کہ اس کا افشا روا جب نہ تھا۔

جب اسرائیل لپ سکی کو ایک یہودن کے قتل کی علت کی بنا پر سزائے موت ملی۔ تو لوگوں کو اسکی مجرمیت
میں شک تھا۔ اور امید کیجاتی تھی۔ کہ اسکی سزا معاف ہو جائیگی۔ ایک رُوسی راہب جس کے پاس
لپ سکی نے اقبال جرم کیا تھا۔ اُسوقت تک خاموش رہا۔ جبتک کہ معافی سزا کی درخواست ہوم
سکرٹری نے مسترد نہ کر دی۔ راہب جانتا تھا کہ یہ شخص مجرم ہے لیکن اسے یقین تھا کہ وہ اسکے
اقبال کو اس کے خلاف استعمال کرنے کا حق نہیں رکھتا۔ بہت سے اسراروں کے راز جن کی تفتیش
میں پولیس ناکام رہی۔ ایسے مرد اور عورتوں کو معلوم ہوتے ہیں۔ جو کسی نہ کسی وجہ سے ان کے

اظہار میں تامل کرتے ہیں بعض دفعہ خاموشی کا باعث قرابت داری ہوتی ہے۔ کیونکہ کوئی بیوی اپنے خاوند کو اور کوئی والدین اپنی اولاد کو انکشاف حال کرکے سزا لئے قصاص دلانا گوارا نہیں کرتے۔ اسلئے وہ اس نفرت انگیز راز کو سینہ میں چھپائے پھرتے ہیں۔ اور ہمیشہ اس اندیشہ سے بے چین رہتے ہیں۔ کہ مبادا کبھی یہ بات طشت از بام ہو جائے۔ لیکن اکثر مجرم ایک نہ ایک دن مخبروں کی بدولت گرفتار ہو ہی جاتے ہیں۔ پبلک کو اس بات کی خبر نہیں کہ کتنے مجرم محض مخبروں کے ہاتھوں سزا پاتے ہیں۔ خواہ کچھ بھی ہو پولیس مخبر کو ظاہر نہیں کرتی۔ کیونکہ جب مخبر ایک دفعہ عدالت میں شہادت دینے کے لئے پیش ہو جائے۔ تو بحیثیت آلہ سراغرسانی اسکی تمام وقعت خاک میں ملجاتی ہے۔ یہ قاعدہ اس لئے ازبس ضروری ہے کہ جب کبھی ایسے جرم کا ارتکاب ہو جیسے کسی پیشہ ور مجرم کا کام تصور کیا جائے۔ تو محکمہ تفتیش جرائم کو معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ ان لوگوں کے حالات کے متعلق جن کا اس جرم سے تعلق ہو سکتا ہے۔ کہاں سے قابل اعتبار اطلاع ملسکتی ہے۔ پولیس کے رجسٹروں میں جن مجرموں کے نام درج ہیں۔ ان میں شاید ہی کوئی ہو جس پر اسکا کوئی ہم پیشہ تعینات نہ ہو۔ جو کہ حسب ضرورت اس کے حالات کی پولیس کو خبر دیتا ہے ؎

صرفِ زر کے اسرار

کہتے ہیں کہ دُنیا کے ایک حصّہ کو کچھ خبر نہیں ہوتی۔ کہ اُسکے دُوسرے حصّہ میں کیا ہو رہا ہے لیکن اگر آپ اس مقولہ پر ذرا غور کریں۔ تو آپ کو تعجب ہوگا۔ کہ اس کے بنانیوالے نے کس طرح ایک پیش پا اُفتادہ بات کو بطور ایک جدید قول کے پیش کرنے کی جرأت کی۔ کیونکہ دُنیا کا دُوسرا حصّہ تو بجا بہُت کم لوگوں کو یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان کے ہمسائے میں کیا ہو رہا ہے ممکن ہے کہ وُہ بخیال خود اپنے آپ کو واقف کار سمجھتے ہوں۔ لیکن اِن کا یہ زعم سراسر باطل ہے۔ ہر وسیع شہر کا سب سے بڑا اسرار یہی ہے کہ کس طرح یہ تمام لوگ روزی پیدا کرنے پر قادر ہیں اگر آپ کام سے قطع نظر ایکدن لنڈن کی زندگی کی سیر کریں۔ تو آپ یہ دیکھ کر حیران ہو جائیں کہ کس طرح ہزارہا آدمی لاکھوں روپے صرف چند لمحوں کی تفریح کے لئے خرچ کر رہے ہیں۔ یہ کون لوگ ہیں۔ جو کام کاج کے گھنٹوں میں گھوڑ دوڑ۔ کرکٹ میچوں۔ تھیئٹروں۔ نمائشوں اور محافلِ رقص و سرود میں ہزاروں کی تعداد میں جمع ہیں۔ جب کبھی لارڈ گرونڈ میں مجھے کرکٹ میچ دیکھنے کا اتفاق ہُوا۔ تو اِس قدر لوگوں کو کام کے دن جمع دیکھ کر میرے تعجب کی کوئی حد نہ رہی۔ اور میں یہ نہ سمجھ سکا کہ انہیں اتنی فرصت کس طرح میسّر ہوئی۔ اور ان سے بعض نے ٹکٹ کی قیمت کیسے ادا کی۔ یہ کہنا شاید مبالغہ معلوم ہو کہ بعض تماشائی کرکٹ میچ دیکھنے کے لئے روپیہ پانے کے واسطے جرم کا ارتکاب کرتے ہیں۔ لیکن چند سال ادھر کی بات ہے کہ دو بچوں نے کرکٹ میچ دیکھنے کے لئے ٹکٹ خریدا اور احاطہ میں داخل ہو گئے۔ خوب سیر کی۔ بڑی ہٹوں پر جی بھر کر تالیاں پیٹیں اور شام کو گھر لوٹے۔ تو اُسی کمرہ میں

پڑ کر سو گئے۔ جس میں اُن کی ماں کی لاش پڑی تھی۔ کچھ دنوں کے بعد چند شبہات کی بنا پر انہیں گرفتار کیا گیا۔ اور تب اُنہوں نے اقبال کیا۔ کہ اُن کی ماں بستر مرگ پر پڑی تھی۔ اور اُنہوں نے چند روپیوں کے لیے اُسے ہلاک کر ڈالا۔ اس روپے کی بدولت اُنہوں نے کرکٹ میچ میں رنگ رلیاں منائی تھیں۔ اس خیال کو کرکٹ سے منسوب کرنا بہت نازیبا ہے۔ مگر اس کا سراغ کرکٹ گراونڈ سے باہر ہی ملتا ہے۔ میرے پاس ایک مشہور گراونڈ مین کی آخری چٹھی ہے۔ جو اُس نے پھانسی پانے سے ایک رات پہلے لکھی تھی۔ اس چٹھی کے آخری الفاظ جو دستخط کرنے کے بعد لکھے گئے ہیں۔ یہ ہیں "کرکٹ کو بند کر دو"۔ ان لڑکوں کو اُچھلتے کودتے دیکھ کر کون کہہ سکتا تھا۔ کہ وہ سیدھے اپنی ماں کے خون سے ہاتھ لال کر کے آرہے ہیں۔ اس بدقسمت گراونڈ مین کو جان پر بال کرتے دیکھ کر کیسے یہ وہم ہو سکتا تھا کہ وہ ایکدن اپنی ماں اور بیوی کو قتل کرنے کی علت میں پھانسی پائیگا۔ کرسل پیلیس کے ایک فٹ بال میچ کے تماشائیوں میں الفریڈ سٹریٹین۔ نقاب پوش قاتل بھی تھا اُس نے گاڑی کا کرایہ اور میچ کا ٹکٹ اسی روپیہ سے ادا کیا جو اُس نے مسٹر اور مسز فیبٹر کو قتل کر کے حاصل کیا تھا۔ کسی تھیٹر۔ میوزک ہال اور گھوڑ دوڑ کی چہل پہل میں ہمیں کبھی بھول کر خیال نہیں آتا۔ کہ اس ہجوم میں بعض لوگ وہ روپیہ خرچ کر رہے ہیں۔ جو کسی کی جان لیکر حاصل ہوا ہے۔ اس مشہور ہوٹل میں شرفا لنڈن کا رات دن جماو رہتا ہے۔ جب ہم اندر داخل ہوتے ہیں۔ تو اُنہیں لوگوں کے ایک مجمع پر ہماری نظر پڑتی ہے اور ہمارا دل اُن کے شان و شکوہ سے مرعوب سا ہو جاتا ہے۔ اُن کے چلن پر شبہ کرنا مضحکہ خیز معلوم ہوتا ہے بلکہ جتنا غور سے دیکھو اُن کی شرافت کا سکہ دل پر بیٹھتا ہے اور ہمارا دل اس یقین سے معمور ہو جاتا ہے کہ یہ سب زر حلال خرچ کر رہے ہیں۔ لیکن کوئی مجھ سے پوچھے تو بتاؤں کہ اِن میں نصف درجن کے قریب حضرات ایسے ہیں۔ کہ جنکی ذات صرف زر کا ایک مجسم اسرار ہے مجھے دیکھتے ہی ایک لمبا سا سپاہی زادہ لپک کر میری طرف آتا ہے اور بڑے تپاک سے مصافحہ کرتا ہے۔

اب بھلا ایک بھرے مجمع میں کیسے کہوں کہ صاحب معاف فرمائیگا میں نے آپ کو پہچانا نہیں۔ وہ میرے دل کی بات پا جاتا ہے اور قہقہہ لگا کر کہتا ہے۔ "تو یوں کہیئے آپ مجھے بھول گئے حضرت میں ہوں سر — پبلک کلب میں اکثر نیاز حاصل ہوا کرتا تھا۔ اب تو آپ نے ادھر کا راستہ ہی چھوڑ دیا" میں دانت نکال کر کوئی رسمی جواب دیکر دوسری طرف چلا جاتا ہوں مگر میرا دل گواہی دیتا ہے کہ یہ میرا جان پہچان ضرور ہے اور اگر یہ وہی سر ہے جس کا مجھے دھیان آتا ہے تو میرے حافظہ میں اس کا کوئی اچھا نقش موجود نہیں۔ ہاں ہاں خوب یاد پڑا۔ لاحول ولا قوۃ کس مردک سے ملاقات کی۔ کوئی جانتا ہوگا تو کیا کہیگا۔ آپ کے ہمراہ ایک نوخیز ماہ جبین ہے جس کے بشرے پر وجاہت اور امارت کے آثار پائے جاتے ہیں میں اپنے ایک دوست سے جو اس ہوٹل میں قیام رکھتے ہیں۔ جا پوچھتا ہوں کہ آیا وہ سر کے حالات بتا سکتے ہیں۔

"سچ تو یہ ہے کہ میں نے اسکے حالات دریافت کرنیکی طرف کبھی توجہ ہی نہیں کی۔ ہاں اتنا کہہ سکتا ہوں کہ پرسوں اسی خاتون کے ساتھ بیٹھا تھا۔ کہ کرنل سر آگئے۔ ان سے بھی آپکی طرح بڑی بے تکلفی سے ملا۔ کرنل سر کچھ کھوئے سے گئے اور میرے کان میں کہنے لگے کہ یہ کون ہیں قسم لے لو جو آج سے پہلے کبھی شکل بھی دیکھی ہو"

دو ہفتوں کے بعد یہ طلسم ٹوٹا۔ اور سر زیر حراست کشاں کشاں تھانہ میں لائے گئے۔ تو یہ راز کھلا کہ آنجناب سر ہیں نہ سر کے بھائی بلکہ ایک چھٹے ہوئے عصمت آزما عیار ہیں۔ دکانداروں اور بھولی بھالی لڑکیوں کو پھانسنے کے لئے یہ جعلی خطاب دام تزویر بنا رکھا ہے اور اس دم تک چھ دکانداروں کو موس کر کھا گیا ہے۔ دو عورتوں سے شادی کرکے ان کے مال و متاع کو شیر مادر سمجھ کر ہضم کر چکا ہے اس کا طریق عمل یہ تھا کہ جن لوگوں پر اس نے ہاتھ صاف کرنا ہوتا انہیں اپنے ہمراہ اچھے اچھے ہوٹلوں میں لیجاتا تھا۔ وہاں جو کوئی بڑا آدمی آنکلتا تو بغیر پہلی جان پہچان کے اس سے یار ان بے تکلف کی طرح ملاقات کرتا۔ بلکہ اگر موقعہ ملجاتا

تو اِدھر اُدھر کی باتیں چھیڑ دیتا تھا۔ اِس طرح اسکے وہ مہمان ایسے صاحب عز و جاہ سمجھ کر اسکے حلقہ میں آجاتے جنہیں وہ ہوٹل میں مدعو کر کے لاتا تھا۔

یہ کوئی انوکھی چال نہیں۔ پولیس کے ایک ذی مرتبہ عہدہ دار نے مجھ سے بیان کیا کہ کسطرح اس پرانی ملاقات کی چال کسے ئے اسے منتخب کیا گیا تھا۔ ایک شریف وضع کا شخص ایک ہوٹل میں آیا۔ اور اُس نے عہدہ دار مذکور سے بڑے تپاک سے ہاتھ ملایا۔ اور کہنے لگا کہیئے مزاج کیسے ہیں۔ مجھے اُمید ہے اب مسز ۔۔۔۔ رو بصحت ہونگی۔ اُن دنوں عہدہ دار کی بیوی بہت علیل تھی۔ اس سے اِس سوال نے اسے شش و پنج میں ڈالدیا۔ اور اس نے خیال کیا کہ یہ کوئی پرانا ملنے والا ہے جسے اُس نے شناخت نہیں کیا عہدہ دار اس سے چند منٹوں تک اِدھر اُدھر کی باتیں کرتا رہا پھر وہ دوسری میز پر چلا گیا۔ اِس ملاقات کے بل پہ اُس نے ایک شخص سے جو اس ملاقات کا شاہد تھا ۵۰۰ پونڈ اُڑا لئے۔ کیونکہ اُس نے یہ خیال کیا کہ ایک عہدہ دار پولیس کا اتنا بے تکلف دوست بدمعاش نہیں ہو سکتا۔

۔۔۔۔ مگر ہمیں اِس ہوٹل کی سیر کرنا چاہیئے۔ جس میں میری ملاقات جعلی بیرونٹ سے ہوئی تھی۔ دُوسرا ایک کونے میں تین خوش پوشاک شخص ایک میز کے گرد بیٹھے باتیں کر رہے ہیں۔ وہ بیش قیمت تمبا کو پی رہے ہیں۔ اور بہترین برانڈی اُن کے گلاسوں میں جھلک رہی ہے۔ ایک لیڈی پُر تکلف لباس پہنے اُن کے پاس آتی ہے گو اُسکا شباب گذر چکا ہے اور اُس کا جسم کسی قدر بھاری ہو گیا ہے مگر ہنوز اُسکی شکل نظر فریب ہے وہ مراسم اخلاق میں ماہر معلوم ہوتی ہے تینوں سر و قد کھڑے ہو کر آداب بجا لاتے ہیں۔ اور اُسے کونٹس کہکر مخاطب کرتے ہیں۔ یہ سب باتوں میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ مگر بہت آہستہ آہستہ کلام کرتے ہیں۔ جیسا کہ پبلک جگہوں پر شرفا کے باتیں کرنے کا طریق ہے۔ یہ تینوں شخص چھٹے ہوئے بدمعاش ہیں۔ ایک تو تاش لگانے میں کمال رکھتا ہے۔ دُوسرا دھمکا کر روپیہ حاصل کرنے میں اُستاد ہے۔ تیسرا وکیل ہے جس کا نام ابھی تک وُکلا کی فہرست سے خارج نہیں ہوا۔ یہ لیڈی

بھی اسی قسم کی کونٹس ہے ممکن ہے کہ کبھی اسکی کسی نام نہاد کونٹ سے شادی ہوئی ہو۔لیکن آج کل وہ پیشہ ور دلہن ہے۔ اس وکیل نے اسکے نقض معاہدہ نکاح کے تین مقدمات بغیر عدالت میں جانے کے طے کرائے ہیں۔ ان عظیم الشان دعوتوں میں جو یہ لیڈی اکثر دیا کرتی ہے یہ تینوں بدمعاش اس کے بیحد کار آمد ثابت ہوئے ہیں۔ یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ وہ ان جانوروں کو لوا لاتے ہیں جنہیں کونٹس الّو بنانا چاہتی ہے۔

— ان دنوں میں جب واڈہی وائل تھیٹر میں برلسک (مذاقیہ ڈراما) کھیلنے جاتے تھے ایک مشہور ایکٹرس نے ایک نوجوان سے شادی کا اقرار کیا۔ جو اسے تحفہ تحایف دینے میں کمال فیاضی کا اظہار کرتا تھا۔ شاید ہی کوئی ہفتہ گذرتا ہو جس میں وہ کوئی قیمتی زیور ایکٹرس مذکور کی نذر نہ کرتا ہو۔ برلسک کے مصنف مسٹر رابرٹ کو اس نوجوان کے اس قدر جلد اس پایہ کا امیر کبیر ہونا اچنبھے کی بات معلوم ہوا۔ کیونکہ وہ اسے ان دنوں سے جانتا تھا۔ جب وہ ایک دکان پر کام کرتا تھا۔ مسٹر رابرٹ نے نوجوان ایکٹرس کو مشورہ دیا کہ اس شخص سے شادی کرنے سے پہلے اسکی آمدنی اور حیثیت کے متعلق اپنا بخوبی اطمینان کرے لیکن ایکٹرس کو اس مشورہ پر عمل کرنے کی ضرورت نہ پڑی۔ کیونکہ اسبات کے دوسرے دن ہی وہ شام کے وقت سٹیج کے دروازہ پر گرفتار ہوگیا۔ اس پر یہ الزام لگا کہ اس نے ۱۵ ہزار پونڈ کے جعلی بل بناکر وصول کئے ہیں جن دنوں ایکٹرس کو امیرانہ تحفے دیتا تھا۔ اسکی جایز آمدنی ۳ پونڈ ہفتہ وار تھی۔ ایکٹرس نے تمام زیورات جو اسنے نوجوان سے لئے تھے۔ پولیس کے حوالہ کردئیے۔ عدالت میں ان کی قیمت کئی ہزار پونڈ پڑی۔

— کسی ایسے چور کا جو پولیس کا جانا پہچانا ہو یکایک روپیوں میں کھیلنے لگنا ہمیشہ اس کے کان کھڑے کردیتا ہے۔ ایسے شخص کے لئے لازم ہے کہ اپنے محلہ میں حصول دولت کو کسی پر ظاہر نہ ہونے دے۔ اسلئے وہ کسی بڑے سکہ کا خوردہ لینے سے بھی کتراتا ہے کہ مبادا کوئی جاسوس بھانپ جائے۔ لیکن لنڈن میں ایک ایسی جماعت بھی موجود ہے جس کے

پاس ہمیشہ روپے کی فراوانی رہتی ہے - اور وہ کھلے بندوں ناجائز وسائل سے حاصل کیا ہوا روپیہ خرچ کرتے پھرتے ہیں جعلی خیراتی کاموں کے لئے چندہ جمع کرنے والوں میں ہر طبقہ کے لوگ پائے جاتے ہیں۔ خوش وضع مرد و زن جن کے اخلاق اور تعلیم پر کوئی حرف نہیں رکھ سکتا - اس جعلسازی کی بدولت امیرانہ زندگی بسر کرتے ہیں - ان کا کوئی پیشہ یا ذریعہ معاش نہیں - اور ہر ایک پیسہ جو وہ خوراک - کپڑوں اور کرایہ پر خرچ کرتے ہیں جھوٹے بہانوں سے کمایا ہوا ہوتا ہے - لیکن صرف وہی جو بڑے پیمانہ پر دھوکا دیتے ہیں - اس طرح گلچھرے اڑا سکتے ہیں -

جب گریٹ ناروِرن ریلوے کے ایک ڈائرکٹر نے ایک لارڈ کو ایک ایسے شخص سے ہاتھ ملاتے دیکھا جسے وہ جانتا تھا کہ ریلوے کے دفتر میں ایک معمولی کلرک ہے تو اسکے تعجب کی کوئی حد نہ رہی - اور زیادہ تعجب اسے لارڈ مذکور سے یہ معلوم کرکے ہوا کہ یہ کلرک لنڈن میں پر تکلف دعوتیں دیا کرتا ہے -

اس اتفاقیہ ملاقات نے ایک مشہور سلسلہ جعل کو بے نقاب کیا - اور بیدریغ روپیہ خرچ کرنے کا راز منکشف ہو گیا - جب ایک خوش پوش شخص نے کارنوال پولیس سٹیشن کا دروازہ کھٹکھٹایا -

——میں بیس سال سے ایک شخص کو جانتا تھا جسکی وسیع حلقہ ملاقات میں خاص قدر و منزلت کی جاتی تھی - وہ ظاہری شان و شوکت کا دلدادہ نہ تھا - مگر اس کا مکان عجائبات کا خزانہ تھا - وہ نادر تصاویر جمع کرنے پر پانی کی طرح روپیہ خرچ کرتا تھا - اور فیاضی میں وقت کا حاتم تھا - وہ ایک خیراتی انجمن کا سکرٹری تھا - لیکن عوام کا خیال تھا - کہ وہ محض اسلئے یہ کام کرتا ہے - کہ اسے اس تحریک سے خاص انس ہے اگرچہ اسکی تنخواہ کم تھی - مگر اسکی کیا پروا - اس نے ایک مالدار عورت سے شادی کرکے کافی دولت حاصل کرلی تھی - یہ شادی اس نے ۲۵ سال کی عمر میں کی تھی - اب وہ ساٹھ سال سے تجاوز

کر چکا تھا۔ ایکدن وہ اپنے احباب کی دعوت میں مشغول تھا۔ کہ کسی نے اُسے بُلایا۔ اور پھر وہ لوٹ کر نہ آیا۔ اِس کے ایک منٹ بعد اُسکی بیوی کی طلبی ہوئی۔ اور وہ بھی واپس نہ آئی۔ مہمان کچھ دیر حیران بیٹھے رہے اور وہ اور بھی حیران ہوئے جب ایک نوکر نے یہ پیغام دیا کہ مسٹر ـــــ کو ایک ضروری کام پیش آ گیا ہے۔ اور وہ مجبور ہیں کہ اپنے احباب سے چلے جانے کی درخواست کریں۔

دُوسرے دن یہ خیراتی انجمن کا مالدار سکرٹری پولیس کی عدالت میں کھڑا تھا۔ اور شام کو جو اخبار نکلے۔ اُن میں درج تھا۔ کہ اس پر یہ الزام لگایا گیا ہے۔ کہ اس نے چند سالوں میں انجمن کے خزانہ سے ۶۰ ہزار پونڈ سے زیادہ رقم غبن کی ہے۔ دورانِ مقدمہ میں ظاہر ہُوا۔ کہ وُہ اِس عورت کا جس سے اُس نے شادی کی۔ ولی تھا۔ جب عورت کا تمام روپیہ صرف میں لاچکا تو اِس جرم کو چھپانے کے لئے اُس سے شادی کرلی۔

ـــــ ایک صاحب جن سے میری دُور کی صاحب سلامت تھی۔ گھوڑ دوڑوں اور دیگر اس قسم کے جلسوں میں شریک ہونے میں کبھی ناغہ نہ کرتے تھے۔ اُن کی داستان عجیب اور اُن کا ذریعہ معاش اِس سے بھی عجیب تھا۔ اگر کسی گھوڑ دوڑ کے میدان میں آپ کی سونے کی گھڑی۔ ہیرے کی پن یا کوئی اور قیمتی چیز کھو جائے۔ تو اِن ذاتِ شریف کے ذریعہ تھوڑا سا نذرانہ ادا کرنے پر دستیاب ہو سکتی ہے۔ ایک دن رات کیوقت میں نے اُسے ایک قمار خانہ کے گرد منڈلاتے دیکھا۔ بہت تباہ حال معلوم ہوتا تھا۔ اِس واقعہ کے ایک سال بعد دیکھا تو امیرانہ ٹھاٹھ تھے۔ دِن بھر میں تین چار دفعہ پوشاک تبدیل ہوتی تھی۔ مانٹی کارلو میں اسکے اسراف کی دھوم تھی۔ بڑے بڑے ہوٹلوں کے انتظام پر ناک بھوؤں چڑھاتا تھا۔ اِس کے دو سال بعد ریلوے گاڑی میں دیکھا اور گفتگو سے معلوم ہُوا۔ کہ سرما بسر کرنے کے لئے مصر جا رہے ہیں۔ تبدیلیٔ قسمت گھوڑ دوڑ میں قسمت کی یاوری کے طفیل نہ تھی۔ بلکہ اس وقت معقول اور پختہ آمدنی کی صورت

بنگلی تھی اسکا ستارہ اُس دن پھرا۔ جب ایک گمشدہ پاکٹ کی تلاش اُس کے سپرد ہوئی۔ جو ایک ازبس متمول نوجوان کے کمرے سے جاتی رہی تھی۔ پاکٹ بک دستیاب ہوگئی۔ تو کرنسی نوٹ اس میں سے نہ نکلے۔ مگر ایک چٹھی جو اس میں رکھی گئی تھی۔ موجود تھی۔ خدا جانے اس میں کیا راز تھا۔ جس کی دستیابی کے صلہ نے ایک فاقہ کش کو امیر کبیر بنا دیا۔

—— ایک شخص جو اوائل عمر میں اچھا دستکار تھا۔ اور معقول پیسے کما لیتا تھا۔ بری صحبت میں پڑ کر پیشہ ور نقب زن بن گیا۔ ایکدن صبح کاذب کے وقت وہ ایک محل میں جا گھسا جس کا مکین کہیں دعوت پر گیا تھا۔ وہ کہیں چار بجے صبح واپس آیا۔ تو کیا دیکھتا ہے۔ کہ نقب زن کھانے کے کمرے میں رونق افروز ہے۔

صبح ہوئی تو نقب زن اپنے کرایہ کے مکان میں پہنچا۔ جہاں وہ اپنی بیوی کے پاس رہتا تھا۔ اندر جاتے ہی اُس نے مٹھی بھر طلائی سکے بیوی کی جھولی میں ڈالے اور اُسے کہا کہ بازار جاکر اچھے اچھے کپڑے خریدے اور ایک خاص جگہ پر اُسے ملے۔ وہاں سے میاں بیوی ایک عالیشان مکان کی طرف گئے اور وہاں طرح اقامت ڈالی۔ مکان سازوسامان کی کثرت سے پری بنا تھا۔ نوکر چاکر موجود تھے۔ اور لوگ نقب زن کو بڑا بھاری تاجر خیال کرتے تھے جس نے بہت سا روپیہ پیدا کرکے آرام کی خاطر کاروبار ترک کر دیا ہے کس طرح اُن کے دن پھرے کیسے ایک نقب زن جو سوکھے ٹکڑے کو محتاج تھا۔ اوروں کی پرورش کا کفیل بن گیا۔ کسطرح جھونپڑے کے خواب کی تعبیر ایک محل نکل آیا۔ اسکا راز مذکورہ بالا نقب زنی کے دوران میں صاحب محل سے ملاقی ہوتا تھا۔ یہ شخص ۷۰ سال کی عمر کا تھا اور جنوبی افریقہ سے بے اندازہ روپیہ کما کر لایا تھا۔ جب اسنے ایک نقب زن کو اپنے مکان پر دیکھا تو جھٹ اُسکا ٹینٹوا دبا کر چھاتی پر چڑھ بیٹھا۔ لیکن جب حملہ آور کے منہ پر روشنی پڑی تو نقب زن خوف سے نہیں۔ بلکہ تعجب سے پکار اُٹھا "او جیک"!

اس کے پانچ منٹ بعد دونو نہایت اطمینان سے باتیں کر رہے تھے۔ بیس سال ہوئے

یہ دونو جیل میں ملے تھے۔ جہاں ایک کسی جوہری کی دُکان میں سیندھ لگانے کی علت میں اور دُوسرا اپنے مالک کے روپیہ غبن کرنے کے جرم میں سزا بھگت رہے تھے۔ جیل میں اُن کی گاڑھی چھنتی تھی۔ اور جیل سے نکلنے کے بعد بھی کچھ مدت تک اُن کے تعلقات محبانہ رہے نقب زن نے تو اپنی روش نہ بدلی۔ لیکن کلرک چند عزیزوں کی امداد سے جنوبی افریقہ چلا گیا۔ چونکہ اُسکی نقل و حرکت پولیس کی زیر نگرانی تھی۔ اسلئے جب وہ بغیر اجازت کے افریقہ سے آ گیا۔ تو واپس آنے پر گرفتاری کا مستوجب تھا۔ اس وجہ سے اُس نے افریقہ پہنچکر اپنا نام بدل ڈالا۔ اور اس نئے نام سے کروڑپتی بن گیا۔ یہ ممکن نہ تھا کہ پولیس اتنے بڑے امیر کبیر کو سابق سزا یافتہ ملزم سمجھتی۔ اس لئے وہ پولیس کی زد سے باہر تھا۔ مگر صرف اُس دن تک جبتک کہ نقب زن نے اُسے شناخت نہ کیا تھا۔ پس نقب زن کا منہ زر کثیر سے بھر اگیا۔ اور اس طرح سابق نقب زن ایک ذی عزت شہری کی زندگی بسر کرنے لگا۔

اس طرح کی رشوت ستانی بدمعاشوں میں عام ہے اور متعدد زن و مرد موجود ہیں جنکی گذران کا حصر خاموش رہنے پر ہے ؂

باب یازدہم

نامعلوم حشر

ہر سال عورتوں اور مردوں کی ایک معقول تعداد اچانک اپنے گھروں ۔تفریح گاہوں اور عزیز و اقارب کے حلقہ سے گم ہو جایا کرتی ہے ان کی گم گشتگی کی نہ کوئی وجہ ہوتی ہے نہ سبب ۔ انہیں بعض گم گشتگیوں پر اسرار کا پردہ پڑا رہتا ہے ۔شاید ہی کوئی ہفتہ گذرتا ہو جس میں اخبارات میں "پُراسرار گم گشتگی" کی سُرخی نظر سے نہ گذرتی ہو ۔کبھی کبھی گمشدہ شخص ادھیڑ عمر کا عیالدار ہوتا ہے لیکن اکثر کوئی نوجوان بھی مفقوُد الخبر ہو جاتا ہے آجکل ان گم گشتگیوں کے کثیر حصّہ کا اخبارات کی عنایت سے جلد پتہ چل جاتا ہے کیونکہ وہ بالتزام مفقوُد الخبر شخص کا فوٹو شایع کرتے رہتے ہیں ۔کوئی نوجوان عورت لنڈن کے مرکز سے گم ہو جاتی ہے ۔لیکن چند دن کے بعد دُنیا کو معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ فلاں جگہ مزے سے زندگی بسر کر رہی ہے ۔گم ہونیوالے کے کُنبہ کے لئے یہ راز کوئی راز نہیں ہوتا ۔بعض صورتوں میں سَودا کا زور ۔بعض میں کوئی خانگی شکر رنجی اس بیہودہ حرکت کا پیش خیمہ ہوتی ہے ۔معشوق کی بیوفائی یا گھر کی بے چین زندگی بھی اس فعل کا موجب ہو جاتی ہے ۔یہ روزمرّہ کی معمُولی گم گشتگیاں بچوں کے کھیل سے زیادہ وقعت نہیں رکھتیں لیکن ان گم گشتگیوں کی تعداد جن پر پُراسرار کا لفظ صادق آتا ہے ۔ان سے بھی زیادہ ہے ایک شخص دیکھتے دیکھتے مجلس حیات سے نکل جاتا ہے ۔ابھی وہ یہاں موجود تھا اور ابھی اُسکا کچھ پتہ نہیں ۔یا اسکا گم ہونا مداری کے کھیل کے مشابہ ہوتا ہے اور کسی بات سے یہ ظاہر نہیں ہو سکتا کہ وہ شخص اپنی خوشی سے کہیں چلا گیا ہے بہت سے آدمیوں کے

دل میں یہ خیال آتا ہے کہ کہیں نکل جائیں۔ اور ان آئے دن کے تردّدات اور ناخوشگوار مشکلات سے نجات ملے مگر عموماً ایسے واقعات رُونما ہو جاتے ہیں۔ جو اس ارمان کو نکلنے نہیں دیتے۔ ہمارے پاؤں میں علائق زندگی کی ایسی زنجیر پڑی ہے۔ جو ہمیں ہلنے نہیں دیتی۔ اور اگر ہم اس زنجیر کو توڑنے کی کوشش کریں۔ تو مشکلات کا ایسا پہاڑ ٹوٹ پڑتا ہے۔ کہ ہمارے ساتھ ہمارے عزیزوں کو بھی سُرمہ بنا دیتا ہے۔

—— ان حادثوں سے جن میں بہت سی جانوں کا نقصان ہوتا ہے اور بے شمار لاشوں کی شناخت نہیں ہو سکتی بعض ایسے اشخاص بچ جاتے ہیں جنہیں ان حادثوں کی آڑ میں روپوش ہونے کی سوجھتی ہے اور وہ پھر اپنے گھر میں قدم نہیں رکھتے۔ اس طرح بہت سے خاوندوں اور بیویوں کی موت پر ماتم کیا جاتا ہے بلکہ اکثر کی یادگار میں نہ صرف قبر ہی بنائی جاتی ہے بلکہ اُسے کتبہ سے بھی مزیّن کر دیتے ہیں۔ حالانکہ وہ حقیقت میں زندوں کی دنیا میں ہوتے ہیں۔ وہ شناخت کے تمام خطرات سے محفوظ نئے ناموں سے زندگی شروع کرتے ہیں۔ اور نئے بال بچوں کے باپ بنتے ہیں۔ زندہ مردہ کا راز ایک دلچسپ مضمون ہے جس پر بہت سے ناول اور ڈرامے لکھے گئے ہیں۔ اس دم تک ایسے اشخاص موجود ہیں جنہوں نے اپنے کانوں سے یہ بات سُنی کہ فونٹ لورا ے (ایک مشہور مجرم) پھانسی پانے کے بعد امریکہ میں زندہ دیکھا گیا۔ اور مدّت تک اس اعجاز کی یہ وجہ بیان کی جاتی رہی کہ مذکورہ بالا بدقسمت ساہوکار نے پھانسی چڑھنے سے پہلے ایک چاندی کی نالی اپنے حلق میں رکھ لی تھی۔

—— مس بریڈن نے اپنے ایک مشہور ناول کی بنیاد اس مقبول عام روایت پر رکھی ہے۔ کہ جان سڈلر۔ ممبر پارلیمنٹ ۔نائب مہتمم خزانہ۔ پریزیڈنٹ لنڈن جائنٹ سٹاک بینکنگ کمپنی اور عہد حاضرہ کے کامیاب ترین دغاباز نے اپنی ایک ہمشکل لاش حاصل کی۔ اور اُسے ہیمپسٹیڈ میں لیجا کر اپنا چاندی کا پیالہ اُس کے پاس رکھدیا جس میں زہر کی تلچھٹ پڑی تھی

اس سے یہ ظاہر کرنا مقصود تھا کہ اُس نے زہر کھا کر خودکشی کر لی ہے۔ یہ شبہ اس طرح پیدا ہوا کہ مفروضہ سڈلر کی نعش ہیمپ سٹیڈ میں عام راستہ سے کچھ فاصلہ پر پائی گئی۔ اس رات بارش ہوئی تھی۔ اور گھاس پانی سے تربتر تھی۔ لیکن متوفی کے بوٹ کے تلے خشک تھے۔ اور اُن پر نمی کا نشان تک نہ تھا۔ سڈلر آدھی رات سے پہلے جبکہ چھاجوں مینہہ برس چکا تھا۔ گھر سے نہ نکلا تھا۔ تو وہ کیسے اپنے کو پانی سے آلودہ کئے بغیر رستے سے گذر کر زہر کھانے کے لئے زمین پر لیٹ سکتا تھا۔ جب تفتیش بعد از مرگ میں بہت سے گواہ مُردہ کو سیڈلر کی نعش شناخت کر چکے۔ تو تین آدمی آ نکلے جنہوں نے بیان کیا کہ اُنہوں نے سڈلر کو بحر اٹلانٹک کے اُس پار دیکھا ہے۔ اس شہادت نے مذکورہ بالا عجیب انکشاف کی یاد تازہ کر دی۔

—— میرے ایک عزیز دوست کی ۱۸ سالہ خوبصورت بیٹی تھی۔ وہ خلش محبت سے ناآشنا اور دیگر تکلیفات سے بیگانہ تھی۔ ایکدن اسکی ماں کو ۷ بجے شام کے کچھ اون کی ضرورت پڑی۔ مکان کے نزدیک ہی پشم فروش کی دُکان تھی۔ لڑکی دو ایک شلنگ لیکر ماں کے لئے اُون خریدنے گئی۔ اُس نے اُون ضرور خریدی۔ مگر لوٹ کر گھر واپس نہ آئی۔ اُس وقت سے آج تک سات سال گذر گئے۔ مگر کسی نے آج تک وہ پیارا چہرہ نہیں دیکھا۔ خدا جانے زمین کھا گئی یا آسمان نگل گیا اُسکی تلاش میں کنوؤں میں بانس ڈالے مگر اُسکا پتہ نہ ملنا تھا اور نہ ملا۔ ایک ہمسایہ نے دُکان کی گلی کی نکڑ پر اُسے گھر جاتے دیکھا لیکن گلی نکڑ اور مکان کے درمیان وہ انسانی آنکھوں سے ہمیشہ کے لئے اوجھل ہو گئی۔

—— ایکدن میرا ایک آشنا جسکا مضافات میں اچھا کاروبار تھا کسی کام کے لئے ایک دُکان کے دفتر میں گیا۔ اس نے کچھ حساب چکایا اور یہ کہہ کر۔ وہ سہ پہر کو آکر مال مطلوبہ اُٹھوا لیجائیگا۔ سیدھا ایک بنک سے چک بھنانے گیا۔ اُسے ایک شخص نے بنک مذکور سے چند قدم کے فاصلہ پر ضرور دیکھا۔ مگر نہ وہ بنک میں گیا نہ اُس نے روپیہ وصول کیا۔ کسی کو معلوم نہیں کہ اُسکا کیا حشر ہوا۔ پندرہ سال تک اسکی بیوہ نے ناامید ہونے سے انکار

انکار کیا۔ وہ ہمیشہ یہی آس کرتی رہی کہ اُسکا خاوند آج نہیں تو کل آجائیگا۔ ہر روز رات کو مکان کا دروازہ بند کرکے وہ گھنٹوں رہ گذروں کے پاؤں کی چاپ پر کان لگائے بیٹھی رہتی۔ یہ باوفا عورت اب تک زندہ ہے۔ تھوڑے دن ہوئے اُس کے بیٹے کا میرے نام خط آیا تھا جس میں تحریر تھا کہ "میرے باپ کی گم گشتگی کا راز ابھی تک نہیں کھلا"۔ یہ نتیجہ نکالنا ناممکن ہے کہ یہ بدقسمت شخص جو خود بھاگنا چاہتا تھا۔ کیونکہ اگر اس قسم کا خیال اُسکے دل میں ہوتا تو وہ ضرور چیک کا روپیہ وصول کر لیتا۔ جو شخص کسی اور جگہ جاکر رہنا چاہے اُسکے پاس روپیہ کافی ہونا چاہیئے۔ پھر جب اُس نے چیک وصول نہیں کیا اور اُس کے کئی دن پہلے تک اُس نے بنک سے کچھ برآمد نہ کیا تھا تو عقل تسلیم نہیں کرتی کہ وہ اپنی رضا سے بھاگا ہو۔ اس لئے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر اُسے ہوا کیا۔ کیا اُسے کوئی باتوں میں لگا کر کسی کوچہ میں لے گیا۔ اور اُسکی گھڑی زنجیر اور جیب کی دیگر کائنات کے لئے اسے ہلاک کرکے اُسکی لاش کو اپنے پُراسرار طریقہ سے ٹھکانے لگا دیا جس طرح آج تک مفقودوں کی نعشیں گم کی جاتی ہیں یا وہ اپنے آپ کو بھول گیا اور اپنے کو کوئی اور شخص خیال کرنے لگا۔ اور انگلستان کے کسی اور حصہ میں اس دوسرے انسان کی حیثیت سے زندگی بسر کرکے پیوند زمین ہوگیا۔ یہ دونوں قیاس عین ممکن ہیں۔ مگر وثوق سے کچھ نہیں کہہ سکتے۔

—— چند سال ہوئے لنڈن کی ایک سفری تھیٹر یکل کمپنی کا منیجر اچانک گم ہوگیا اُس کے حسابات باقاعدہ تھے اور اُس نے ملازموں کو تنخواہ دے کر باقی روپیہ مالک کو پہنچا دیا تھا کمپنی نے ریلوے سٹیشن پر بے سود بہت دیر تک انتظار کیا۔ کسی نے کچھ رائے دی اور کسی نے کچھ۔ غرضیکہ جتنے منہ اُتنی باتیں۔ مگر کسی کا تیر نشانہ پر نہ پڑا اور اُس کا کچھ پتہ نہ ملا۔ ایک رات کو اسی کمپنی کا ایک ایکٹر بہت رات گئے گھر جارہا تھا کہ وہ ایک ہجوم کو دیکھکر ٹھہر گیا۔ یہ آوارہ لوگوں کا گروہ دو شخصوں کے گرد کھڑا تھا۔ جو آپس میں دست و گریبان ہو رہے تھے۔ ایکٹر اُدھر سے لوٹا تو راستہ بھول گیا۔ اور ایک شراب خانہ کے پاس جا

نکلا جس کے دروازے پر ایک گویا پھٹے پرانے کپڑے پہنے سارنگی بجا کر لوگوں سے پیسہ پیسہ بطور خیرات لے رہا تھا۔ ایکٹر نے اس گویے کیطرف غور سے دیکھا تو وہ اچھل پڑا اور اُس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر نام لیکر اُسے پکارا۔ یہ وُہی منیجر تھا۔ جسکی پُر اسرار گمشدگی کا ایکٹروں کی دُنیا میں مُدّت تک چرچا رہا۔

بیچارا اپنی ہستی بالکلُ فراموش کر چکا تھا۔ بہُت عرصہ کے بعد پُرانی گردو پیش کی چیزوں کے بار بار دیکھنے اور خویش و اقربا کی آوازیں سُننے سے اُسکی قوّتِ حافظہ عود کر آئی۔ اور وہ اپنی ہستی کو سمجھا۔

—— بسا اوقات پُر اسرار گمشدگی کا انکشاف عزیزوں کے لئے باعث رنج ہو جاتا ہے۔ ایک اچھے خاندان کا لڑکا قماربازی کے ہاتھوں تباہ ہو کر گھر سے نکل بھاگا اُس کے باپ مسٹر...... نے بہت کوشش کی۔ مگر کچھُ پتہ نہ ملا۔ اس واقعہ کے کئی سال بعد اس نوجوان کا باپ اپنے ایک دوست کے گھر گیا۔ جسے جرُموں کے متعلق حالات بہم کرنیکا بہت شوق تھا۔ اس کے یہاں ایک البم تھا جس میں مشہور قاتلوں اور مقتولوں کی تصویریں رکھی ہُوئی تھیں۔ مسٹر نے البم اُٹھالیا اور ورق گردانی کے دوران میں ایک تصویر پر اُسکی نگاہ پڑی جسنے اُسے سراپا حیرت بنا دیا۔ اُس نے اپنے دوست کو ایک سپاہی کی تصویر دکھا کر پُوچھا "یہ کون ہیں" دوست نے کہا یہ ایک سپاہی تھا جس نے اپنی پلٹن کے سارجنٹ کو گولی کا نشانہ بنایا۔ دوران مقدمہ میں ثابت ہُوا کہ ارتکاب جرُم سے پہلے جنُون کا غلبہ ہو گیا تھا۔ اس لئے اُسے پاگل خانہ بھیجا گیا۔ غمزدہ باپ پاگل خانہ دوڑا گیا اور اُس نے اپنے بیٹے کو مکمل فاترالعقل پایا۔ وُہ فوج میں جعلی نام سے بھرتی ہُوا تھا اور اسی نام پر مقدمہ چلا۔ باپ نے انہی دنوں میں اس مقدمہ کا حال اخباروں میں پڑھا۔ مگر اُسے شک تک نہ ہُوا۔ کہ اُس کے بیٹے کے خلاف قتل کا مقدمہ چل رہا ہے۔

—— بہُت سی پُر اسرار گمشدگیوں کا راز زمین کے نیچے۔ تہ خانوں۔ پکی دیواروں یا غوں

اور کھیتوں میں پوشیدہ ہوتا ہے ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ بہت سے مفقود الخبر انسانوں کی لاشیں اسباب کی کوٹھڑیوں میں گل سڑ رہی ہیں۔

— کوئلوں کی کوٹھڑی میں جو دو سال تک مس ہیکر کی قبر بنی رہی۔ جہاں سے اتفاقاً اسکی لاش برآمد ہوئی۔ مس ہالینڈ کی لاش اب تک پڑی ہوتی۔ اگر ڈوگل لوٹ بیکر بنک نہ جاتا۔ اور گرفتار نہ ہوتا۔ جہاں مس ہالینڈ کے مسروقہ نوٹوں کے نمبر قبل ازیں پہونچ چکے تھے۔

— لنڈن کے ایک مشہور ڈاکٹر کے مکان کی مرمت ہو رہی تھی۔ جب اُس کا فرش اُکھاڑا تو نیچے سے ایک بیحد خوبصورت لڑکی کی نعش برآمد ہوئی۔ جسے کوئی شناخت نہ کر سکا۔ مگر مقتول کی لاش کو گم کرنے کے اور بھی بہت سے طریقے ہیں۔

ولیم سمتھ گم ہو جاتا ہے۔ وہ حسب معمول باہر جاتا ہے۔ اور لوٹ کر گھر نہیں آتا اُسکے نکل جانے کی کوئی وجہ نہیں پائی جاتی۔ اُسے کوئی مشکل درپیش نہ تھی۔ بلکہ وہ اپنے گھر میں خوش تھا۔ ظاہرا وہ اپنے ہمراہ کوئی روپیہ بھی نہیں لے گیا۔ اُسکی تلاش میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا گیا۔ مگر نہ تو وہ زندہ ملا نہ اُسکی نعش دستیاب ہوئی۔ لیکن اسے قتل کر کے پورے رسومات مذہبی سے دفن کیا گیا۔ بلکہ قبر پر کتبہ بھی موجود تھا جس پر کوئی اور نام لکھا تھا۔ واردات یوں ہوئی کہ ایک شخص کو کچھ روپیہ دینا تھا یا کسی شخص کے خلاف اُس نے مقدمہ دائر کرنے کا نوٹس دیا تھا۔ یا کسی اور وجہ سے اُسکی زندگی کا خاتمہ کرنا مطلوب تھا۔ بہر حال کوئی شخص اُسکی جان کا لاگو ہو رہا تھا۔ ولیم سمتھ اپنے دشمن سے ملا وہ خندہ پیشانی سے پیش آیا۔ اپنے گھر لے گیا۔ خاطر مدارات میں بہت مبالغہ کیا۔ یکایک ایک ضرب اُس کے سر پر پڑی اور وہ تیورا کر زمین پر گر پڑا اور گرتے ہی ٹھنڈا ہو گیا۔ اب یہ فکر دامنگیر ہوئی۔ کہ نعش کس طرح چھپائی جائے ایک قبرستان کا محرر جس نے ہوس آف کامنز کے روبرو شہادت دی۔ اس سمہ کو یوں حل کرتا ہے

یہ ظاہر کرنے کے لئے کہ میں واہمہ یا مبالغہ سے کام نہیں لے رہا ہیں رپورٹ کے اصل الفاظ درج کرتا ہوں جو حسب الحکم ہوس آف کامنز ۱۵ اگست اور یکم ستمبر ۱۸۹۳ء کو چھپکر شائع ہوئی۔ یہ شہادت سیلیکٹ کمیٹی کی رپورٹ کے صفحہ ۱۹ پر درج ہے۔ دفن کرنے کے لئے کسی سارٹیفیکیٹ کی ضرورت نہیں۔ لنڈن کے قبرستانوں میں آپ جسے چاہیں۔ بغیر کسی سارٹیفیکیٹ کے دفن کرسکتے ہیں۔ اگر کوئی شخص قتل ہو جائے۔ تو ایسا آدمی آسانی سے ملجائیگا۔ جو بغیر کانوں کان خبر ہونے کے نعش کو دفن کرادے۔

۳۴ —— وہ کس طرح نعش کو سپرد خاک کرے گا۔ میں اسکی مثال دیتا ہوں۔ فرض کیجئے میں تجہیز و تکفین کا انتظام کرنیوالا ہوں۔ اور ایک شخص ولیم سمتھ کی نعش میرے سپرد کی جاتی ہے۔ کہ اُسے کل فنچلے کے قبرستان میں دفن کیا جائے۔ سارٹیفیکیٹ موجود ہے۔ رات کے گیارہ بجے ایک شخص مجھے آکر کہتا ہے "ایک نعش کو میرے سے ٹالنا ہے ۵۰۰ پونڈ حاضر ہے۔ میں اس نعش کو جو فنچلے میں دفن ہونی تھی۔ لیجا کر ولیم سمتھ کے نام سے بغیر سارٹیفیکیٹ دکھائے دفن کراتا ہوں۔ قبرستان والے رجسٹرار سے استصواب کرتے ہیں۔ جو اپنا رجسٹر دیکھ کر اجرائے سارٹیفیکیٹ کی تصدیق کرتا ہے پھر میں اصلی ولیم سمتھ کی نعش الفورڈ کے قبرستان میں لیجاتا ہوں اور اُسے سارٹیفیکیٹ دکھاکر دفن کرا دیتا ہوں۔ اب کسی تحقیقات کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اور دونو لاشیں بڑی خوش اُسلوبی سے دفن ہو جاتی ہیں۔ اس لئے جبتک یہ قانون نہ بنے کہ کوئی نعش بغیر سارٹیفیکیٹ دکھائے دفن نہ کی جائے۔ نعشوں کو دفنانا کوئی مشکل کام نہیں" اس طریقہ سے مقتول کی نعش کو چھپا سکتے ہیں۔ اور مفقود الخبر شخص کے احباب اور عزیزوں کو کچھ پتہ نہیں لگ سکتا۔ کہ اس کا کیا حشر ہوا۔ یہ بات ہمیشہ کے لئے راز رہے گی۔

—— وہ تمام اشخاص جو گم ہو جاتے ہیں۔ اور اُن کی کوئی سن گن نہیں ملتی نئی زندگی شروع نہیں کرتے۔ کیونکہ اُن میں اکثر کے پاس اس کام کے وسایل نہیں ہوتے۔ بعض خودکشی کر لیتے

ہیں۔ اور جو ٹیمز میں ڈوب مرتے ہیں۔ اُن سب کی لاشیں سطح آب پر نہیں آیا کرتیں۔ اور کسی نہ کسی وجہ سے اُن کا نیز نام رک جاتا ہے۔ لیکن خودکشی کا مستور رہنا قاعدہ نہیں۔ استثنیٰ ہے کیونکہ خودکشی کرنے والا نتائج سے بے نیاز ہوتا ہے بلکہ اُسکی تو یہ آرزو ہوتی ہے کہ لوگوں میں اُسکا چرچا ہو۔ اور سب اُس پر آنسو بہائیں۔ ناول اور تاریخ جرائم میں پُراسرار گمشدگی کی وجہ مساوی ہوتی ہے۔ ہاں تاریخ جرائم قدرے شریک غالب ہے۔

—— آجکل جب فوٹوگرافی اور مصوّر سازوں کی گرم بازاری ہے کسی شخص کا مدّت تک روپوش رہنا مشکل ہے۔ صرف مردہ اور مدفون ہی دُور بین نگاہوں سے محفوظ ہیں لیکن باوجود اس کے ایسے اشخاص کے حالات ہمارے پاس موجود ہیں۔ جو مفقود الخبر ہو گئے اور آج تک اُنکے رشتہ دار اُن کی تلاش میں سرگردان ہیں۔ حالانکہ یہ شخص اپنے گھر سے پانچ میل تک نہ گئے تھے۔ جیمز فرگوسن۔ نامور منجم۔ ایک دن اپنی بیٹی کے ساتھ سٹرینڈ میں گھوم رہا تھا۔ وہ ایک دُکان کی آرایش دیکھنے کیلئے کھڑے ہو گئے۔ جب مسٹر فرگوسن نے مڑ کر دیکھا تو اُسکی بیٹی غائب تھی۔ مدت تک یہ بات ایک راز بنی رہی۔ اور بہت سالوں کے بعد یہ عقدہ حل ہوا جبکہ وہ اُسجگہ سے جہاں سے وہ گم ہوئی تھی۔ تھوڑے فاصلہ پر دم توڑ رہی تھی۔ وہ اپنے عاشق سے ملنے کیلئے باپ سے جدا ہوئی۔ اور اُس کے ساتھ بھاگ گئی۔ عاشق نے بیوفائی کی۔ اور یہ بیچاری لڑکی ایکٹرس بننے اور مصنف بننے کی کوشش کے بعد تباہ ہو گئی۔ مرنے سے تین سال پہلے اسنے اپنے کئی عزیز دیکھے مگر کسی نے اُسے نہ پہچانا۔

—— ایک کارخانہ میں دو بڈھے مفلس پندرہ سال سے اکٹھے رہتے تھے۔ ایک دن اُن میں حسب ذیل گفتگو ہوئی۔

ایک نے کہا۔ میری ماں اس گلی میں رہتی تھی۔ وہ بیوہ تھی۔ میں اور میرا بھائی دُکان کرتے تھے۔ ایکدن میرا بھائی غائب ہو گیا۔ اُسوقت اُسکی عمر ۱۷ سال تھی۔ ہم نے پھر نہ اُسکی شکل دیکھی۔ اور نہ آج تک یہ معلوم ہوا کہ اُسکا کیا حشر ہوا۔

دُوسرے نے کہا۔ "کس چیز کی دُکان تھی"۔

"سبزی ترکاری کی"

"تمہارے بھائی کا کیا نام تھا"

"ولیم جونز"

دُوسرا مفلس کھڑا ہوگیا اور اُسکی طرف ہاتھ بڑھاکر بولا۔

"تام عجیب بات ہے ہم دونو بھائی اس کارخانہ میں پندرہ سال سے رہتے ہیں اور ہمیں ایک دُوسرے کی کچھ بھی خبر نہیں۔

پھر اُس شخص نے بیان کیا کہ اُس نے کسی شخص سے کچھ روپیہ قرض لیا تھا۔ اور وُہ اُسے بار بار دق کیا کرتا تھا۔ اُس نے اپنی ماں سے کچھ نہ کہا۔ اور گھر کو خیرباد کہہ کر لنڈن کے اور حصّہ میں کام کرنے لگا۔ وہاں اُس نے شادی کی اور مزے سے رہنے لگا۔ بیوی بچے سب نذر اجل ہوئے بنا بنایا گھر تباہ ہوگیا۔ اور گرتے گرتے اس حد تک پہنچا کہ مفلسی کی بدولت ورک ہوس میں داخل کیا گیا۔

پندرہ سال تک مفقود الخبر شخص اپنے بھائی کے ساتھ ایک ہی مکان میں رہتا رہا اور اُسے کچھ بھی حال معلوم نہ ہُوا۔

باب دوازدہم

خاندانی اسرار

اس زمانہ میں جب لوگ شجاعانہ کارناموں کا دم بھرتے تھے۔ ہر پُرانے محل میں ایک خفیہ کمرہ ضرور ہوا کرتا تھا۔ کسی قلعہ کے کھنڈرات کی سیر کرو۔ کسی رئیس کے مستقر کو دیکھنے جاؤ تو پہلی چیز جو آپ کی توجہ کو کھینچے گی وہ کمرہ ہے جو ضرورت کے وقت کسی چیز یا انسان کو چھپانے کے لئے کام میں لایا جاتا تھا۔ تاکہ آنے جانیوالوں کی نظر اس پر نہ پڑے۔

ان خفیہ کمروں سے بعض ابتک موجود ہیں۔ اور ان کے مالک اس ملک پر نازاں ہیں۔ جو خادمہ آپ کی اس محل میں جس محل میں یہ خفیہ کمرہ واقعہ ہے رہنمائی کریگی۔ وہ طوطے کیطرح اس ہیبتناک واقعہ کا ذکر کرے گی۔ جو اس کمرہ میں ظہور پذیر ہوا تھا۔ بسا اوقات کہانی میں کوئی بھوت پریت بھی آجاتا ہے۔ اور خادمہ آپ کو یقین دلاتی ہے کہ خاندان کے اکثر ممبروں نے اسے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے وحشت اور زرقی کرجاتی ہے جب آپکی رہنما اس خون کا دھبا دکھاتی ہے۔ جو تین سو سال ہوئے۔ اس کمرہ میں گرا۔ اور دورِ حاضرہ کی تمام تراکیب جدیدہ سے یہ داغ چھٹنے میں نہیں آیا۔

شمالی انگلستان میں ایک مکان ہے جس میں اس قسم کا ایک کمرہ ہے لیکن اسکا علم سوا وارث آئندہ اور خاندانی وکیل کے کسی کو نہیں ہوتا۔ ہزار ہا زائرین نے اس کے معلوم کرنیکی کوشش کی اور ناکام رہے۔ ایک گاؤں کے ایک مکان میں اسی نوعیت کا کمرہ ہے جس میں ایک بوڑھی کھوسٹ عورت رہتی ہے جس کا ایک سو سال گذرا ہے کہ انتقال ہوا تھا۔ اس مکان کے دیگر مکین اسے گاہے بگاہے دیکھتے ہیں جب وہ بھورے رنگ کے کپڑے

کپڑے پہنے اور چابیوں کا ایک گچھا ہاتھ میں لئے چپ چاپ اِدھر سے اُدھر گذر جاتی ہے میرے ایک دوست کو اس مکان میں شب باش ہونیکا اتفاق ہُوا اسے اِس کہانی کا کچھ علم نہ تھا۔ جب وہ اپنے کمرے میں کھانے کے لئے کپڑے بدلنے لگا۔ تو ایک بُوڑھی عورت بھورا لباس پہنے اور چابیوں کا گچھا ہاتھ میں لئے اس کے کمرے میں آئی۔ میرے مرحوم دوست نے سمجھا کہ یہ اس گھر کی خادمہ ہے اور پُوچھنے آئی ہے کہ کوئی چیز تو درکار نہیں۔ اس نے اس عورت کو کہا کہ اسے کسی چیز کی حاجت نہیں۔ اور وہ جن پاؤں آئی اُنہیں پاؤں لوٹ گئی۔ کھانے کے وقت میرے دوست نے اپنی میزبانہ سے جو اُسکی قرابت دار تھی کہا کہ آپ کی خادمہ کیسی اچھی عورت ہے مگر وہ اتنے قدیم طرز کے کپڑے کیوں پہنتی ہے۔ یہ سُنکر تمام کمرے میں سناٹا چھا گیا۔ دُوسرے دن اسے معلوم ہُوا کہ خفیہ کمرے کی عورت اس سے ملاقات کرنے آئی تھی۔

یہ ایک پُرانی بات ہے مگر آج کل لنڈن کی چہل پہل میں خفیہ کمرے موجود ہیں جن میں ایسی چیزیں بھری پڑی ہیں۔ جن کی نمائش مالک مکان کو منظور نہیں۔ نوکر چاکر تو اسرار سے آگاہ ہیں۔ مگر نوواردوں کو یہ باتیں نہیں بتائی جاتیں۔

بہت عرصہ نہیں گذرا کہ ایک نوخیز لڑکی ملازمت کی تلاش میں لنڈن آنکلی۔ ویسٹ اینڈ ایجنسی کی وساطت سے اسے ایک ادھیڑ عمر کی خاتون کے پاس ملازمت مِل گئی۔ جو خود لارڈ ــــ کے یہاں خادمہ تھی۔ خیر وہ نوکری پر حاضر ہو گئی۔ مکان امیرانہ محلہ میں واقعہ تھا اور لڑکی نے اپنے گرد و پیش کے حالات کو دیکھ کر ایسی اچھی جگہ مل جانے پر شکر کیا۔ اسے ایک اور خادمہ کے ساتھ سونے کے لئے کمرہ ملا۔ جو اس گھر میں سالہا سال سے خدمت کرتی چلی آئی تھی۔ ایک دن آدھی رات کیوقت لڑکی نے ایک عجیب سی آواز سُنی اور اُسکی آنکھ کھل گئی۔ وہ چونک کر اُٹھ بیٹھی۔ تو کیا دیکھتی ہے کہ چاند کی روشنی میں ایک لمبی گرانڈیل عورت بال کھولے اسکے پائینتی کھڑی ہے۔ لڑکی ڈر کے مارے چیخ اُٹھی۔ اور دُوسری

عورت بیدار ہوتے ہی اِس بلا سے چمٹ گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک اور عورت آ گئی
اور دونوں اِس بلا کو زبردستی دھکیل کر باہر لے گئیں۔ جب دُوسری خادمہ واپس آئی۔ تو
لڑکی نے جس کا تمام جسم خوف سے کانپ رہا تھا۔ لرزتی ہوئی آواز سے پُوچھا کہ یہ کیا ہُوا
ہے اِس نے جواب دیا کچھ نہیں۔ میں نے سمجھا دُوسرے کمرے میں کسی لڑکی نے مجھے آواز
دی ہے۔ اور میں یہ دیکھنے گئی تھی۔ کہ وہ اچھی طرح سے ہے۔

"لیکن میں نے ابھی ایک عورت کو چارپائی کے پاس کھڑا دیکھا ہے جسے آپکی مدد سے
ایک اور عورت باہر لے گئی"

"کیا خواب دیکھ رہی تھی اوہو بہت ڈراونا خواب تھا۔ جاؤ چپکے سے سو جاؤ اور
بہکی باتیں نہ کرو"

لڑکی نے تمام رات آنکھوں میں کاٹی۔ صبح کو اُس نے استعفیٰ دیدیا۔ جب بڑی خادمہ
نے اُسکا بیان سُنا تو کہا کہ یہ سب محض توہم ہے۔ اِس قسم کی کوئی عورت اِس مکان
میں نہیں رہتی۔ لیکن اگر وہ ملازمت چھوڑنا چاہتی ہے تو خوشی سے جا سکتی ہے لڑکی
اِس مکان سے نکلکر سیدھی ایجنسی میں پہونچی۔ اور جب اِس نے تمام ماجرا بیان کیا۔
تو منیجرہ کچھ نہ بولی۔ لیکن اُسے یاد تھا۔ کہ اِس سے پہلے بھی اِس ایجنسی کی خادمہ اس قسم
کا نظارہ دیکھ کر بھاگ آئی تھی۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ ایک ۴۵ سالہ سٹرن اس گھر
کے مالک کی بیٹی ہے اور اِسے ایک عورت کی حفاظت میں گھر پہ نہایت احتیاط
اور اخفا سے رکھا جاتا ہے۔ معمولی طور پہ وہ نہایت امن اور خاموشی سے رہتی ہے لیکن
کبھی کبھار اپنے محبس سے نکلکر دُوسرے کمروں میں چلی جاتی ہے۔ اِس گھر میں اکثر
دعوتیں ہوتی ہیں۔ اور بیشمار ملاقاتی آتے ہیں۔ مگر سوائے چند قریبی رشتہ داروں کے
کوئی اِس راز سے آگاہ نہیں۔

— لنڈن کے شمالی حصہ میں ایک متمول خاندان ایک خوبصورت مکان میں سکونت

رکھتا ہے نوکروں کا خاصا گروہ ہے مگران میں سے ایک بھی اس خاندان کے راز سے واقف نہیں۔ وہ صرف یہی جانتے ہیں کہ بالائی منزل میں ان کی مالکہ کا باپ رہتا ہے صرف دو خاص نوکر اسکی خدمت کرتے ہیں۔ جن کے علاوہ صرف ان کا مالک اور مالکہ اس کمرے میں جاتے ہیں۔ اور کسی کو اسکی طرف رُخ کرنے کی بھی اجازت نہیں۔ لیکن یہ محض ایک بناوٹی کہانی ہے۔ درحقیقت اس کمرہ میں ان کا بیٹا رہتا ہے۔ جس کے اعضا اور صورت جذام کے ہاتھوں ایسی مکروہ ہوگئی ہے کہ بہتر ہوتا اگر پیدا ہوتے ہی اسے موت کے گھاٹ اُتارا جاتا۔ مامتا نے اسے زندہ تو رکھ لیا مگر بدنامی کے خوف نے اسے چار دیواری کے اندر مقید کر دیا ہے اس بدقسمت نوجوان کی بہنوں تک نے اسے کبھی نہیں دیکھا۔ صرف والدین ہی اس غم واندوہ کے مجسمہ کو دیکھتے ہیں۔ اور اس راز کو چھپاتے پھرتے ہیں۔ غریبوں کے گھروں میں ایسی بیماریاں نہیں چھپ سکتیں۔ مگر امیروں کی ثروت پردہ پوش ہو جاتی ہے۔

بعض اوقات ایسے مریضوں کو کسی ڈاکٹر کے گھر میں رکھا جاتا ہے جس کے یہاں ان کے لئے خاص انتظام ہوتا ہے لنڈن کے ایک ڈاکٹر نے ایسا شفاخانہ کھولا ہے اگر آپ کبھی وہاں جائیں اور ان بیماروں کو دیکھیں تو آپ فوراً کہہ اُٹھیں کہ اس ڈاکٹر کا دل لوہے کا ہوگا۔ جو ان مہیب رفقا کے ساتھ زندگی بسر کرتا ہے۔ ان میں نوجوان ادھیڑ اور بوڑھے ہر عمر کے مریض ہیں جنہیں فطرت نے ایسا مسل ڈالا ہے کہ انہیں بھر دیکھنا بھی مشکل ہے۔

— ایکدن میں پھولوں کی تلاش میں کسی شخص کے باغ میں جا گھس گیا اور یکایک میری نظر چند عجیب شکلوں پر پڑی۔ جنہیں دیکھ کر بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے ایک شخص جو ان کا محافظ اور نگران تھا۔ دوڑتا ہوا میری طرف آیا۔ اور استفسار حال کیا میں نے کہدیا کہ پھولوں کی تلاش میں ادھر آنکلا ہوں۔ اب مجھے معلوم ہوا کہ یہ ایک

باثروت خاندان کے مریض ممبروں کا مامن ہے۔ میں نے اس مداخلت کی معافی مانگی اور چلا آیا لیکن ماں کی محبت بچہ کے خوش وضع یا صحیح الدماغ ہونے پر حصر نہیں رکھتی بلکہ اکثر وہ بچہ جو کسی متعفن مرض میں مبتلا ہو۔ ماں کو سب بچوں سے زیادہ عزیز ہوتا ہے اور وہ ایک منٹ کے لئے بھی اسے اپنے سے جدا نہیں ہونے دیتی۔ مگر وہ جانتی ہے کہ سب اسکو اسکی آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتے اور اس لئے وہ اُسے مکان کے ایک علیحدہ حصہ میں رکھتی ہے جہاں صرف وہ یا کوئی معتبر خدمتگار ہی جا سکتا ہے۔ وہاں بیمار تمام دُنیا سے علیحدہ رہ کر زندگی کے دنوں کو دھکے دیتا ہے۔ اور محض ایک قیدی کی حیثیت میں بچہ سے جوان اور بسا اوقات جوان سے بوڑھا ہوجاتا ہے۔ کسی کو اسکی زیست کی خبر تک نہیں ہوتی۔ حتیٰ کہ وہ قبر میں جا لیٹتا ہے۔ چونکہ اس راز کو کمال احتیاط سے چھپایا جاتا ہے اس لئے انسانی زندگی کا یہ پہلو شاذ ہی روشنی میں آتا ہے اور کسی کو اسکی موجودگی کا شبہ تک نہیں ہوتا۔ لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ یہ عُمر بھر کا غم بہت سے خاندانوں کو جو بظاہر مسرّت و انبساط کے اجارہ دار معلوم ہوتے ہیں اندر ہی اندر کھائے جاتا ہے۔

اس ضمن میں ازبس اندوہناک حالات بیان کرنے سے احتراز لازم ہے کیونکہ مجھے ایسی باتوں کا سُنانا منظور نہیں۔ جن سے سنسنی پیدا ہو۔ اور آدمی خوف سے کانپ اُٹھے۔ لیکن ان پہلوؤں سے پردہ اُٹھانے میں چنداں مضایقہ نہیں۔ جو دردناک تو ہیں مگر نفرت انگیز نہیں۔

لنڈن میں ایک عالیشان کوٹھی ہے جس کا واحد مالک ایک لکھ پتی سود اگر ہر روز شام کے وقت اپنے فلک نما مکان میں جو لنڈن سے باہر واقعہ ہے آتا ہے یہ رنڈوا ہے اور اسکی چار جوان بیٹیاں ہیں۔ مہمان اور ملاقاتی اس کے گھر میں کبھی نہیں دیکھے گئے صرف اپنی لڑکیوں کے ساتھ زندگی بسر کرتا ہے۔ اور ہر شام کے وقت وہی اس کے ساتھ کھانے میں شریک ہوتی ہیں۔ یہ چاروں لڑکیاں بہری اور گونگی ہیں۔ نہ مُنہ سے بولتی ہیں۔ نہ کانوں سے سُن سکتی ہیں۔ باپ کے کان اپنے بچوں کی پیاری آواز سے ناآشنا ہیں اور بچوں نے باپ کے

شفقت آمیز الفاظ کبھی نہیں سُنے۔ لیکن وُہ اپنی مصیبت کا کسی سے ذکر تک نہیں کرتا۔ اور چند عزیزوں کو چھوڑ کر کوئی اسکا رازدار نہیں۔ اس خاندانی راز کو وُہ اپنے صندوقِ سینہ میں بند رکھے رہتا ہے۔ ہوا تک نہیں لگنے نہیں دیتا۔ اِن لڑکیوں میں سے سب سے چھوٹی ۲۵ سال کی ہے اِن کی کبھی شادی نہ ہوگی۔ اور لکھ پتی سوداگر اپنی عمر انہیں چار بیٹیوں کے ساتھ بسر کردے گا۔ جن کے لب لذتِ تکلم اور کان لطفِ سماعت سے محرُوم ہیں۔

لکھتے لکھتے مجھے ایک اور گھرانے کا دھیان آیا جس میں ایک باپ اور ماں کے تین بچے تھے وُہی اُن کے رفیق تھے جن کے ساتھ وُہ ہنس بول سکتے تھے۔ لیکن ان بچوں نے کبھی ایک دُوسرے کو نہیں دیکھا۔ اگرچہ وُہ کبھی ایک منٹ کے لئے بھی جُدا نہیں ہُوتے۔ یہ تینوں بچے مادر زاد اندھے تھے۔ آجکل ایک پیرانہ سر خاتُون لندن میں مقیم ہے جس کا جوُد وسخا اور شاہ خرچ ہوتا زبانِ زدِ عوام ہے۔ جب وُہ باہر ہوا خوری کے لئے نکلتی ہے تو اُسکے ہمراہ اُسکی دو بیٹیاں ہوتی ہیں۔ لیکن اِن دونو سے بڑی ایک اور بیٹی ہے جو اس کے ہمراہ کبھی نہیں دیکھی گئی۔ یہاں تک کہ احباب بھی اسکی ہستی سے واقف نہیں۔ یہ بڑی لڑکی ۳۵ سال کی ہے جب کبھی ملنے والا موجُود نہیں ہوتا تو وُہ باہر آکر اں بہنوں میں بیٹھتی ہے اور یہ ۳۵ سالہ عورت ۷ سال کے بچہ کے ایسی حرکات کرتی ہے۔ گڑیاں کھیلتی۔ تصویریں دیکھتی ہے اور بات بات پر بچوں کی طرح مچل جاتی ہے ذرا خلاف مزاج بات ہُوئی۔ اور اُس نے چیخنا شرُوع کیا۔ اس کے ساتھ بچوں کیطرح باتیں کی جاتی ہیں۔ بچوں کیطرح پیار کیا جاتا ہے۔ اور اِسے بچوں کی طرح ڈانٹ ڈپٹ کی جاتی ہے۔ بیچاری عجیب بیماری میں مُبتلا ہے جب وُہ سات سال کی ہُوئی۔ تو اُسکی دماغی نشوونما بند ہوگئی۔ جسمانی ترقی میں فرق نہ آیا۔ اور وُہ ایک مکمل عورت بن گئی۔ لیکن اسکا دماغ ویسے کا ویسا ۷ سالہ بچے ہی کا رہا۔ اِسے انہیں کتابوں کے مطالعہ میں لطف آتا ہے۔ جو بچوں کے لئے لکھی گئی ہوں۔ معمُولی سی بات پر بلک بلک کر رو دیتی ہے۔ میں نے اس سے زیادہ قابلِ رحم حالت بہت کم دیکھی

ہے اس کے سر کے بال قبل از وقت سفید ہو گئے ہیں۔ مگر تمام عادات بچوں کی ہیں۔
ہر اتوار کو اپاہج بچوں کی ایک جماعت سیر کو نکلتی ہے۔ اِن میں چار بونی عورتیں ہیں ان کا قد تمام بچوں سے چھوٹا ہے۔ مگر سیر کے وقت جب وہ ایکدوسرے کا ہاتھ پکڑ کر نکلتی ہیں تو انکی حرکات دیکھ کر کوئی نہیں کہہ سکتا کہ یہ ساٹھ سالہ بوڑھیاں ہیں۔ لیکن بڑے خاندانوں میں بونے گھر ہی میں رکھے جاتے ہیں۔ لیکن وہ کسی سے ملنے ملاتے نہیں۔ الگ تھلگ رہتے ہیں یہ بونے ازبس ذہین۔ حلیم اور ملنسار ہوتے ہیں۔ اس لئے سب ان سے پیار کرتے ہیں۔
غریبوں کے گھر بھی کئی ایک صورتوں میں پُر اسرار ہوتے ہیں۔ وہاں بھی بعض عزیزوں کو روز روشن میں باہر نہیں نکلنے دیتے۔ اُن کی دُنیا اتنی ہی ہے۔ جو رات کے سیاہ پردے میں دیکھی جا سکتی ہے۔

— بعض اوقات آپ سیر کے دوران میں ایک نقاب پوش عورت کو دیکھیں گے۔ جو ہمیشہ نقاب کے بند بڑی احتیاط سے باندھے رہتی ہے اس نقاب پوش عورت کی کہانی بہت دلخراش ہے کبھی اسکا شمار حسینوں میں تھا۔ جدھر سے نکلتی بجلیاں گراجاتی تھی۔ عین اُس دن جب اسکی شادی کی رسم ادا ہونیوالی تھی۔ ایک اور عورت نے رقابت اور حسد کے جوش میں آکر اس کے چہرہ پر ویٹرول (ایک قسم کا تیزاب) کی بوتل اُنڈیل دی۔ جان تو بچ گئی۔ مگر چہرہ جھلس کر بھیانک ہوگیا۔ اس دن کے بعد سوا اسکی ماں کے کسی نے اسکی صورت نہیں دیکھی۔

— کبھی کبھی خفیہ کمرہ کسی مصیبت کا نہیں بلکہ جرم کا پردہ دار ہوتا ہے۔ مجرمیت میں ایک قسم کا جنون ہوتا ہے جسکا تقاضا یہ ہوا کرتا ہے کہ کمزور ناتوان اور بیکس لوگوں کو ستایا جائے۔ جب دُنیا کو معلوم ہوتا ہے کہ کسی مظلوم پر خفیہ خفیہ ستم توڑے جارہے ہیں تو وہ ششدر رہجاتی ہے۔ لیکن یہ راز ہمیشہ طشت از بام نہیں ہوتے۔ سینکڑوں مثالیں ہیں جنکی سالہا سال کسی کے کان میں بھنک تک نہیں پڑتی۔ ایسی خاتون کی حالتِ زار کی اطلاع اتفاقیہ ملجایا کرتی ہے۔ تھوڑا عرصہ ہوا کہ ایک غریبانہ گھر میں خفیہ کمرہ کی کارستانیوں

کا محض اتفاق سے پتہ چلا۔ بات یوں ہوئی۔ کہ ایک علاقہ کے تعلیمی بورڈ نے ایک انسپکٹر اس غرض سے مقرر کر رکھا تھا کہ وہ تمام گھروں کا معاینہ کرکے اطلاع دیا کرے۔ کہ تمام بچے باقاعدہ سکول جایا کرتے ہیں۔ زیر تذکرہ گھر میں انسپکٹر کو کبھی کوئی بچہ نہ ملا تھا۔ لیکن ایکدن کسی نے اسے خبر دی۔ کہ اس گھر میں ایک آٹھ سال کی لڑکی موجود ہے۔ پس اس اطلاع کے مطابق تحقیقات کرنے کے لیئے ایک رات وہ گھات میں بیٹھ رہا۔ جب نو بجے تو کیا دیکھتا ہے۔ کہ پہلے لڑکی کی ماں دبے پاؤں باہر نکلی اور اس نے چاروں طرف نظر دوڑا کر اپنا اطمینان کیا کہ مطلع صاف ہے۔ پھر اندر چلی گئی۔ اور ایک لڑکی کو انگلی سے لگا کے باہر نکلی۔ انسپکٹر جنہے لباس بدلا ہوا تھا اس کے پیچھے ہولیا۔ اور اسرار ظاہر ہو گیا۔ یہ چھوٹی سی لڑکی ایک تھیٹر میں کام کرکے اپنے والدین کی روزی پیدا کرتی تھی۔ اس خیال سے کہ حکام محکمہ تعلیم مداخلت نہ کرنے پائیں۔ وہ لڑکی کو تمام دن مکان میں بند رکھتے تھے۔ جب اسے تھیٹر جانا ہوتا تھا۔

لنڈن میں اب تک متعدد خفیہ کمرے ہیں۔ جن کا راز ہنوز آشکارا نہیں ہوا۔ اور عین ممکن ہے کہ سو پچاس سال تک یہ راز سربستہ ہی رہے *
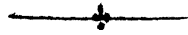
باب سیزدہم

مُفلسی کے چرکے

اس عظیم الشان شہر کے غریبانہ گھروں میں سینکڑوں عورتیں اور مرد کتاب حیات میں کئی زرّیں باب اضافہ کرنے میں مصروف ہیں۔ جو محبّت۔ اُنس۔ ایثار اور شجاعت کے دلآویز تذکروں سے مالا مال ہیں۔ لیکن شاعر کے دماغ۔ مؤرخ کے قلم اور ڈرامانگار کی جوردبین آنکھ کی پہونچ سے سراسر باہر ہیں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ روائتیں ایسی حیات افروز ہیں کہ اگر انہیں عوام کے کانوں تک پہنچایا جائے۔ تو ان کے خصائل کی اصلاح میں مذہب سے دوچند کام کریں۔ بایں ہمہ یہ قصے اس قدر سادہ ہیں۔ کہ ان میں دل ہلادینے والی باتوں کو جگہ دینا قریباً ناممکن ہے۔ اس ضمن میں مجھے ایسے اسرار معلوم ہیں۔ جن پر غربت نے پردہ ڈال کر صداقت کو روپوش کردیا ہے۔ جس کا معلوم کرنا دلچسپی سے خالی نہیں۔

جب لنڈن کا موسم جوبن پر ہوتا ہے۔ تو روزانہ اخبار طبقۂ امرا کے لہوولعب کی کہانیوں سے پُر ہوجاتے ہیں۔ ان کی ہر ایک ادا شرح وبسط سے درج کیجاتی ہے گویا پبلک اس کے معلوم کرنے کے لئے ادہار کھائے بیٹھی ہے۔ اگر کوئی لارڈ یا لیڈی دعوت دے بیٹھے۔ تو بس پھر کیا ہے۔ کالم کے کالم اس کیفیت کی نذر ہوجاتے ہیں۔ اور اس کے لئے ہوس آف کامنز کے مباحثہ یا کسی محاربۂ عظیم کے حالات درج ہونے کے مقام سے جگہ نکالی جاتی ہے۔ زرداراہل امریکہ ایکٹرسوں کے حالات باالتزام شایع ہوتے ہیں۔ اور تمام دُنیا کو ان کے خط وخال سے روشناس کیا جاتا ہے۔ ان کے روزنامچوں کی ترتیب کے لئے بڑے بڑے ادیب درخواستیں بھیجتے ہیں۔ لیکن اس طبقہ میں ایسے زن ومرد بھی ہیں۔ جو نہایت خاموشی زندگی بسر کرتے

ہیں - وہ ہجوم عام میں چلتے پھرتے ہیں - اور کوئی اُنہیں پہچانتا بھی نہیں - وہ غم و رنج سے بلکہ بعض صورتوں میں تنگدستی کے کچوکوں سے ناآشنا نہیں - یہ غربت کے چرکے ولولہ انگیز اسرار ہیں - کیونکہ شاذ ہی کوئی ان کی تہ کو پہونچتا ہے - جبتک شفاخانہ غریب خانہ یا تحقیقات بعد از مرگ اس پر سے نقاب نہیں اُٹھاتی -

—— یہاں ایک سفید سر بُوڑھا ایک غریبانہ گلی سے چھیڑے لٹکائے نکلتا ہے اور گھنٹوں پارک میں اکیلا بیٹھا رہتا ہے - اس کے ہاتھ میں ایک پھٹا پُرانا زرد سا بیگ ہوتا ہے جسے دیکھ کر قیاس کر سکتے ہیں - کہ کبھی اسکا رنگ سیاہ ہوگا - جب دوپہر ہوتی ہے تو اس میں سے روٹی کے چند ٹکڑے اور پنیر نکال کر کھاتا ہے اور پھر پارک کے فوارے پر جاکر پانی پیتا ہے - آپ نے پہچانا یہ کون ہے - یہ لارڈ —— ہیں - اب اکیلے ہیں چند سال ہُوئے ان کی لیڈی کا انتقال ہوگیا - جو سی پر ڈکر بسر اوقات کرتی تھی جب لیڈی فوت ہُوئی - تو لارڈ صاحب کی آمدنی ساڑھے سات روپیہ ماہوار تھی - بعد میں ایک فیاض رشتہ دار نے اس رقم کو المضاعف کردیا یعنی انگلستان کا ایک لارڈ اب ۵ ا روپے ماہوار پر گذر ارا کرنے لگا - وہ بچوں کے ساتھ جو پارک میں اس کے گرد کھیلتے ہیں - خندہ پیشانی سے پیش آتا ہے جب وہ بیگ سے روٹی کے ٹکڑے نکالتا ہے تو بچے سمجھتے ہیں - کہ وہ بطخوں کو چوگا ڈالنے لگا ہے لیکن وہ کیا جانیں کہ یہ اسکی بساط سے باہر ہے ......

غریب خانہ کا ڈاکٹر ایک عورت کے سرہانے کھڑا تھا جو ابھی ابھی ایک غریبانہ مکان سے وہاں لائی گئی تھی - عورت عالم نزع میں تھی - مگر اس کے ہوش بجا تھے -

داروغہ نے ڈاکٹر سے کہا یہ عورت ایک عجیب بات کہتی ہے کہ وہ مارچنس ...... ہے

ڈاکٹر نے ترحم انگیز نگاہ سے بیچاری کی طرف جو گھڑی دو گھڑی کی مہمان تھی دیکھا اور اُس کے لبوں کو متحرک دیکھکر وہ جھک کر سُننے لگا کہ وہ کیا کہہ رہی ہے -

"میں جو کچھ کہتی ہوں سچ ہے شاید آپکو معلوم ہوگا - کہ چند سال ہُوئے ہم نے ایکدوسرے کو

طلاق دیدی - اور پھر میں نے اسے کبھی نہیں دیکھا - شاید بھی کیا تھا اب میں دم توڑ رہی ہوں - اگر وُہ آپ کو مِل جائے ....

ڈاکٹر نے جب مارکوئیس کا نام سُنا - تو اُسے واقعہ یاد آ گیا - اُس نے جا کر تلاش کی - اور اُس عورت کا خاوند مِل گیا - مارکوئیس اپنی بیوی کے بستر مرگ پر آیا - اور اُسے معافی دی - وُہ اخیر دم تک اُس کے سرہانے کھڑا رہا - جب مارچنس کی رُوح پرواز کر گئی - تو اُس نے ڈاکٹر سے ہاتھ ملایا اور وعدہ کیا کہ اگر روپے کا بندوبست ہو گیا - تو وُہ اسکی تجہیز و تکفین کے لئے معقُول رقم بھیجے گا - اس نے جو کہا پُورا کیا -

اِس کے پانچ سال بعد کسی نے ایک بجے دن کے ڈاکٹر کا کواڑ کھٹکھٹایا - اُس نے کھڑکی سے جھانک کر دیکھا - تو مارکوئیس کھڑا تھا -

"ڈاکٹر صاحب مَیں نے پھر شادی کی ہے - اور میں چاہتا ہوں کہ آپ میری بیوی کا فوراً علاج کریں" صبح صادق کے وقت وارث خطاب پیدا ہُوا - لیکن ڈاکٹر کو آج تک فیس نہیں ملی - وُہ جانتا تھا - کہ لارڈ محض قلاش ہے جسکی ایک بیوی غریب خانہ میں مری اور دُوسری نے اس کے خاندان کے نام لیوا کو ایک غریبانہ مکان میں جنم دیا -

رُوس کی معاشرت کے متعلق حال میں ایک کتاب شایع ہُوئی ہے جس میں ضمنی طور پر یہ دردانگیز داستان بیان کی گئی ہے کہ ایک خاتُون کے پاس ایک نوجوان عورت ملازمت کیواسطے حاضر ہُوئی - مگر جب اس سے سارٹیفیکٹ طلب کیا گیا - تو اُس کے پیش کرنے سے ہچکچائی - لڑکی نے عرض کی - کہ بیگم صاحبہ مجھے اندیشہ ہے کہ کاغذات ملاحظہ کرنے کے بعد آپ مجھے اپنی خدمت میں رکھنا پسند نہ فرمائیں گے - یہ سُنکر خاتُون کے کان کھڑے ہو گئے اور وُہ کوئی خوفناک داستان سُننے کے لئے تیار ہو گئی - لیکن جب کاغذات دیکھے - تو وُہ ششدر رہ گئی - کہ سائلہ فی الحقیقت ایک برگشتہ بخت شہزادی ہے - اسمیں شک نہیں کہ انگلستان میں شہزادیوں کو یہ دن دیکھنا نصیب نہیں ہوتا - مگر اس سے بھی انکار نہیں ہو سکتا - کہ بہت سی ذی مرتبہ

لیڈیاں اپنا نام و نشان اور امارت مخفی رکھ کر نوکری کی تلاش میں سرگردان نظر آتی ہیں۔
—— چند سال ہوئے ایک ادھیڑ عمر کی خاتون جس کے بشرے سے شرافت اور نجابت ٹپکتی تھی۔ یہ سنکر میرے پاس آئی۔ کہ مجھے ایک ماما کی ضرورت ہے میں نے اُسے صاف کہدیا کہ وہ پیشہ ور باورچن معلوم نہیں ہوتی۔ جب میں نے سابق ملازمت کے متعلق دریافت کیا تو پہلے تو وہ بہت جزبز ہوئی۔ مگر آخر کار اُسنے اپنی رام کہانی کہہ سُنائی کہ اسکے خاوند کی وفات کے بعد ایک سپاہی اُس کا کارندہ بنا۔ اور تھوڑے دنوں بعد سب کچھ لے روپوش ہوگیا۔ وہ اور اُسکی بیٹی پیسہ پیسہ کو محتاج ہوگئیں۔ لڑکی کی آواز اور شکل دل میں گھر کرنے والی تھی۔ اس لئے وہ آسانی سے ایک تھیٹر میں ملازم ہوگئی۔ ماں اپنا خطاب تیاگ کر اور نام تبدیل کر کے ملازمت کی ایجنسی میں گئی۔ اور باورچیوں کی فہرست میں اپنا نام درج کرایا۔ بچپن میں اُسے کھانا پکانے کا شوق تھا اور کھیل ہی کھیل میں اس نے اس کام میں خاص ملکہ حاصل کیا تھا۔ خیر اسے ایک جگہ نوکری مل گئی۔ مگر وہاں اسے ایسی تکلیفات کا سامنا ہوا۔ کہ تین مہینہ کے بعد مستعفی ہوتے ہی بن آئی۔ لیکن سند اچھی مل گئی جسکی بدولت تھوڑے دنوں میں وہ ایک جگہ ملازم ہوگئی۔ یہاں کئی دفعہ ایسا اتفاق ہوا۔ کہ اسے اُن لوگوں کے لئے کھانا پکانا پڑا۔ جو متعدد دفعہ اس کے خاوند کی حیات میں خود اُسکے اپنے دسترخوان پر جمع ہوتے تھے۔ اگر انہیں معلوم ہوجاتا کہ یہ سب چیزیں اِن کے سابقہ میزبان کی پکی ہوئی ہیں۔ تو اُن کی حیرت کی کوئی حد نہ رہتی۔ وہ محنت مشقت کی عادی نہ تھی۔ بیمار ہوگئی۔ اور سب اندوختہ بیماری کی نذر ہوا۔ اسوقت میرے پاس اس غرض سے آئی تھی۔ کہ اسکے کھانا پکانے کے متعلق چند مضامین شایع ہوجائیں۔ ......

—— لنڈن سے ذرا فاصلہ پر ٹیمز کے کنارے ایک قہوہ خانہ ہے جہاں اتوار کے دن اِدھر سے گذرنیوالی گاڑیاں ٹھیرتی ہیں۔ لوگ کچھ ناشتا کرتے ہیں۔ اور سائیس گھوڑوں کو دانا پانی دیتے ہیں۔ بسا اوقات سواریاں گاڑی ہی میں بیٹھی کھانا طلب کرتی ہیں اور ایک بُڈھا

خادم اپنی کمزور ٹانگوں کو حرکت رفتار دیتا ہوا خوانچہ لیکر حاضر ہوتا ہے۔ جب اسے آنہ دو آنے بخشش ملتے ہیں۔ تو وہ اپنی بوسیدہ ٹوپی کو اٹھا کر سلام کرتا ہے لیکن اسکا انداز سلام بالکل امیرانہ ہوتا ہے۔ ایک زمانہ تھا کہ وہ بڑی شاندار ٹوپی اٹھا کر سلام کیا کرتا تھا مگر کس کو۔ اُن کو نہیں جو کرائے کی گاڑی یا مانگے کی موٹر پر دوڑتے پھرتے ہیں۔ بلکہ اُن خواتین سے اظہار تعارف کرتا تھا۔ جن کی سواری شاہانہ ٹھاٹھ سے نکلتی تھی۔ خود اُن کی اپنی گاڑی کے گھوڑے کئی امرا کیلئے سامان حسد ورشک تھے۔ ان دنوں میں اگر وہ ۱۵ لاکھ روپے کا چیک جاری کرتا۔ تو بنک کی مجال نہ تھی کہ اسکے سکارنے میں ذرا دیر لگاتا۔ زر وسیم کی یہ فراوانی اسکی قوت بازو کی منت کش نہ تھی۔ بلکہ یہ باغ اسکے بزرگوں کی محنت کا پھل تھا جس کے ثمر خود بخود اسکی جھولی میں گرتے تھے۔ چالیس سال تک وہ فکر فردا سے محفوظ رہا۔ اور اُس کا وسیع کاروبار دن بدن پھیلنے لگا۔ مٹی پر ہاتھ ڈالتا تو سونا بنجاتا۔ لیکن آخر گردش ایام کے چکر میں آیا۔ اور ایک ایسے کام میں اپنی پونجی لگا بیٹھا جس میں تباہ کن گھاٹا پڑا۔ یہ دھچکا ایسا لگا کہ پھر نہ سنبھل سکا اور اسکی حالت بد سے بدتر ہوتی چلی گئی۔ اور چند برسوں میں کفن کے لئے کوڑی نہ رہی۔ اسکی بیوی جو اسکی عیش وکامرانی کی شریک تھی۔ تقدیر کی ضرب پڑنے سے پہلے ہی ایک اپاہج اور دائم المریض بیٹی چھوڑ مری۔ باپ بیٹی نے مردانہ وار اس مصیبت کا مقابلہ کیا۔ لڑکی گو چلنے پھرنے سے عاری تھی۔ مگر سوئی کی دھنی تھی۔ اس نے کشیدہ کاری سے پیسہ پیدا کرنا شروع کیا۔ باپ ایک ہوٹل میں ملازم ہوگیا۔ اوراس جگہ کام کرنے لگا۔ جہاں ابھی ہم نے اسے دیکھا ہے......

——تھوڑا عرصہ ہوا کہ ایک شخص بہت دردناک موت مرا۔ میں نے اُسے اس اوج کمال پر دیکھا ہے جسکا جوانی میں اسے وہم وگمان بھی نہ تھا۔ اُسے خوبرو۔ خوش خو اور شائستہ ان الفاظ کے وسیع ترین معانی میں کہہ سکتے تھے۔ ہر شخص کو اس کا مستقبل بہت شاندار نظر آتا تھا اور یہ خواب کثرت تعبیر کے باوجود پریشان نہ ہوا۔ اور سچا ثابت ہوا معمولی حیثیت کے نسلن

سے وہ ترقی کرتے کرتے لارڈ بن گیا۔ وہ شخص جسے کبھی ایک وقت کا کھانا بھی میسّر نہ آتا۔
اب پُر تکلف دعوتیں دینے لگا۔ اور اُسکا نام اکثر اخبارات میں جلی حروف میں نظر آنے
لگا۔ مَیں نے اسے اس شان و شوکت میں دیکھا اور ترقی درجات پر مبارکباد دی۔ اس حالت
میں کئی سال گذر گئے۔ اور رفتہ رفتہ اخبارات میں اُسکا نام شاذ ہی دیکھنے میں آنے لگا۔
دُنیا بڑھتی چلی گئی۔ اور کسی نے یہ دریافت کرنے کی کوشش نہ کی۔ کہ اِن کا ایک شاندار
ہمراہی راستہ میں کہاں کھو گیا۔ اس حالت میں مینے اسے ایک دفعہ دیکھا۔ مگر وہ راستہ
کاٹ کر ایک طرف نکل گیا۔ اور میں کچھ دریافت نہ کر سکا۔ تین ہفتے بھی گذرنے نہ پائے
تھے۔ کہ سننے میں آیا کہ میاں بیوی بھوکوں مر گئے ہیں۔ اس کے تھوڑے دنوں بعد انکی
بیٹی بھی گرگِ گرسنگی کا شکار ہو گئی ✦

باب چہاردہم

مرقع جرائم

دنیا کے تمام بڑے بڑے شہروں میں ایسے محلے بالعموم ہوتے ہیں جن کا نام سنکر اچھے اچھوں کا دل کانپ جاتا ہے تمدن کا اصول ہے کہ ایک قماش کے لوگ مقناطیسی کشش سے ایک دوسرے کی طرف کھنچے چلے جاتے ہیں۔ اس اصول کی پابندی جس مستعدی سے جرائم پیشہ لوگ کرتے ہیں۔ دوسرے طبقوں میں کم دیکھنے میں آتی ہے لیکن اگرچہ جرم اور بدمعاشی کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ پھر بھی لنڈن کے بعض مقامات حیرت انگیز مستثنیات پیش کرتے ہیں۔

وسٹ انڈ کے نزدیک ایک محلہ ایسے لوگوں سے معمور ہے۔ جو بداطواری کے لئے انگشت نما ہیں۔ یہاں پولیس ہمیشہ سرگرم کار دکھائی دیتی ہے۔ لیکن اکثر جرائم عورتوں اور شرابیوں سے منسوب ہوتے ہیں نشے کی ترنگ میں کسی کو پیٹ ڈالا۔ کبھی دنگہ فساد کیا۔ شوروغل سے کسی کی خواب راحت میں خلل ڈالا۔ قانون کی بھی خلاف ورزیاں ساعت میں آیا کرتی ہیں۔ یہ خرمستیاں اکثر رات کے سیاہ پردے میں ہوتی ہیں۔ اور روز روشن میں اس طرف سے گذر ہو تو زندگی کی چہل پہل کے بہت کم آثار دکھائی دیتے ہیں۔

اس محلہ میں ایک گلی جسکے ایک سرے سے دوسرے تک ایک بھی مکان ایسا نہیں جسکی کھڑکیوں کا کوئی نہ کوئی شیشہ ٹوٹا ہوا نہ ہو۔ ان مکانوں کے مکین انسانیت کی بدترین تصویریں ہیں۔ ہر مکان ایک پناگاہ ہے اور اکثر تو صرف عورتوں کو پناہ دینے کے لئے مخصوص ہیں۔ دن کے وقت ایسی عورتیں افتاں وخیزاں آتی جاتی دیکھی جاتی ہیں۔ جو شراب کے نشہ میں

قابلِ رفتار نہیں ہوتیں۔ اگر آپ اِن مکانوں کے اندر جائیں تو دیکھیں۔ بیسیوں عورتیں نشہ کی کثرت سے آگ کے گرد سر بسجود پڑی ہیں۔ انہیں اپنے تن بدن کا کوئی ہوش نہیں۔ انہی عورتوں میں بعض ایسی ہونگی۔ جن میں شائستگی کی علامات بیش از بیش دیکھنے میں آئینگی۔ بعض میں حُسنِ شباب کی مدہم سی چنگاری بھی چمکتی ہوگی۔ مگر یہ تمام تباہ و برباد ہو چکی ہیں۔ اِن میں سے ایک بھی ایسی نہیں جسکے دِل میں دیانتدارانہ روزی پیدا کرنے کی اُمنگ ہو۔ اکثر ایسی بھی ہیں۔ کہ اگر موقعہ ملے تو چوری کے ارتکاب میں انہیں کوئی پس وپیش نہ ہو گو چوری اُنکا پیشہ نہیں۔ مگر اُن کی ایسے بدمعاشوں سے ساز باز ہے۔ جنہیں کسی عورت پر ہاتھ اُٹھانے اور اُسے موس لینے سے کوئی امر مانع نہیں ہوسکتا۔ اس محلہ میں انسان کے کسی خیر اندیش اور معاشری مصلح کی مساعی بارور نہیں ہوسکتیں۔ یہ محلہ ایک بدرَو ہے۔ جس میں تمام لنڈن کی بدمعاشی کا گندبہ کر آتا ہے۔ لیکن افسوس یہ ہے کہ مصفا پانی کی لہریں بھی اس میں گِر کر بدبُودار ہوجاتی ہیں۔ یہاں ان بھُولے بھالے دیہاتیوں کی ایمانداری اور دیانت شعاری کا قتل ہوجاتا ہے۔ جو لنڈن میں اکثر ان کے ہاتھ میں پھنس جاتے ہیں۔ اس بے شرم محلہ کے رہنے والوں میں کوئی اسرار نہیں۔ کہ ان کی ساری حقیقت آشکارا ہے۔ مگر پھر بھی ہر قدم پر آپ کو ایک نیا معمہ دکھائی دیگا۔ جو آپ کے ادراک کو شکست دینے کے درپے ہوگا۔ اگر آپ اِن اسراروں کو بے نقاب کرنا چاہیں۔ تو اِن مکانوں میں جانا بیکار ہے۔ کہ یہاں ہر سُراغ معدُوم ہے۔

ہاں میرے ساتھ اس سکُول کے کمرے میں چلیئے۔ جہاں ان لوگوں کے بچے پڑھتے ہیں۔ اور اس عورت کی دردبھری کہانی سُنیئے جسے معلّم نے اِس کے بیٹے کی تعلیم کے متعلق گفتگو کرنے کے لیے بُلوایا ہے۔

"یہ مکان نہیں جہنم ہے جس میں رہ کر ہم برباد ہوگئے۔ اِسی مکان میں اسکا باپ تباہ ہُوا تھا۔ اور میں کہیں کی نہ رہی۔ اور اب بچوں کی باری ہے۔ کاش میں یہاں سے نکل سکوں۔ مگر یہ مشکل ہے میری بساط سے باہر ہے کہ اِسے چھوڑنے کا نام بھی لے سکوں"

دس سال ہُوئے کہ یہ عورت اپنے خاوند کے ساتھ تلاش معاش میں لنڈن آئی۔ خاوند کو کام نہ مِلا۔ اور بُری صُحبت میں پڑ کر یہاں پہنچ گیا۔ اب خاوند کی حیثیت محض ایک آوارہ گرد کی ہے بیوی ایک دھوبی گھاٹ پر کچھ کام کر لیتی ہے۔ وُہ جس گلی میں رہتے ہیں وہاں کوئی شخص جسے اپنی عزّت آبرُو کا پاس ہو قدم بھی رکھنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ گالی گلوچ کے سوا کوئی لفظ سُننے میں نہیں آتا۔ وحشیانہ حرکات جا بجا دیکھنے میں آتی ہیں جس گھر میں وُہ رہتے ہیں وہاں بدمعاشوں کا دن رات جمگھٹا رہتا ہے۔ بڑا لڑکا جیل میں اور بڑی لڑکی پاگل خانہ میں سڑ رہے ہیں۔ اور جو لڑکا سکُول میں پڑھتا ہے اُسکا میلان طبع بھی مجرمیت کی طرف ہے۔ ماں کُنبے کی اس تباہی کا نظارہ دیکھتی ہے اور کلیجہ مسوس کر رہ جاتی ہے اس مرض کا علاج اس کے بس میں نہیں۔ خاوند کو دن رات کچے گھڑے کی چڑھی رہتی ہے۔ بیوی بھی حسرتؔ و یاس کی آخیر منزل پر پہونچ کر اب خاوند کا طرزِ عمل اختیار کر رہی ہے اس محلہ میں اس قسم کی سینکڑوں عورتیں نظر آتی ہیں۔ بچوں پر صحبت کا ایسا خوفناک اثر پڑتا ہے کہ صنعتی مدارس کے اہلکار شب و روز اسی تاک میں رہتے ہیں کہ جیسے بھی ہو بچوں کو ان کے والدین سے جُدا کر کے ابدی ذِلت سے نجات دلوائیں وُہ دیکھئے ایک بھاری بھرکم جسیم شخص بڑے اطمینان سے اس گلی میں گھُوم رہا ہے۔ جو لڑکے اور لڑکیاں گلی میں چین سے کھیل رہی تھیں جونہی اِن کی نگاہ اس شخص پر پڑتی ہے وُہ ایسی گم ہوتی ہیں گویا کسی نے اِن پر جادُو کر دیا ہے۔ یہ صنعتی مدارس کا ایک اہلکار ہے۔ جو ایک لڑکی کی تلاش میں پھر رہا ہے جسے اس بدبختی سے بچانا منظوُر ہے۔ لنڈن کی سیاہ کاری اور بے غیرتی دیکھنے کا شوق ہو تو ۲۴ گھنٹے کے لئے اسی اہلکار کے ساتھ ہو جائیے۔ تب آپ کو معلوم ہو گا کہ کس قدر بچے اِس حیا سوز قربان گاہ کے لئے تیار ہو رہے ہیں۔ اسی محلہ کی ایک گلی میں قریباً دو سَو بچے ہیں جنکا مستقبل انسان کو لرزہ براندام کر دیتا ہے۔ اِس وحشتِ کدہ میں شائد ہی کوئی گھر ہو جس میں آوارہ منش عورتیں نہ رہتی ہوں۔ یہ بچے ابھی سے پیسہ پیدا کرنے کی فکر میں لگے رہتے ہیں۔ بعض کو بازاروں میں

بھیک مانگنے کے لیے بھیجا جاتا ہے اور انہیں جذبات ترحم کو بیدار کرنے کے لیے سینکڑوں ڈھنگ بنائے جاتے ہیں۔ بعض عورتیں ہاتھ منہ دھو کر اور کنگی چوٹی پر بہت سا وقت ضائع کرنیکے بعد ماتمی لباس میں باہر نکلتی ہیں۔ ان کے ہمراہ چھوٹے چھوٹے بچے ہوتے ہیں۔ جن سے گداگری کرائی جاتی ہے یہ بیچاری بیوہ عورتیں" بچوں کا پیٹ کاٹ کر کچکول کی ساری کائنات شراب کی نذر کر دیتی ہیں۔ بسا اوقات وہ اپنے بچوں کو ہمراہ نہیں لیجاتیں۔ بلکہ کسی اور کا ایسا بچہ کرایہ پر لے لیتی ہیں۔ جو اندھا۔ لنگڑا یا کسی صعب بیماری میں مبتلا ہو صنعتی مدارس میں سینکڑوں بچے ہیں جو گداگری کے مکتب میں تعلیم حاصل کر چکے ہیں۔ اور جنہیں خالی ہاتھ گھر جانے کی خطا پر بہت بیدردی سے پیٹا جاتا تھا۔ بہت سے بچے اس مارپیٹ اور ڈانٹ ڈپٹ سے بچنے کے لیے چوری کرنے سے بھی دریغ نہ کرتے تھے۔ یہ محلہ تو محض گناہگاری کے لیے بدنام ہے۔ اب دوسرے محلہ کی سیر کرتے ہیں جہاں جرائم کا دور دورا ہے

— کہتے ہیں کہ اگر ہائٹس کے گرداگرد دیوار کھینچ جائے تو لنڈن کے ۹/۱۰ مجرم محبوس ہوجائیں ممکن ہے کہ یہ بیان مبالغہ آمیز ہو۔ لیکن اس میں شک کا شائبہ تک نہیں کہ ہائٹس کے اکثر گلیوں میں صرف جرائم پیشہ لوگ آباد ہیں۔ جو سرقہ اور نقب زنی پر اوقات بسر کرتے ہیں کثیر جماعت معمولی کارندوں کی ہے۔ جو ماہرین فن کی ہدایت کے مطابق کام کرتے ہیں مالمسروقہ خریدنے والوں نے یہاں خاصی نو آبادی بنا رکھی ہے اور معلمان فن سرقہ رات دن درس تدریس میں مشغول رہتے ہیں۔ صاف ستھرے مکانوں کی اس قطار کو دیکھو۔ کھڑکیوں پر ایسے طریقہ سے اُجلے پردے پڑے ہیں۔ سیڑھیاں کیسی صاف ہیں۔ دروازے کے قبضے دھوپ میں چکا چوند کا عالم پیدا کر رہے ہیں۔ غرضکہ باہر کی ہر چیز مکان والوں کی آسودگی اور فارغ البالی پر دال ہے یہاں سرقہ کے جگت استاد رہتے ہیں۔ دو ایک مالمسروقہ کے تاجر بھی ہیں بود و باش رکھتے ہیں۔ بالائی منزل میں جہاں سے پھولوں کی بیلیں لٹک رہی ہیں۔ سرقہ کا بہترین معلم سکونت رکھتا ہے مجھے ان باکمالوں سے گفتگو کرنے اور ان کا طریق کار معلوم کرنے کا اتفاق

ہُوا۔ یہ نہ سمجھئے کہ میں اُن کا راز فاش کر رہا ہُوں۔ یہ سب حالات تو پولیس اور پادریوں کو بھی بخوبی معلوم ہیں۔ قاعدہ یہ ہے کہ جس لڑکے کو تعلیم و تربیت دی جاتی ہے۔ اسے چوری کے صرف ایک شعبہ کا گُر بتایا جاتا ہے اور کیا مجال کہ وہ دُوسرے شعبہ میں دخل دے۔ مثلاً ایک چور کو یہ سکھایا گیا ہے کہ خواتین کی گھڑیاں کس طرح اُڑانا چاہیئے۔ وہ اس کام میں ماہر ہے مگر وُہ کبھی کسی مرد کی جیب میں ہاتھ نہ ڈالیگا۔ اگر وُہ مرد اور عورتوں کی جیبوں کو مخلوط کردے تو اُس کے چھُونے کی نزاکت باقی نہ رہے۔ مرد کی جیب سے گھڑی نکالنے کے وقت اُنگلیوں کو جس طرح کام کرنا پڑتا ہے وُہ خواتین کی جیب سے گھڑیاں نکالنے سے بہت مختلف ہے۔ گرفتاری کے خوف کے بغیر کسی شخص کی جیب سے گھڑی نکالنے کے لئے لازم ہے کہ اُنگلیاں ایک خاص طریقے کی پیہم مشق کرتی رہیں۔ بہت سے چور جو سالہا سال تک خواتین کی گھڑیاں اُڑاتے رہے۔ کسی مرد کی جیب میں ہاتھ ڈالتے ہی پکڑے گئے۔ نوآموز چوروں کے لئے سب سے مشکل رینگ کر چلنا ہے۔ اِس میں اُن کو ہاتھوں اور گھٹنوں کے بل دُکان میں داخل ہو کر گھسیٹتے گھسیٹتے گلے کے پاس پہونچنا ہوتا ہے تاکہ جو کچھ گلّے میں ہو۔ دُکاندار کو خبر ہُوئے بغیر چُرا لیا جائے۔ اس میں نہ صرف ہاتھوں کے بل بلکہ گھٹنوں کے استعمال میں کافی مشق ہونی چاہیئے۔ اگر رینگنے میں ذرا سا کھٹکا ہو جائے۔ تو گرفتاری یقینی ہے لیکن باوجود گوناگوں مشکلات کے اِس جماعت کے شاگردوں کی تعداد معقُول ہوتی ہے جنہیں ایک کمرے میں جس میں ایک مصنوعی کونٹر لگا ہوتا ہے مشق کرائی جاتی ہے۔ کونٹر کے چور کے ساتھ کاہے گاہے ایک اور کبھی دو مددگار ہوتے ہیں۔ جب دُکان تاڑی جاتی ہے۔ تو اُسکے مالک کی عادات کا مطالعہ کر کے مناسب موقع کی تاک میں رہتے ہیں۔ ایک شریک مجرم بطور گاہک کے دُکان میں داخل ہوتا ہے اور دُکاندار کی توجہ اپنی طرف لگائے رکھتا ہے۔ یہ کام اکثر کوئی عورت انجام دیتی ہے دُوسرا شریک باہر کی نگرانی کرتا ہے اور اپنے رفیقوں کے بھاگنے میں آسانی پیدا کرنا اُسکا فرض ہے اِس بندوبست کے بعد اصل چور رینگتا ہُوا داخل ہوتا ہے اور گلّہ

خالی کرکے نکلجاتا ہے اکثر اوقات دُکاندار کو اپنے نقصان کا اُسوقت تک پتہ نہیں لگتا جبتک کوئی نیا گاہک نہیں آتا۔ اور اُسے خوردہ دینے کی ضرورت نہیں پڑتی لیکن باوجود ان جان جوکھوں میں پڑنے کے پیشہ ورچوروں کی آمدنی بہت قلیل ہوتی ہے اگر آپ انکی طرز زندگی دیکھنا چاہتے ہیں تو دل کڑا کرکے سامنے والی گلی میں داخل ہوجایئے۔ یہ گلی لندن بھر میں مجرموں کی کثرت کے باعث مشہور ہے اسکے باشندے شاہی چور ہیں۔ گلی کے وسط میں ایک مکان ہے جسمیں قریباً دوسَو چور ہر روز شب باش ہوتے ہیں۔ اور اس گلی میں شاید ہی کوئی مکان ہوگا جسکا کرایہ حلال کی آمدنی سے ادا کیا جاتا ہو جس مکان کے سامنے اسوقت ہم کھڑے ہیں ایک شخص نے ۴۰ روپے ماہوار کرایہ پر لیا تھا۔ اپنے نے دو ایک کمرے مخصوص کرکے کرائے پر دیدئے جسکا نتیجہ یہ ہُوا کہ وُہ خود مفت مکان میں رہنے لگا۔ یہاں بہت سے کنبے ایک ہی کمرے میں رہتے ہیں جب کسی کنبہ کی آمدنی میں اضافہ ہوجاتا ہے۔ تو دو کمرے کرایہ پر لینے کی انتہائی مسرّت حاصل ہوجاتی ہے اگر آپ شام کے وقت اس کمرے میں جائیں تو آپکو کنبہ کی دادی اماں اسکا خاوند۔ دو لڑکیاں اور ایک پندرہ سالہ لڑکا بیٹھے ہُوئے دکھائی دیں۔ اس کنبے کے دو اور جوان لڑکے بھی ہیں لیکن وُہ جیل میں مزے سے زندگی بسر کررہے ہیں۔ اسکے پہلو میں جو کمرا ہے وُہ ایک نقب زن کا مسکن ہے اسمیں اسکے ساتھ اسکی بیوی ایک سترہ سالہ لڑکا دو لڑکیاں اور ایک شیر خوار بچہ رہتے ہیں آجکل نقب زنی کی تجارت کا بازار مندا معلُوم ہوتا ہے کیونکہ کنبے کا کھانا صرف روٹی اور پنیر تک محدُود ہے۔ ایکدن ہمنے اس محلہ میں ۵۰ سے زیادہ چوروں کے گھر دیکھے ان میں سے صرف یہی نقب زن بیہودگی سے پیش آیا۔ انہیں سے بیس گھر ایسے تھے جن کا ایک نہ ایک ممبر غیر حاضر تھا بعض کی چھ مہینے میں اور بعض کی ۵ سال کے بعد آنیکی توقع تھی اُنکا موجودہ پتہ بتانے میں گھر والوں کو کوئی تکلف نہ تھا دُوسکراتے ہُوئے بتلاتے تھے کہ جیل کے پتہ پر خط وکتابت ہوسکتی ہے اس محلہ میں ایسی درجنوں گلیاں ہیں جنہیں سے ہر ایک مجرموں سے پٹی پڑی ہیں لیکن ہر ایک پر غربت اور تنگدستی برستی ہے لندن میں فلاکت کو کسی جگہ ایسی رونق نصیب نہیں ہُوئی۔ اس سے تو ظاہر ہوتا ہے کہ بہرحال جرم کوئی ایسا منفعت بخش پیشہ نہیں مگر پھر بھی یہ لوگ اس کام پر تلے ہُوئے ہیں۔

باب پانزدہم

ننگِ خاندان

بہت زیادہ عرصہ نہیں گذرا کہ ایکدن ایک بڑے ذی وقار پادری صاحب اپنے بھائی کے خلاف جو مجرم کی حیثیت سے عدالت کے روبرو کھڑا تھا۔ شہادت دینے کے لیے پیش ہوئے پادری صاحب مدتوں تک اپنے ناہنجار بھائی کی ناشدنی حرکات برداشت کرتے رہے۔ مگر جب انہوں نے دیکھا کہ ان کی اور خاندان بھر کی عزت ہاتھ سے جا رہی ہے تو انہوں نے بھائی کو پولیس کے حوالہ کرنا ناگزیر خیال کیا۔ اس پادری کی سب عزت کرتے تھے اور لوگ اُن کی ہمدردی۔ اُنس اور حلیم مزاجی کے گرویدہ تھے۔ کوئی شخص جس نے اُن کے وعظ سُنے ہوں یا جسے اُن کی صحبت میں بیٹھنے کا اتفاق ہوا ہو۔ کبھی باور نہ کرے گا۔ کہ برسوں تک اپنے بھائی کے کرتوتوں کے باعث وہ انگاروں پر لوٹتے رہے جب صبر وتحمل کا پیمانہ لبریز ہوگیا۔ تو پادری نے دل پر جبر کرکے قانون سے پناہ مانگی۔ اور اِس ننگِ خاندان کی کرتوت گھر کی چاردیواری سے نکل کر منظر عام پر آئی۔ لیکن اِس پادری کے ہزاروں ان مرو کی زندگی اپنے اپنے کنبہ کے خاص خاص ممبروں کے ہاتھوں تلخ ہے اُن کا دل اندر ہی اندر جلکر کباب ہوگیا ہے۔ مگر بدنامی کے ڈر سے وہ اُف تک نہیں کرتے۔ ننگِ خاندان کی حرکات جس قدر معیوب ہوتی ہیں۔ اتنا ہی اِس کے رشتہ دار پردہ پوشی میں زیادہ کوشش کرتے ہیں۔ تاکہ کہیں بات نکل کر موجبِ رسوائی نہ ہو۔

کئی دفعہ ایسا ہوا ہے کہ کئی شریف خاندانوں نے اپنے باعثِ ننگ کی موت کی جھوٹی خبر اُڑا دی۔ تاکہ لوگوں کو اِسکے افعال کا علم نہ ہونے پائے۔ اور جو کچھ وہ کرے اسے اسکے اصلی

نام سے منسوب نہ کیا جائے۔ چند سال ہوئے اس قسم کا ایک واقعہ ظہور میں آیا تھا۔ ایک شخص نے کوئی جرم کیا۔ مقدمہ فوجداری کی ذلت سے بچنے کا کوئی چارہ سوا اس کے نہ تھا کہ اُسکے مرجانے کی خبر مشہور کی جائے۔ چنانچہ اسی تجویز پر عمل کیا گیا۔ ملزم مفرور ہوگیا اور اُس کے رشتہ داروں نے کہیں سے ایک لاوارث لاش لاکر جنازہ نکالا۔ اور اس لاش کو ملزم کی لاش بتاکر بڑے اہتمام سے اپنے خاندانی قبرستان میں دفن کیا۔ اس مفروضہ موت کے ذریعہ فوجداری کارروائی ساقط ہوگئی۔ جب نعش قبر میں اُتاری جارہی تھی۔ تو مفروضہ مُردہ مشرق کے کسی شہر میں جیتا جاگتا چل پھر رہا تھا۔ جہاں اپنا نام تبدیل کرکے وہ برسوں رنگ رلیاں مناتا رہا۔ جبتک رشتہ داروں کو ایک وفادار نوکر کے ذریعہ اُسکی موت کی خبر نہ ملی اُنہیں کبھی چین کا پہلو نصیب نہ ہوا۔ اُنہیں ہمیشہ یہی دھڑکا لگا رہتا تھا کہ کہیں خودسری کے جوش میں وہ انگلستان میں نہ آنکلے۔ کیونکہ جب کبھی روپیہ ذرا کم ارسال ہوتا تھا تو وہ یہی دھمکی دیا کرتا تھا۔ کہ اگر فلاں تاریخ تک اتنا روپیہ نہ پہونچا۔ تو وہ لنڈن کو روانہ ہوجائیگا۔

تھوڑے دن ہوئے کہ لنڈن کے جیل میں ایک شخص تھا۔ جس کے خلاف وحشیانہ قتل عمد کی علت میں فوجداری مقدمہ چل رہا تھا۔ اسکی تجویز بحیثیت جعلی نام سے ہوئی۔ اور اسی جعلی نام کے ساتھ اِسے پھانسی کے تختہ پر کھڑا کیا گیا۔ سالہا سال تک وہ اپنے خاندان کا ننگ رہا۔ اور ذلت کی اس گہرائی تک جا پہونچا۔ کہ رشتہ دار اُسکا نام سُنکر کانوں پر ہاتھ رکھنے لگے۔ اِس شخص کا اصلی نام فیاضانہ کاموں اور تاجرانہ سرگرمیوں کے لئے زبان زد عام تھا۔ اس کے عزیز و اقارب کو جب اسکی گرفتاری کی اطلاع ملی۔ تو وہ سہم گئے کہ کہیں اپنا اصلی نام ظاہر کرکے خاندان کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ نہ لگائے۔ لیکن قاتل نے انہیں پیغام بھیجا۔ کہ وہ تسلی رکھیں اصلی نام کبھی ظاہر نہ ہونے پائیگا۔ اور ہر کارروائی میں اُسکا وہی نام پکارا جائیگا جو اُس نے گرفتاری کے وقت اختیار کیا تھا۔ اس قاتل کی شخصیت کو اس قدر چھپایا گیا۔ کہ اسکی ماں مرتی مرگئی۔ مگر اسے علم نہ ہوا کہ اسکا بیٹا پھانسی پاکر فوت ہوا ہے لیکن ہمیشہ ایسا

نہیں ہوتا کہ ننگِ خاندان نے اپنے گھرانے کی عزت کا پاس کیا ہو۔ اس کے برعکس وہ اہلِ خاندان کے اندیشۂ رسوائی کو روپیہ حاصل کرنے کا آلہ بنا لیتا ہے یہی بات ہے جو رشتہ داروں کو کسی جعل کے تسلیم کرنے پر مجبور کرتی ہے۔

الف۔ ایک بوڑھے کا بیٹا بچپن ہی سے خاندان کے لئے زحمت ثابت ہوتا چلا آیا تھا جب جوان ہوا۔ تو اس کے لئے شہر کے ایک معزز سوداگر کی دکان پر ملازمت حاصل کی گئی۔ آوارگی اور قماربازی کے باعث وہ ہمیشہ تنگدست رہتا تھا۔ ایکدن باپ کی چیک بک ہاتھ آگئی۔ اس نے آؤ دیکھا نہ تاؤ۔ جھٹ اپنے باپ کے جعلی دستخط کر کے چیک تیار کیا۔ اور بنک سے ۵۰۰، روپے نکلوا لئے۔ پھر اس نے باپ کے آگے اقرار خطا کیا۔ باپ کے لئے صرف دو ہی رستے کھلے تھے۔ یا تو اس رقم سے ہاتھ دھوئے یا بنک کو اجازت دے کہ وہ اس کے بیٹے کے خلاف فوجداری کارروائی کرے جیسے کہ توقع کر سکتے ہیں۔ اس نے بنک کو کوئی اطلاع نہ دی۔ اور جعلی چیک اس کے حساب میں مجرا ہو گیا۔ اس پہلی کامیابی نے الف کا حوصلہ بڑھا دیا اور جب باپ کی چیک بک نہ ملی۔ تو ایک آشنا کے جعلی دستخط کر کے کسی ساہوکار سے روپیہ قرض لے لیا۔ دستاویز کی میعاد ختم ہونے سے چند ہفتے قبل اسنے گھر سے باہر جا کر باپ کو چٹھی لکھی اور اپنی حرکت پر ندامت کا اظہار کیا۔ اور باپ سے التجا کی کہ جس شخص نے اپنے جعلی دستخط بنائے ہیں وہ اس سے ملکر معاملہ کو رفت گذشت کرا دے۔ یہ نوجوان کرنل کے ایک دوست کا بیٹا تھا۔ وہ الف کی شرارت پر بہت بگڑا۔ لیکن آخر زرِ تمسک یعنی ۱۵ ہزار روپیہ کرنل سے لیکر اس نے ساہوکار کا دین ادا کر دیا۔ اب کرنل ضبط نہ کر سکا اور اس نے اپنی بیوی کو سب ماجرا کہہ سنایا اور انہیں معلوم ہو گیا کہ اگر ان کے بیٹے کے یہی لچھن رہے تو ذلت اور تباہی کے سوا ان کے لئے کچھ نہیں رہیگا۔ اس خبر نے اس چھوٹے سے گھر کو غم و رنج کا مخزن بنا دیا۔ اور رات دن یہی خدشہ دامنگیر رہنے لگا۔ کہ دیکھئے اب یہ ننگِ خاندان کیا رنگ لاتا ہے۔ آخری جعلسازی سے حاصل کیا ہوا روپیہ خرچ کرنے کے بعد اب اس نے کیا

کیا کہ وہ دکانداروں کو جھوٹے چک دیکر لُوٹنے لگا۔ مگر وہ ہر موقعہ پر اپنا نام صحیح نام اور پتہ بتادیتا تھا آخر وہ دکاندار کرنل کے پاس آئے اور اُس سے کہا کہ اگر انہیں روپیہ ملجائے۔ تو وہ فوجداری کارروائی سے باز رہ سکے۔ لڑکیوں نے جب یہ کیفیت سُنی۔ تو اُن کے ہاتھوں کے طوطے اُڑ گئے اور وہ کوسنے لگیں کہ ایسا بھائی جس قدر جلد نوالۂ موت ہو اُتنا ہی اچھا۔ چند مہینوں کے بعد بد اطواری رنگ لائی۔ اور الف صاحب فراش ہو گیا۔ شراب اُسکے دماغ کو چڑھ گئی۔ اور وہ دیوانوں کی سی حرکات کرنے لگا۔ اُسکی تیمارداری کے لیے ایک تربیت یافتہ نرس کی خدمات حاصل کی گئیں۔ کیونکہ اُسے تنہا رکھنا ناممکن تھا۔ اُسکی بہنیں کبھی کبھی عیادت کے لیے جایا کرتی تھیں۔ ایکدن عصر کے وقت بڑی بہن آئی۔ نرس نے آدھ گھنٹہ کے لئے باہر جانا تھا۔ اُسکی بہن نرس کی غیر حاضری میں نگہداشت کے لیے آمادہ ہو گئی۔ نرس کو گئے ہوئے پندرہ منٹ گذرے تھے۔ کہ بہن بے تحاشا دوڑتی ہوئی نیچے اُتری اور سب کو پکارنے لگی۔ اُسکا بیان تھا کہ بھائی یکایک چارپائی سے اُٹھ کر کھڑکی کے پاس گیا اُسے کھولا اور باہر کود پڑا۔ یہ کھڑکی تیسری منزل پر تھی۔ جب لوگ اسجگہ پہونچے جہاں وہ کود کر گرا تھا۔ تو اُنہوں نے نوجوان کو مردہ پایا۔ تحقیقات کے وقت نرس نے بیان کیا کہ یہ واقعہ ناممکن تھا مس کو معلوم تھا کہ اگر اُس کے بھائی کو روکا نہ گیا۔ تو وہ ضرور کھڑکی کی طرف جائیگا۔ کیونکہ اس بیماری میں یہ ہمیشہ ہوا کرتا ہے۔ کہ بیمار کودنے پھاندنے کی کوشش کرتا ہے اس کے علاوہ کمرہ میں گھنٹی لگی تھی۔ اور ساتھ کے کمرہ میں بیمار کا نوکر موجود تھا کھڑکی بند تھی۔ اور امداد بالکل قریب موجود تھی۔ اس لیے اس خودکشی کو روکنے میں ذرہ بھر دقت نہ ہو سکتی تھی۔ بہن نے بیان کیا کہ جب اس نے اپنے بھائی کو چارپائی سے کود کر کھڑکی کی طرف جاتے دیکھا۔ تو اُس کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ اور وہ کچھ نہ کر سکی خفقت میں ڈر کے مارے اس پر غشی کی حالت طاری ہو گئی۔ جب اسے ہوش آیا۔ تو بھائی کھڑکی سے لٹک چکا تھا۔ تب وہ امداد کے لیے کمرے سے دوڑ کر باہر آئی۔ جو کچھ ہوا سو ہوا مگر سنگ

خاندان کی موت نے گرتے ہوئے گھر کو تھام لیا۔ اس واقعہ کے متعلق رشتہ داروں کی رائے لوگوں سے مختلف ہے۔ جو بات نرس کو پراسرار معلوم ہوئی۔ وہ اُن کے لئے کھلی ہوئی حقیقت تھی۔ وہ جانتے تھے کہ بہن نے جان بوجھکر بھائی کو موت کے گھاٹ اُترنے دیا۔

ہمیشہ گھر کے چھوٹے افراد ہی ننگِ خاندان نہیں ہوتے۔ بلکہ بعض اوقات باپ۔ماں خاوند یا بیوی اِن باتوں پر اُتر آتے ہیں۔ اِن دنوں میں جب ایک ایکٹر شہرت کے آسمان پر آفتاب کی طرح چمک رہا تھا۔ اور دولت وحشمت اس کے پاؤں دھو دھو کر پی رہی تھیں میں اس سے ملاقی ہوا۔ دلکشا مکان میں وہ اپنے بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا۔ اس ایکٹر نے جو اپنے علم وفضل کے لئے بھی خاص طور پر مشہور تھا۔ چند سال ہوئے اپنی بیوی سے علیحدگی اختیار کر رکھی تھی۔ اور وہ اخلاقی اور قانونی لحاظ سے اپنی بیوی کی کسی حرکت کا ذمہ دار نہ تھا۔ یہ عورت نیم دیوانی تھی۔ اور اس نے اپنے خاوند کی زندگی اجیرن کر دی تھی۔ جب وہ چلی گئی تو ایکٹر نے اپنی تمام محبّت کو بچوں کی نذر کر دیا۔ جو تمام دُنیا کی نعمتوں سے اسے زیادہ عزیز تھے۔ ایک رات مجھے اس تھیئٹر کے قریب سے گذرنے کا اتفاق ہُوا۔ جہاں اُسوقت وہ سرگرم کار تھا۔ اُسکی گاڑی سٹیج کے دروازے پر کھڑی تھی۔ اور ایک چھوٹا سا ہجوم اسے دیکھنے کے لئے منتظر کھڑا تھا۔ جب وہ باہر نکلا تو لوگوں نے تالیاں بجائیں۔ ٹوپیاں اُچھالیں۔ غرض ہر ممکن طریق سے اس کے کمال کا اعتراف کیا۔ اتنے میں ایک غلیظ مدہوش سی عورت چیتھڑے لٹکائے لڑکھڑاتی ہوئی آگے بڑھی۔ اور اُسے بازو سے پکڑ لیا۔ ایکٹر کی نگاہ جب اپنی بیوی کے چہرہ پر پڑی تو اُسکا رنگ فق ہوگیا۔ اُس نے اپنے آپکو اُسکی گرفت سے نکالا اور جھٹ گاڑی میں بیٹھ کر ہوا ہوگیا۔ سیاہ مست عورت گالیاں دیتی چیختی اور چلاتی رہی۔ دس سال سے اس صورت تک پھر مڈھ بھیڑ ہو جانے کے خوف نے اس ہردلعزیز ایکٹر کو پریشان کر دیا۔ اسکا اس عورت کو روپیہ دینا بیکار تھا۔ کیونکہ خواہ کتنی ہی رقم کیوں نہ ملے وہ اسکی شراب ہی خرید تی تھی۔ ایکدفعہ علیحدگی کے بعد

اسنے عورت مذکور کو ایک سجا سجایا گھر رہنے کے لئے دیا لیکن اس نے چند ہفتوں ہی میں تمام سازوسامان کے کوڑے کر کے شراب پی ڈالی - انہی دنوں میں دو دفعہ اسے اسی علت میں حوالات میں رہنا اور جرمانہ ادا کرنا پڑا - کہ وہ مخمور حالت میں ہنگامہ برپا کرتے گرفتار ہوئی تھی - چند سال ہوئے اسکا ایک خیراتی ہسپتال میں انتقال ہوا - بستر مرگ پر اس نے اپنے خاوند کو یاد کیا - جس کے بازوؤں میں اس نے دم توڑا اور جس نے مراسم تجہیز وتکفین اپنی شان کے مطابق ادا کئے -

فرانس میں یہ دستور ہے کہ جب کوئی ممبر کسی خاندان کی عزت ومال کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ جائے - تو جملہ ممبروں کی ایک مجلس منعقد ہوتی ہے - اور پھر قانون کی مدد سے ننگ خاندان کے اختیارات محدود کئے جاتے ہیں - انگلستان میں ایسا کوئی قاعدہ نہیں ہر خود فراموش مجاز ہے کہ بزرگوں کے اندوختہ کو جس طرح چاہے خرچ کرے اور اپنے بچوں کے لئے کچھ باقی نہ رہنے دے - کوئی نوجوان اپنے ترکہ کو چند دن کی عیاشی کی نذر کرسکتا ہے - مگر کوئی اسکا ہاتھ نہیں پکڑ سکتا - کوئی بیوہ اپنے خاوند کے مال کو دھوکے باز اور فریب کار لوگوں کی بھینٹ چڑھا کر اپنے بچوں کو نان شبینہ کا محتاج کرسکتی ہے - اور کسی رشتہ دار کو دم مارنے کی مجال نہیں ہوتی - لنڈن کا ایک متمول سوداگر مسٹر (ب) چار بیٹیاں چھوڑ مرا اُس نے تھوڑی رقم لڑکیوں کے نام کردی - اور باقی زر کثیر بیوہ کے تصرف میں آئی جسکی عمر اُسوقت ۴۲ سال کی تھی - اور بڑی لڑکی ۱۹ سال کی تھی - اور سب سے چھوٹی ۱۴ سال کی تھی - بیوہ ہونے کے چند روز بعد مسز ب شراب نوشی سے غم غلط کرنے لگی - اور رفتہ رفتہ یہاں تک نوبت پہنچ گئی - کہ اُسکا رات دن یہی شغل ہو گیا صبح کو گھر سے نکلتی اور آدھی رات تک واپس آنے کا نام نہ لیتی - اور جب خدا خدا کرکے لوٹتی - تو سر پاؤں کی سدھ نہ ہوتی - کئی دفعہ اسے پولیس بھی گھر پہنچانے آئی - ایکدفعہ ایک پولیس والے نے اپنی ہی چوکھٹ پر منہ کے بل گرے ہوئے پایا - اُسوقت اس کے ہاتھ میں ایک سیاہ

بینک تھا جمیں ساڑھے دس ہزار روپے کی مالیت کے پونڈ اور نوٹ پڑے تھے۔ بدنصیب عورت نے بنک سے بارہ ہزار روپے نکلوائے تھے اُس وقت ۱۵۰۰ روپے کم تھے۔ جب اسے ہوش آیا تو وہ یہ بتانے سے قاصر تھی۔ کہ ۱۵۰۰ روپے کیا ہوئے۔ اس نے بہتیرا سر ٹپکا۔ مگر کچھ یاد نہ آیا۔ دو سال اسطرح گذرے کہ بیچاری لڑکیاں آدھی رات تک ماں کے انتظار میں تارے گنتی رہیں۔ ایک رات وہ بالکل گھر نہ آئی۔ صبح ہوئی تو معلوم ہوا کہ حوالات میں رات بسر کی۔ پولیس نے اسے ایک بھاری رقم بینک میں رکھے فرش زمین پر بیہوش پڑا پایا۔ اور خود اُسکی حفاظت کے لئے حوالات میں دیدیا۔ گھر میں اُسکی غیر حاضری سے زیادہ اُسکی موجودگی رنجدہ ہوتی تھی۔ بیخودی کے عالم میں وہ اپنی لڑکیونکی جان کی لاگو ہو جاتی تھی۔ اور بیچاریاں جابجا چھپتی پھرتی تھیں مگر ہوش میں وہ اپنی بیٹیوں پر جان نثار کرتی صدقے قربان ہوتی تھی لیکن جوں جوں وقت گذرتا گیا۔ یہ ہوش کے لمحے کم ہوتے گئے۔ آخر جب وہ مری تو بیٹیوں کو مصیبت سے چھٹکارا ملا۔

—— مسٹر ج کے دو بیٹے تھے۔ ایک بیرسٹر اور دوسرا ڈاکٹر دونونکی شہر میں بڑی ساکھ تھی۔ مگر باپ ننگ خاندان نکلا۔ اور دونوں کی زندگی حرام ہوگئی۔ ۵۰ سال کی عمر تک مسٹر ج کا شہر کے ذی عزت تاجروں میں شمار رہتا رہا۔ اس کے گھر میں مُن برستا تھا اس کے بچوں نے ناز و نعم کی گود میں پرورش پائی۔ ۵۱ سال کا ہوا تو اسکی بیوی نے انتقال کیا۔ اور اس کے ایکسال بعد ایک طویل مقدمہ شروع ہوا جس میں اسے بہت سا روپیہ خرچ کرنا پڑا۔ اس کے بعد اسکے اطوار میں عجیب تبدیلی پیدا ہوئی۔ کام سے جی چرانے بُری صحبت میں آنے جانے اور کثرت سے شراب پینے کی بدولت کاروبار بگڑ گیا۔ اور بالآخر دکان بند کرنا پڑی۔ اور وہ اپنا ذاتی مکان فروخت کرکے کرایہ کے مکان میں رہنے لگا۔ اس کے بیٹے پہلے ہی علیحدہ ہو چکے تھے۔ اور بیٹی اپنے سسرال

چلی گئی۔ ایکدن بیرسٹر اپنے باپ سے ملنے آیا۔ تو کیا دیکھتا ہے کہ وہ مکان چھوڑ کر کہیں چلا گیا ہے۔ گھر والے اُسکی نئی عادات سے واقف تھے۔ اُن کے دل پر خوف وہراس طاری ہوگیا۔ اور اُسکی تلاش میں سرگردان پھرنے لگے۔ بڑے تجسس کے بعد پتہ لگا کہ آپ ایک ذلیل ترین ہوٹل میں فروکش ہیں۔ اس نے اپنی حرکت کی کوئی وجہ بیان نہ کی۔ اور اپنے دوسرے بیٹے یعنی ڈاکٹر کے مکان پر چلا گیا۔ چند دنوں کے بعد ایکدفعہ ڈاکٹر گھر آیا۔ تو یہ دیکھ کر ہکا بکا رہ گیا کہ کوئی شخص اُس کے مکان پر قبضہ کئے بیٹھا ہے پوچھا تو معلوم ہوا کہ مسٹر ج نے ڈاکٹر کے مکان کو اپنا بتا کر ۹ ہزار روپے کے عوض رہن کر دیا ہے۔ ڈاکٹر نے ایک وکیل سے مشورہ کیا۔ اور بدنامی کے خوف سے دونو بھائیوں نے ۹ ہزار روپے ادا کر کے عدالت کے ناظر سے نجات پائی۔ ایک ہفتہ کے بعد پھر ناظر ۵۰۰ روپے کی قرقی کا وارنٹ لیکر آیا۔ اب کے بھی رقم ادا کر دی گئی۔ قصہ مختصر پانچ سال کے عرصہ میں دونو بھائیوں نے ایک لاکھ پچاس ہزار روپیہ محض اسلئے ادا کیا۔ کہ ناموس پر حرف نہ آئے۔ دونو بھائی بے بس تھے۔ اشتہار دے کر باپ کی حرکات کا سدِ باب نہ کر سکتے تھے۔ کہ اس سے رسوائی کا زیادہ اندیشہ تھا۔ اور باپ دھڑا دھڑ دستاویزیں لکھ کر قرض پر قرض برداشت کرتا چلا جاتا تھا۔ آخر خدا نے بیچاروں کی سنی اور مسٹر ج مکتی فوج میں داخل ہو گئے۔

موجودہ لنڈن کے اسرار اس شہر کے باشندوں کی زندگی میں مستور ہیں۔ جن کا بہت بڑا حصہ ننگِ خاندان اشخاص کے دم قدم کی برکت ہے۔

باب شانزدہم

بچے اور جُرم

لنڈن کے بچوں کی ترحم انگیز زندگی سے صرف وہی لوگ واقف ہو سکتے ہیں جنہیں ایسے حالات معلوم کرنے کا شوق ہو۔ یا جنہیں اُن کے فرائض منصبی یہ دردناک نظارہ دیکھنے پر مجبور کریں میری خواہش نہیں کہ اِن صفحوں کو لنڈن کی سیاہ کاری اور غم و اندوہ کا مُرقع بناؤں۔ مگر جو کچھ میں سپرد قلم کرنے والا ہوں۔ ایک ایسی حقیقت ہے جو نظر انداز نہیں ہو سکتی۔ ان مدارس کی امثلہ دیکھیں جن میں کمزور دل و دماغ کے بچے تعلیم پاتے ہیں۔ تو آپ کو معلوم ہو کہ میں ایک ضخیم دفتر کا نہائیت مختصر خاکہ پیش کر رہا ہوں۔ ان ضخیم جلدوں میں ہر ایک بچے کی خاندانی حالات اسکی دماغی اور جسمانی حالت کے متعلق ڈاکٹر کی رائے اِس شرح و بسط کے ساتھ لکھی ہے۔ کہ معلموں کو اپنی رہنمائی کیلئے مزید حالات دریافت کرنے کی ضرورت نہیں رہتی۔ حکام نے نہائیت دُور اندیشی سے کام لے کر اِن تمام جلدوں کو مقفل کر رکھا ہے۔ تاکہ غیر متعلق اشخاص کی نگاہ ان پر نہ پڑ سکے۔ ان میں چند خاندانوں کے ازبس خوفناک تذکرے ہیں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ والدین نے کیا کیا گناہ کئے جن کا خمیازہ اُن کے بچے بھگت رہے ہیں ان کا دماغ عقل سے اور ان کا جسم طاقت سے خالی ہے آئندہ نسلوں کی ذہنی اور جسمانی تباہی کی ذمہ وار سب سے بڑھکر شراب خانہ خراب ہے جس سے والدین میں امراض مزمنہ پیدا ہوکر بچوں کے جسموں میں منتقل ہو جاتے ہیں۔ دیوانگی۔ مرگی اور دماغی توازن کے بگڑنے کی دیگر صورتیں والدین کی غلط کاریوں کے ثمر ہیں۔ اگر آپ یہ کاغذات ملاحظہ کریں۔ تو آپ پر آئینہ ہو جائے

ہو جائے۔ کہ ایک ہی خاندان میں دیوانگی اور خودکشی کئی بار متواتر ہوئی۔ اور ایک خاندان کے دوسرے بچوں سے صرف دو اچھی صحت کے مالک ہیں۔ یہ داغ پشتہا پشت تک قائم رہتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ مجانین کی تعداد دن بدن بڑھ رہی ہے۔ پند و نصائح کا دفتر کھولنا یا اصلاح کی تحریک پھیلانا دائرہ عمل سے باہر ہے لیکن میں اظہار صداقت پر محض اس لئے مجبور ہوں۔ تاکہ کم سے کم لوگوں کو صحیح حالات کا تو علم ہو جائے۔ اسی پندرہ سال کے لڑکے کو لیجئے۔ چند مہینے ہوئے کہ عدالت نے یہ فیصلہ کیا۔ کہ اس کے گھر میں رہنے اور گلیوں میں پھرنے کی آزادی سلب کیجائے۔ اور اسے ایسی جگہ رکھا جائے جہاں مزید ارتکاب جرم کا امکان نہ رہے اس لڑکے نے ایک چھ سال کے بچے کو قتل کرنیکا اقدام کیا تھا۔ بچہ اسے راستہ میں ملا۔ اور وہ اسے باتوں میں لگا کر ایک سنسان جگہ لے گیا۔ چند منٹ گذرے تھے کہ اس نے بچہ پر قاتلانہ حملہ کیا۔ بچہ کو خدا نے ہمت دی اور وہ موذی کے چنگل سے نکل بھاگا لڑکے کو پولیس گرفتار کر کے عدالت میں لے گئی جب وہاں لڑکے کی دماغی حالت کا سوال اٹھا تو باتوں باتوں میں ایک واقعہ کا ذکر آ گیا جس نے مقدمہ پر بہت حیرت انگیز روشنی ڈالی۔ بیان کیا گیا کہ گذشتہ سال یہ لڑکا اپنی چار سالہ بہن کو ہوا خوری کے لئے باہر لے گیا۔ دو گھنٹے کے بعد وہ اکیلا گھر آیا۔ اور کہا کہ بچہ نہر میں گر کر ڈوب گیا ہے۔ تلاش کرنے پر اس کی لاش نہر سے ملی۔ اسوقت تو سب نے یہی خیال کیا۔ یہ ایک اتفاقی حادثہ ہے۔ لیکن اب کسی کو شک نہیں کہ ننھی بہن کا خون بڑے بھائی کے سر ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس لڑکے کو جان لیوا جنون ہے اس کے سر میں سمائی ہے کہ جس طرح ہو کسی کا خون بہائے۔

—— سامنے سکول کے بڑے کمرہ میں پیانو بج رہا ہے۔ اور کوئی پچاس بچے مصروف ترنم ہیں۔ کہ موسیقی انکے نصاب میں داخل ہے۔ ان میں سے اکثر بھولے بھالے اُجلا لباس پہنے ہیں لیکن چند ایک کے دیدے ایسے پھٹے پھٹے ہیں۔ کہ دیکھنے سے ڈر لگتا ہے۔ یہ بہت خوفناک

خیال کیے جاتے ہیں۔ اور اُستادوں کو اُن کی بہت احتیاط کرنی پڑتی ہے ایکدم بگڑ جاتے ہیں۔ اور ایسے مچلتے ہیں۔ کہ سنبھالنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اِن میں سے بعض مکار ہیں۔ اور دل کی بھڑاس نکالنے کے لیے موقعہ کی تاک میں رہتے ہیں۔ انہی کی قطار میں ایک لڑکی کھڑی ہے۔ جسے اسبات پر غصہ آگیا کہ اُس کی ماں اُسے ہر روز کہا کرتی تھی۔ کہ اپنی چھوٹی شیر خوار بہن کو گود میں لے پھرے۔ ایکدن وُہ بچے کو گھر سے فاصلہ پر لے گئی۔ اور اُسے ریل کی سڑک کے ایک محراب کے نیچے ویرانہ میں ڈال آئی۔ گھر آکر اُس نے کہا کہ بچہ کو ایک عورت اُس سے چھین کر لے گئی ہے۔ اتفاقاً ایک رہ گذر محراب کے پاس سے گذرا۔ اور بچہ کے رونے کی آواز سُنکر اُس نے بچہ کو گود میں اُٹھا لیا۔ اور تھانہ کی طرف لے جا رہا تھا کہ اُس کی ماں مامتا کی ماری حیران سرگردان پھرتی ملی۔ اور بچہ لیکر دُعائیں دیتی گھر گئی۔

—— ایک روز ایک لڑکی نے ایسی سنسنی پیدا کرنیوالی بات تراشی کہ تمام اہل محلہ کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ اُس نے بیان کیا۔ کہ اُس کی آنکھوں کے سامنے ایک شخص نے دو بچوں کو حلال کر کے کنوئیں میں پھینکدیا ہے۔ مزید استفسار پر اُس نے تصریح کی۔ کہ یہ کام جم نامی ایک شخص کا ہے۔ جو اس گردنواح میں چیزیں بیچنے آیا کرتا ہے۔ جب حسب معمول جم ادھر آیا تو اُسکی خوب گت بنی۔ برابر آدھ گھنٹہ تک دھول دھپے، جوتی پیزار سے اُس کی تواضع ہوتی رہی۔ آخر کار ایک پولیس والے نے آکر اُسے نجات دلوائی جب پولیس والے نے سارا قصہ سُنا۔ تو اُس نے لڑکی پر پے در پے سوالات کیے۔ لڑکی پولیس والے کی شکل اور ٹھہرے ترچھے سوالوں سے کچھ سہم سی گئی۔ اور اُسے کہنا پڑا کہ قاتل جم نہ تھا۔ مگر اُسکی شکل جم سے ملتی جلتی ضرور تھی۔ بعد میں معلوم ہوا کہ جم سے لڑکی نے ایک کھلونا مفت مانگا۔ اُس نے نہ دیا۔ اسپر یہ اتہام لگا کر دل کا بخار نکالا۔

—— لنڈن کے ایک مشہور محلہ کی ایک گمنام گلی میں چار کمروں کا ایک مکان ہے جسمیں ۵ سالہ

شخص اپنے کنبہ کے ساتھ رہتا ہے اس خاندان کے ناقص العقل اور مرگی میں مبتلا ہونے کی ماہوار آمدنی ۱۲۰۰ روپیہ ہے اسکی بیوی نے جو اُس سے عمر میں بڑی ہے محض روپیہ کی خاطر اُس سے شادی کی ہے جسے وہ شراب خوری میں بیدریغ صرف کرتی ہے۔ اِن کے سات بچے تھے۔ اب پانچ موجود ہیں۔ دو جو کم ہیں۔ اُن سے ایک چار سال کا اور دوسرا چھ سال کا تھا۔ چار سال کا لڑکا مر گیا ہے۔ ایکدن وہ چھ سال کے لڑکے کے ساتھ سیر کو گیا۔ اور اُسے پھر گھر کی شکل دیکھنی نصیب نہ ہوئی۔ بڑے لڑکے نے گھر آ کر بیان کیا۔ کہ چھوٹا بچہ کہیں بھاگ گیا ہے۔ دوسرے دن ایک عورت جو اپنے کھیت کو گئی۔ تو کیا دیکھتی ہے کہ ایک بچے کی لاش پڑی ہے تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ لڑکے نے بچے کو گلا گھونٹ کر مار ڈالا تھا۔ لڑکے سے پوچھا تو اُس نے کہا کہ کسی نے اُسے ایسا کرنیکو کہا تھا۔ یہ چھ سالہ قابل اب پاگل خانہ میں ہے۔ لیکن اگر اُس نے آئندہ کوئی مجرمانہ حرکت نہ کی۔ تو وہ پاگل خانہ سے آزاد ہو کر شادی کریگا۔ اور اُس کے صلب سے بچے پیدا ہوں گے۔ اور باپ کی دماغی حالت اُنہیں ترکہ میں ملیگی۔

—— اِن بدقسمت بچوں کو آتش زنی کا بہت شوق ہوتا ہے اکثر بچے آگ کے ساتھ کھیلنا پسند کرتے ہیں۔ لیکن اِن بچوں کے آتشی کھیل کا مقصد یہ ہوتا ہے۔ کہ خواہ جان پر بن آئے۔ مگر گھر پھونک کر تماشا ضرور دیکھیں۔ اِس مزاج کے ایک لڑکے نے اپنی شیرخوار بہن کی پلنگڑی کے نیچے کاغذ وغیرہ جمع کر کے آگ لگا دی۔ لیکن اُسکی ماں اتفاقاً جلد واپس آ گئی۔ اور بچہ معہ گھر بار کے تباہ ہونے سے بال بال بچا۔ اس قسم کے بچوں کے دل میں حسد اور کینہ۔ افسوسناک حد تک ہیجان پیدا کرتے ہیں۔ اِنہی کی بدولت ایک نوعمر لڑکی نے اِس قتل کا ارتکاب کیا۔ جس سے تمام دنیا میں سنسنی پھیل گئی اس لڑکی نے حسد کے مارے اپنے چھوٹے بھائی کو ہلاک کر ڈالا تھا۔ لیکن بچوں میں اس قسم کے سینکڑوں نمونے ہوں گے۔ جن کی کرتوتوں کو اتفاقی حادثات سے منسوب کیا جاتا ہے

— بعض بچوں کو جرائم کی تحریک محض خفیف باتوں سے ہو جاتی ہے اس ضمن میں اس سے بڑھ کر اہم کوئی افسانہ نہیں۔ کہ فرانس میں ایک چودہ سال کے لڑکے نے ایک بڑھیا کو اور پھر ایک بوڑھے کو صرف اس لئے ہلاک کر ڈالا۔ کہ اُن کی معمولی قیمت کی گھڑیاں اُس کے قبضہ میں آجائیں۔ جب لڑکا گرفتار ہُوا۔ تو اُس کے گھر سے متعدد گھڑیاں برآمد ہُوئیں۔ یہ گھڑیاں وُہ مالیت کے لالچ سے جمع نہیں کرتا تھا۔ اُسے صرف گھڑیاں جمع کرنے کا خبط تھا۔ اور اُن کے حاصل کرنے کے لئے کسی کو جان سے مار ڈالنا اُس کے دائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔

معمولی چیزیں مثل بے قیمت زیور۔ مالا۔ بروچ۔ کھلونا۔ حاصل کرنے کے لئے یہ بچے بڑے بڑے اہتمام کرتے ہیں۔ ایک لڑکے نے دیکھا کہ مسز جونسز کی لڑکی ہر اتوار کو بڑے چمکدار دانوں کی ایک مالا پہنے گرجے کو جاتی ہے۔ اُسے دیکھ کر اُس کا دل للچایا۔ دن دھاڑے اُس کے گلے سے مالا اُتارنا مشکل تھا۔ خصوصاً جبکہ بچہ کے ہمراہ ہمیشہ اُسکی بڑی بہن ہوتی تھی۔ آخر اُس نے بچوں سے پُوچھ کھچ کر یہ پتہ لگایا۔ کہ اتوار کے سوا یہ مالا الماری میں پڑی رہتی ہے۔ اس اطلاع پر اُس نے عمل کرنے کی ٹھانی۔ ایکدن جبکہ بچے باہر گئے ہُوئے تھے۔ اور مسز جونسز اکیلی گھر پر تھی۔ یہ لڑکا بے تحاشا کمرے میں داخل ہُوا۔ اور گھبرائی آواز سے کہا۔ مسز جونسز دُوسری گلی میں ایک لڑکی گاڑی کے نیچے آگئی ہے۔ کہیں وُہ اُس کی چھوٹی لڑکی تو نہیں۔ مسز جونسز کو کوئی سُدھ بدھ نہ رہی اور وُہ جیسے بیٹھی تھی۔ اُٹھ کر بھاگی۔ اب لڑکے کے لئے میدان خالی تھا۔ سیدھا خواب گاہ میں گیا اور الماری سے مالا نکال کر چلتا بنا۔ دیکھئے دو چار آنہ کے مالا کے لئے بیچارے کے دماغ نے اُس سے کیا کچھ کرایا۔

— خلل دماغ کے باعث بچوں کے مجرمانہ افعال کی ان تمام صُورتوں میں خاندان کی حماقتوں کی جھلک جابجا پائی جاتی ہے۔ میں نے جب کبھی تحقیقات کی تو یہی ظاہر ہُوا

سکروالدین کی کوئی نہ کوئی بیماری بچوں میں سرائیت کرکے خلل دماغ کی شکل میں ظاہر ہوئی ہے ایک لڑکا محض اس لئے ایک مکان میں جا گھسا - کہ ایک خوبصورت پالتو پرندے کی گردن مروڑے جب میں نے تحقیقات کی تو معلوم ہوا کہ اسکی ماں اور باپ دونو میں جنون کے علامات پائے جاتے تھے اور ان کے باقی آٹھ بچے بھی نہایت تند خو تھے - اور انہوں نے محلہ والوں کا ناک میں دم کر رکھا تھا - بعد میں ان میں سے چھ ان سکولوں میں جو کمزور دماغ بچوں کے لئے مخصوص ہیں بھیجے گئے

عرصہ تک سمجھدار لوگوں کو اس بات کا یقین رہا کہ بچوں کے جرائم کی ذمہ وار وہ سنسنی پیدا کرنیوالی کہانیاں ہیں - جو انہیں سنائی جاتی اور پڑھنے کے لئے دی جاتی ہیں لیکن بچوں کے جرائم کی چند بد ترین صورتوں میں جن کا مجھے ذاتی علم ہے - کہانیوں کو کوئی دخل اور خیال نہیں - بلکہ یوں کہنا چاہیئے - کہ دماغ کو کوئی موید جرائم تحریک نہیں ہوتی تھی - بچوں نے جو کچھ کیا - صرف ان کے اپنے من کی موج یا کسی اپنے جیسے بچہ کے مشورہ کا نتیجہ تھا - اس وقت لنڈن میں دو لڑکے موجود ہیں - جنہوں نے خیراتی صندوقچہ سے پیسے چرانے کے لئے ایک گرجا میں نقب لگائی تھی - ان سے ایک کی عمر ۱۴ سال اور دوسرے کی ۱۵ سال ہے جب یہ دونو گرفتار ہوئے تو چھوٹے لڑکے کے پاس گوشت کاٹنے کی چھری برآمد ہوئی - جب اس سے پوچھا کہ یہ وہ اپنے ساتھ کیوں لایا تھا تو اس نے کہا کہ اس شخص کے پیٹ میں گھونپنے کے لئے جو اس کا مزاحم ہو - خوش قسمتی سے پولیس مین نے لڑکے کو گرجا سے نکلتے ہی دونو بازوں سے اتفاقاً پکڑ لیا تھا - ورنہ وہ اپنے ارادہ کا عملی ثبوت دیتا -

سرکاری اطلاع ہے کہ بچوں میں خودکشی دن بدن ترقی کر رہی ہے - بچہ اور خودکشی ایسی خوفناک حقیقت ہے - کوئی باور نہیں کر سکتا - کہ بچہ اپنی جان کا لاگو ہو سکے اسے ایسا کونسا غم یا صدمہ ہو سکتا ہے - جو اسے جان سے بیزار کر دے - بچے بالعموم موت سے بہت ڈرتے ہیں - اس لئے کسی بچہ کا اپنے آپ کو ہلاک کرنے کے لئے اپنا ننھا سا ہاتھ اٹھانا کچھ کم تعجب انگیز نہیں - مگر اصلی بات یہ ہے کہ بچوں کا اقدام خودکشی اکثر حالتوں میں غم و رنج کے طفیل

نہیں ہوتا۔ بلکہ اُسکی علت مجنونانہ غیض وغضب۔ کینہ یا بدمزاجی ہوتی ہے۔ خودکشی کے وقت بچے کے دل میں سب سے زیادہ اہم یہ خیال ہوتا ہے کہ اس حرکت سے اپنے عزیزوں کو صدمہ پہنچائے۔ ایک چھوٹی سی لڑکی کنوئیں میں کود پڑی۔ جب اُسے باہر نکالا اور سبب دریافت کیا تو اُس نے کہا کہ وہ اس لئے کنوئیں میں جاگری تھی کہ اسکی ماں پریشان ہو۔

میں نے بادل نخواستہ لنڈن کی موجودہ زندگی کے اس دلخراش پہلو پر روشنی ڈالی ہے جو ہماری بڑھی ہوئی تہذیب کا ثمر تلخ ہے کیونکہ اس کے بغیر لنڈن کے اسرار کا تذکرہ مکمل نہیں ہوسکتا۔ لیکن میں نے ان حالات کے بیان کرنے سے گریز کیا ہے جن سے پولیس آگاہ ہے ٭

چوتھی دیوار

جب سٹیج پر کسی مکان کا اندرونی حصّہ دکھایا جاتا ہے۔ تو مکان کی چوتھی دیوار گرا دیتے ہیں۔ تاکہ تماشائی اِن واقعات کو دیکھ سکیں۔ جو اِس مکان میں رونما ہو نیوالے ہیں۔ اسی سے سٹیج کو "تین دیواروں کا مکان" کہتے ہیں۔ لیکن حیات انسانی کا حقیقی ڈرا[ما] جب دُنیا کے سٹیج پر مکان کے اندرونی حصّہ میں کھیلا جاتا ہے۔ تو یہ چوتھی دیوار قایم رہتی ہے۔ بعض اوقات کسی روزن یا کھڑکی سے جھانک تاک کر ہم خانگی زندگی کی (فارس) نقل تو دیکھ پاتے ہیں۔ مگر جب حقیقی ڈراما شروع ہوتا ہے۔ تو ایسی کڑی احتیاط برتی جاتی ہے۔ کہ فرشتوں کی نگاہ بھی در اندراز نہیں ہوسکتی۔ میں چاہتا ہوں کہ نہ صرف پرائیویٹ مکانوں کی بلکہ اُن عالیشان عمارتوں کی چوتھی دیوار گرا دوں۔ جن میں نوع انسان کی خدمت گذار انجمنوں کے شاندار دفاتر ہیں۔ سلنڈن والسی اُن کے پاس اکثر گذرتے ہیں مگر اُن کے دِل میں شاید ہی اُمنگ پیدا ہوتی ہے۔ کہ ذرا دیکھیں تو ان سر بفلک مکانوں کے اندر کیا ہو رہا ہے۔ وہ کیا جانیں کہ جو کارستانیاں اِن مکانوں میں ہوتی ہیں سٹیج کی دلفریبیاں اُن کا عشر عشیر بھی نہیں۔

اِس پُر رونق بازار میں ایک بلند آہنگ انجمن صنف نازک کے ان افراد کو پناہ دیتی ہے جو الھڑ پنے کے دنوں ہی میں حوادث روزگار کا شکار ہو کر متاع عصمت کھو بیٹھتی ہیں اور جنہیں دونو جہانوں میں کہیں ٹھکانا نظر نہیں آتا۔ گو اسکا نام کچھ اور ہے۔ مگر میں اِسے "پناہ گاہ" کے نام سے موسوم کرتا ہوں۔ مکان میں کوئی ایسی بات نہیں جو جاذب توجہ ہو

کون کہہ سکتا ہے کہ اس چار دیواری کے اندر معصیت اور معصومی میں ایک خوفناک جنگ ہو رہی ہے اگر ہم اس میں داخل ہوں تو دیکھیں کہ نوخیز اور کسی قدر ڈھلتی جوانی کی عورتیں نہایت سکون اور خاموشی سے اپنے فرائض بجا لا رہی ہیں۔ مگر ظاہرا سب شباب کے نشہ میں چور اور اکثر ہنوز غرور حسن سے سرشار ہیں۔ بعض کا جوبن مدتوں کا ڈھل چکا ہے اور اب ان کی حیثیت ایک پُر بہار باغ کے کھنڈرات کی سی ہے۔ اُن کے بشرے سے ٹپکتا ہے کہ اس پناگاہ میں پہونچنے سے پہلے طوفانِ ستم کے کیسے تھپیڑے کھائے ہیں ان میں سے تین حصہ عورتیں لنڈن کی رہنے والی ہیں۔ باقی دیہات سے آئیں اور لنڈن کی چمک دمک نے انہیں تباہ کر دیا۔ مکان میں ۱۰۶ عورتیں پناہ گزین تھیں جن میں سے ۴۷ خادمہ کی خدمات بجالاتے لاتے قعرِ ذلت میں جا گریں۔ ان میں سے بہت سی لڑکیوں نے اپنا چلن سدھارنے کی کوشش کی۔ لیکن چونکہ کوئی دستگیر نہ ہوا۔ اس لئے اُبھر نہ سکیں۔ وہیں پڑی گلتی رہیں۔ بعض کے اپنے گھر ہیں مگر اُسکے دروازے مدتوں سے اُن کے لئے بند ہو گئے ہیں۔

اس نازک اندام زرد رُو اٹھارہ سالہ دوشیزہ کو دیکھئے۔ جب آپ اُس کے پاس سے گذرتے ہیں تو یہ اپنی غمناک آنکھیں اُٹھا کر ایسی حسرت بھری نگاہ آپ پر ڈالتی ہے جسے آپ گھنٹوں فراموش نہیں کرسکتے۔ اس لڑکی نے اپنے کئے پر پشیمان ہوکر اپنے باپ کو چٹھی لکھی کہ وہ اُس کا کیا کرایا معاف کر کے گھر آنے کی اجازت دے۔ اس چٹھی کا جو جواب موصول ہوا۔ ذرا ملاحظہ ہو۔

"بس۔ ہم یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ تم نے پھر ہمیں مخاطب کرنیکی جرأت کی۔ اور یہ خیال کیا کہ ہم تمہیں پھر موقعہ دیں گے۔ میرے خیال میں پہلی دفعہ کی معافی کافی تھی جسے ٹھکرانے کے لئے ہم تیار نہیں۔ اگر تم نے اِدھر آنے کا ارادہ کیا۔ تو تم تمام دروازوں کو بند پاؤ گی۔ تمہارے جیسی ننگِ خاندان کا ہمارے یہاں کیا کام ...... تم نے کہا تھا کہ جو تمہارے

دلمیں آئیگی۔کروگی۔سواب جوجی میں آئے شوق سے کرو...... مزید خط لکھنے کی زحمت اُٹھانا بیکار ہے۔کیونکہ آئندہ تمہارا ہر خط بند کا بند واپس کیا جائیگا۔اور یہ بھی یاد رہے کہ اگر میں نے کبھی نہیں دیکھ پایا۔تو تمہارے لئے اچھا نہ ہوگا"

لیکن اس مکان کے تمام مکین معمولی حیثیت کے نہیں ہیں۔بعض کی زندگی ایک لاینحل اسرار ہے۔اپنی تعلیم اور اعلیٰ خاندان کو چھپانا تو اُن کے بس میں نہیں مگر اُن کی طرف سے ہر ایک بات کا جواب خاموشی ہے۔

—— ایکدن اس مکان میں خواتین منتظمی کمیٹی کا اجلاس کر رہی تھیں کہ ایک خاتون داخل ہوئی۔تو اُس نے ۴۰۰ روپے کا چیک بطور چندہ پیش کیا۔اور یہ سُنکر سب حیران رہ گئے۔کہ وُہ یہ رقم شکریہ کے طور پر پیش کر رہی تھی کیونکہ اُس کی موجُودہ حالت اس انجمن کی مساعی کی برکت سے ہے۔اس خوش پوشش حسین خاتُون نے کئی مہینے اس مکان میں گذارے تھے۔سب نے اس کا حال سُننے کا شوق ظاہر کیا۔تو وُہ گویا ہُوئی۔کہ وُہ عیش و عشرت کی ترنگ میں ایکدن گھر سے نکل کھڑی ہُوئی۔اور ایسا کوئی نشان نہ چھوڑا۔جس سے اُس کے اقربا اُس کا کھوج نکال سکتے۔آخر اُس کی یہ سرکشی رنگ لائی۔اور وُہ ذلت کے ایک زینہ سے دُوسرے زینہ پر لڑھکتی چلی گئی۔اسکی آنکھیں اسوقت کھلیں جب اُس نے دیکھا کہ کوئی شریف اُسے منہ نہیں لگاتا۔جو ملتاہے راستہ کاٹ کر نکل جاتا ہے۔جب یہ نوبت آئی۔تو اُسے اپنے خویش و اقارب کو اپنی حالتِ زار سے مطلع کرتے شرم آنے لگی آخر ایک رات کو اُس نے پناہ گاہ کا دروازہ کھٹکھٹایا۔اور اس انجمن کے زیر سایہ رہنے لگی۔ اور ۱۸ مہینے کی تربیت اور نگرانی کے بعد انجمن نے اسے ایک شریف گھرانے میں نوکری لے دی۔اس کے تھوڑے دنوں بعد اس کے باپ کو اس کا پتہ ملا۔تو وُہ اسے گھر لے گیا۔اس کا باپ کثیر دولت اور عزت و حرمت کا مالک تھا۔یہ خاتُون اس مکان سے نکلکر ایک گاڑی پر سوار ہُوئی۔جو ذرا فاصلہ پر کھڑی تھی۔اور جس کا کوچبان اور باڈیگر

رئیسوں کے نوکروں کی سی وردی پہنتے تھے۔ مگر جس مکان میں یہ خاتون نوکرانی کی خدمات کے لئے تربیت پاتی رہی اُسکے ساکنان کے لئے وُہ آج تک اسرار ہے۔ وُہ دیکھئے سامنے ایک مکان ہے جس کے گرد ایک دلکشا باغ حلقہ کئے دیکھنے والوں کی آنکھوں کو طراوت بخشتا ہے ہزارہا آدمی ہرروز اس کے پاس سے گذر جاتے ہیں۔ مگر ان میں سے بہت کم اس مکان کے اندرونی حالات سے آگاہ ہیں۔ بہت عرصہ نہیں گذرا کہ اس میں مسّرت کا بادشاہ اقلیم قہقہہ کا فرماں روا ایک کومک پارٹ کرنیوالا مقبول عام ایکٹر جو مرض جنون میں مبتلا تھا رہتا تھا جس کی مضحکہ خیز حرکتیں تمام قوم سے خراج تحسین حاصل کر چکی تھیں۔ تمام لوگ جو حقیقی مسّرت کے قدرشناس ہیں اسے دل سے چاہتے تھے۔ گویا وُہ ایک بُت تھا اور تمام قوم اُسکی پوجاری تھی۔ لیکن اس مکان کی دیوار کے پیچھے وُہ نہایت افسردہ دلی سے دن کاٹتا تھا۔ اس حالت میں کوئی اُسے دیکھتا تو کہہ اُٹھتا۔ کہ کیا یہ وُہی شخص ہے جسے یہ بھی معلوم نہیں کہ لغت میں خوشی بھی کوئی لفظ ہے۔ وُہ دن یقیناً آئیگا جب اسے سر کا خطاب ملیگا۔ اور ممکن ہے کہ ایکدن بنک میں اسکے لاکھوں روپے جمع ہوں اور اُسے یہ یاد نہ رہے کہ کبھی دفعہ ایسا بھی ہُوا کہ وُہ چند روپیوں کے لئے اس قدر پریشان ہُوا کہ اسے رات بھر نیند نہ آئی۔ آخر وُہ صحتیاب ہوکر پبلک کے رُوبرُو آیا۔ اور لوگوں میں پھر اسی کا چرچا ہونے لگا۔ مگر بیماری نے پھر آدبوچا۔ اور اب کے اسے زندگی کے عذاب سے نجات ملی۔ لیکن آنے جانیوالوں کو کیا معلوم کہ اس دیوار کی اوٹ میں انبساط کی رُوح جنوُن کے پنجے میں پھنسکر کیسی بیتاب زندگی بسر کررہی ہے۔

——اب ہم ایک غریبانہ محلہ میں پہونچتے ہیں۔ یہاں ایک مکان ہے جس کے کمرے ایک ایک دو۔ دو کرکے کرایہ پر دیئے جاتے ہیں۔ مگر آپ تھوڑی دیر انتظار کریں۔ تو اس مکان سے ایک بیوہ کے بڑے بیٹے کا جنازہ نکلیگا جس میں بیشمار گاڑیاں اور ماتم کرنیوالوں کا ہجوم ہوگا۔ جبتک آپ انتظار کریں۔ میں چوتھی دیوار گراتا ہوں۔ تاکہ آپکو

معلوم ہو جائے۔ کہ اس مکان کے اندر کیا ہو رہا ہے۔ اس کمرے کی در و دیوار سے غربت اور بیکسی برستی ہے۔ اس کے درمیان ایک ٹوٹے پھوٹے میز کے گرد بیوہ اور اس کے باقی بچے کھانا کھانے بیٹھے ہیں۔ تھوڑا سا باسی کھانا آگ پر گرم کیا جا رہا ہے جو کہ ان میں سے ایک کے لئے بھی کافی نہیں۔ مگر سب کو یہ وقت اسی پر کاٹنا ہے۔ اسی میز کے وسط میں جس پر انہوں نے کھانا کھانا ہے مردہ لڑکے کا لاشہ پڑا ہے یہ نہ سمجھیں کہ میں زیبِ داستان کے لئے من گھڑت باتیں بیان کر رہا ہوں۔ یہ ایک حقیقت ہے جسکی تصدیق اس انسپکٹر تعلیم سے ہو سکتی ہے جو یہ معلوم کرنے کے لئے کہ متوفی سکول سے غیر حاضر کیوں رہا۔ آیا۔ اور اس پر یہ سب واقعات روشن ہوئے مگر کوئی شخص جو دو گھنٹے بعد اس گھر سے ایک شاندار جنازہ نکلتے دیکھے۔ مذکورہ بالا واقعات کی صداقت کب باور کریگا۔

—— غریبانہ حلقوں میں تجہیز و تکفین میں عجلت سے کام نہیں لیتے۔ اس تاخیر کے بہت سے اسباب ہیں۔ ہم ایک واقعہ بیان کرتے ہیں جس میں لاش کو تین ہفتہ تک اول منزل نہ پہنچایا گیا۔ مسز جونز کا ایک یک سالہ بچہ فوت ہو گیا۔ اس نے تجہیز و تکفین کی کلب سے روپیہ لیکر گور و کفن کے مہتمم کو ضروری کارروائی کرنے کے لئے کہا۔ لیکن پیشتر اسکے کہ جنازہ کے لئے مقررہ دن آتا۔ مسٹر جونز نصف رقم گھوڑ دوڑ میں ضائع کر چکا تھا۔ اس غم کو غلط کرنیکی خاطر اس نے باقی رقم شراب خانہ میں خرچ کر ڈالی۔ جب روپیہ نہ رہا تو مردہ کیسے دفن ہوتا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بچہ کی لاش کو کپڑے میں رکھ کر الماری کے سپرد کیا گیا۔ مسز جونز کو یہ حال معلوم ہوا۔ تو اس نے اپنے ہمسائیوں سے اسکا ذکر کیا۔ انہوں نے چندہ جمع کر کے ضروری رقم فراہم کر دی۔ اظہار تشکر کے طور پر مسز جونز نے اپنے محسنوں کا جامِ صحت پینے کے لئے اُن لوگوں کو مدعو کیا۔ جنہوں نے کوئی مدد نہ دی تھی۔ جامِ صحت پینے میں مسز جونز نے اس قدر غلو کیا۔ کہ جب گھر لوٹی۔ تو سر پیر کا کوئی ہوش نہ تھا۔ اور دفن کفن کی باقی رقم کسی چور نے اڑا لی۔ مردہ ایک ہفتہ تک اور الماری میں پڑا رہا۔ اتنے میں محکام

کے کان میں بھنک پڑ گئی۔ اور آخر گرجا کی طرف سے لاش کے دفنانے کا انتظام ہُوا۔ یہ بڑی سے بڑی سزا تھی۔ جو والدین کو مل سکتی تھی۔

—— آیئے ذرا اس امیرانہ مکان کی جو ویسٹ انڈ سٹریٹ میں کھڑا آسمان سے باتیں کر رہا ہے۔ چوتھی دیوار گرا کر دیکھیں کہ اندر کیا ہو رہا ہے۔ گھر کے تمام رکن خوابِ راحت کے مزے لے رہے ہیں۔ بڑا بیٹا جسکی شائستگی اور تعلیم پر خاندان کو ناز ہے اپنے کمرے کے تمام دروازے بند کئے بیٹھا ہے اس کے سامنے میز پر مصنوعی دانتوں کے ۲۰ سٹ پڑے ہُوئے ہیں۔ وُہ کبھی ایک کو اُٹھا کر دیکھتا ہے۔ اور کبھی دُوسرے کو۔ اور خوشی سے پھُولا نہیں سماتا۔ اسکی بتیسی پتھر کی طرح مضبُوط ہے اور اسے مصنُوعی دانتوں کی مطلق کوئی ضرورت نہیں۔ اِن مصنُوعی دانتوں پر اس نے ایک پیسہ بھی خرچ نہیں کیا۔ سب کے سب چُرا کر لایا ہے۔ بات یہ ہے کہ اسے مصنُوعی دانت چُرانے کا چسکا ہے جب کبھی اسے موقعہ ملتا ہے وُہ اِن کے چُرانے میں دریغ نہیں کرتا۔ زندگی کی تمام مصروفیتوں میں وُہ ازبس دیانت شعار ہے۔ لیکن مصنُوعی دانتوں کو دیکھتے ہی وُہ آپے میں نہیں رہتا اور اُن کے چُرانے کی خواہش اُسے بے قابُو کر دیتی ہے۔

اگر ہم اس سے بھی زیادہ امیرانہ مکان کی چوتھی دیوار گرائیں۔ تو ہم ایک بڑے گھر کی خاتون کو اپنی جمع کردہ نشانیوں کو گننے میں مصرُوف پائیں گے۔ اِن نشانیوں کے متعلق سب سے زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ تمام پر مختلف مانوگرام بنے ہیں۔ بات یہ ہے کہ بیگم جہاں کہیں دعوت پر جاتی ہیں۔ میز سے کوئی نہ کوئی چیز چُرا کر جیب میں بطور نشانی ڈال لاتی ہے وُہ نوجوان ایسے ہزاروں مصنُوعی دانتوں کے سٹ خریدنے پر قادر تھا خاتون اگر تمام دن یہ کانٹے چھُری یا چمچے خریدا کرتی رہتی۔ تو اسے پروا نہ تھی۔ مگر دونو کو صرف اِن کے چُرانے میں مزا ملتا تھا۔

یہ سیر ختم کرنے سے پہلے ہم ایک اور مکان کی چوتھی دیوار گرائیں گے۔ اب کے پھر ہم ایک

پناگاہ کے اندرونی حصہ کو دیکھتے ہیں جس میں ایک سلیقہ سے آراستہ کمرے میں چند نوجوان اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہیں۔ اس پست قد زرد چہرہ لڑکی کی طرف غور سے دیکھئے گا جس کے خط و خال سے اسکی گذشتہ زندگی اور حزن و ملال ظاہر ہوتے ہیں۔ وہ چپ چاپ مشین کی طرح اپنا کام کر رہی ہے اسے دیکھ کر آپ یہی سمجھیں گے کہ وہ کوئی عام خادمہ ہے۔ اور پولیس کے استفسار پر تو اُسنے آپنے آپ کو خادمہ ہی بیان کیا تھا۔ مگر اس لڑکی کی عمر صرف ۱۲ سال ہے اور اس نے شائد عمر بھر خادمہ کا کام نہ کیا ہو گا۔ ہاں وہ اس کمرے میں ضرور جھاڑو دیا کرتی تھی۔ جہاں وہ ایک نقب زن کے ساتھ رہتی تھی۔ کچھ عرصہ ہوا۔ میںنے اس لڑکی کو عدالت میں اپنے چاہنے والے کی جان بچانے کے لئے حلف دروغی کا ارتکاب کرتے دیکھا تھا۔ اس کی پیشانی عرق ندامت سے تر تھی۔ اور وہ ٹکٹکی باندھے اس نوجوان کی طرف حسرت آمیز نگاہوں سے تک رہی تھی۔ جو قتل عمد کے جرم کی علت میں ملزموں کے کٹہرے میں کھڑا تھا۔ وہ یہ کوشش کر رہی تھی۔ کہ پولیس میں اس نے جو بیانات اپنے چہیتے کے خلاف دیئے تھے اُنہیں جھٹلا دے کہ انہی بیانات کی بنیاد پر اسکی گرفتاری عمل میں آئی تھی۔ اور پھانسی کا پھندا اگلے میں پڑنے والا تھا۔ قانون نے نوجوان کو قاتل کی قبر میں جا سلایا اور اس کے چند دنوں لڑکی نے ایک مردہ بچہ جنا۔ اپنے عنفوان شباب کے دو مہینوں میں اس نے غم و الم انتہائی کچوکے برداشت کئے۔ لیکن اب اس مکان میں وہ چین سے زندگی بسر کر رہی ہے۔ اس کی جیب میں دو چٹھیاں ہیں جو اسکے چاہنے والے قاتل نے لکھی تھیں۔ متوفی کی یہ نشانی وہ عمر بھر سینہ سے لگائے رہیگی۔

ہمارے یہاں ایک نقاب ہے جسے اکثر لوگ گاہے گاہے اوڑھتے ہیں چونکہ یہ ہمیشہ مصلحت کے قرین نہیں ہوتا۔ کہ ہم اپنے آپ کو اپنے اصلی رنگ میں پیش کریں اسلیئے بڑے بڑے ذی مرتبہ اور صاحب اخلاق اصحاب کو یہ نقاب منہ پر ڈالتے ہی بن آتی ہے۔ فرض کیجئے ایک ایسا شخص آپ سے ملاقات کے لیے آئے۔ جسے آپ بارِ خاطر سمجھتے ہوں۔ اسے دیکھ کر آپ مسکراتے ہوئے اس سے ہمکلام ہوتے ہیں۔ ملاقات پر اظہارِ مسرت فرماتے ہیں۔ حالانکہ آپ دل سے چاہتے ہیں۔ کہ کہیں جلد دفع ہو۔ یہ روبہ اور یہ مسکراہٹ اخلاقی نقاب ہے۔

لیکن یہ اخلاقی نقاب اس وقت میرے زیرِ نظر نہیں۔ میرا روئے سخن اِن مردوں اور عورتوں کی طرف ہے جو اخلاقی نقاب نفرت۔ حقارت یا تکدّرِ خاطر سے زیادہ اہم چیزوں کے چھپانے کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ بعض اوقات تموّل کا اخلاقی نقاب غربت کو چھپانے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ کبھی کبھی فضول خرچی کے اخلاقی نقاب کو قلاشی کا پردہ پوش بناتے ہیں۔ ایسا بھی ہوتا ہے۔ کہ محبت کے اخلاقی نقاب میں نفرت مستور ہوتی ہے۔ کبھی مسرت کے اخلاقی نقاب کے نیچے غم و الم اور معصومیت کے اخلاقی نقاب کے اندر معصیت چھپی ہوتی ہے۔

اگر اتفاق سے یہ اخلاقی نقاب ہمارے تمام ملنے جلنے والوں کے چہرہ سے اُتر جائے تو ایک حیرت انگیز انکشاف ہو۔ یہ نقاب ہر طبقہ اور ہر عمر کے لوگوں میں مستعمل ہے اور صرف

اس وقت اُتارا جاتا ہے جب انسان اپنے گھر میں پہونچتا ہے۔ اور اس شخص سے ملنے کا اندیشہ نہیں ہوتا جس سے حقیقت کا اخفا منظور ہو۔ خاوند سالہا سال تک اسے اپنی بیوی کے سامنے اور بیوی خاوند کے رُوبرُو پہن سکتی ہے۔ دونو ایک دُوسرے کی لاعلمی میں مرتے دم تک یہ نقاب ڈالے رہتے ہیں۔ تھوڑا عرصہ ہُوا کہ ایک شخص نے انتقال کیا جسکی زندگی عزت اور احترام اور زرو مال کے اعتبار سے نہایت کامیاب خیال کیجاتی تھی۔ اس کے خانگی حالات اس قدر خوشگوار تھے۔ کہ لوگ نمُونے کے طور پر اس کا نام پیش کیا کرتے تھے۔ وفاشعار خاوند اور مہربان باپ ہونے میں وُہ ضرب المثل ہوگیا تھا۔ اس کی وفات پر اس کی بیوہ نے بیان کیا۔ کہ اس سے بہتر خاوند کسی عورت کو ملنا محالات سے ہے۔ لیکن وُہ سالہا سال اخلاقی نقاب پہنے رہا۔ اسے قبر میں پڑے دو ہفتے بھی نہ گذرے تھے کہ یہ ولولہ انگیز راز فاش ہُوا۔ کہ اس وفاشعار خاوند کی ایک اور بیوی بچے اور دُوسرا گھر تھا۔ گو دونو گھروں میں نصف میل سے زیادہ فاصلہ نہ تھا۔ مگر وُہ دونو بیویوں کے سامنے نقاب ڈالے رہا۔ اور دونو بیویاں اسے شرافت کی جان اور وفا کی کان سمجھتی رہیں۔ چونکہ اس کا پیشہ ایسا تھا۔ جسکے متعلقہ کار کے انصرام کے لئے اسے مفصلات میں جانا پڑتا تھا۔ اس لئے وُہ بغیر شک پیدا کرنے کے دونو بیویوں کی آنکھوں میں خاک ڈالتا رہا۔ جس گھر سے وُہ غیر حاضر ہوتا۔ اُس میں اسکی چھٹیاں جو مفصلات میں ڈاک کے سپرد کی جاتی تھیں۔ باقاعدہ پہونچ جاتی تھیں اس طرح گویا اُس نے ڈاک کو اپنی سکاری چھپانے کے لئے اخلاقی نقاب بنا لیا تھا۔

— بہت سے ایسے خاوند اور بیویاں ہیں جن کے تعلقات اس قدر کشیدہ ہو چکے ہیں۔ کہ وُہ ایکدُوسرے کی شکل دیکھنے کے روادار نہیں۔ مگر وہ بچوں کی خاطر اخلاقی نقاب ڈالے رہتے ہیں۔ اور ظاہرا ایسے معلوم ہوتے ہیں۔ گویا وُہ ایک دُوسرے کو دل وجان سے چاہتے ہیں۔ دُنیا کے سامنے اور ہمسائیوں کے رُوبرُو وُہ کبھی ایسی حرکت

نہیں کرتے۔ کبھی ایسے الفاظ منہ سے نہیں نکالتے۔ جن سے کوئی اُن کے بجوگ کا اندازہ لگا سکے۔ وہ اس خوبصورتی سے اخلاقی نقاب پہنے رہتے ہیں۔ کہ سب اُن کی لازوال محبت کی تعریف کرتے پھرتے ہیں۔ کل کی بات ہے کہ ایک پُر شکوہ گرجا میں طبقۂ اعلیٰ کے سربرآوردہ ممبر ایک امیر کبیر کی اکلوتی بیٹی کی شادی کی تقریب میں جمع ہوئے تھے اس کے والدین کے متعلق بھی کوئی ناخوشگوار بات سُننے میں نہیں آئی تھی۔ اور سب یہی دُعا دیتے تھے۔ کہ دُلہن کو اپنے والدین کی بامراد خوشحال زندگی نصیب ہو۔ جب دُولہا دُلہن وداع ہوگئے۔ تو اس لڑکی کے والدین ہنستے مسکراتے گرجے سے رخصت ہوئے اس کے دوسرے ہی دن وہ ایک دوسرے سے جُدا ہوگئے اور علیحدہ علیحدہ مکانوں میں رہنے لگے۔ اِس طرح اس فارس (نقل) کا پردہ گرا جسے وہ دس سال سے کھیل رہے تھے۔ اس عرصہ در ازمیں اُنہوں نے کبھی ایک دوسرے کے منہ سے پیار کا لفظ نہیں سُنا لیکن اِس اندیشہ سے کہ مبادا ان کے بے مزہ تعلقات کا اثر اُن کی بیٹی کے ازدواج پر پڑے۔ وہ میاں بیوی کی حقیقی محبت کا نقاب چہرے پر چڑھائے رہے۔

میرے احباب کے حلقہ میں ایک خوبرو خوش پوش نوجوان تھا۔ جس کے متعلق ہم سب کا خیال تھا کہ اِسے خدا نے وہ سب کچھ دے رکھا ہے۔ جس سے زندہ رہنے کی خواہش پیدا ہوتی ہے۔ جب کبھی مجھ سے مِلا۔ مینے اُسے ہنستے ہی دیکھا۔ ایکدن شام کے وقت وہ کلب میں آیا۔ کمرے میں چاروں طرف نظر دوڑائی۔ اور ایک دوست کو وہاں بیٹھا دیکھ کر اُس سے کہا کہ آؤ بلیرڈ کھیلیں۔ دوست مذکور کو اس کھیل کی طرف راغب نہ پاکر وہ ہمارے پاس آبیٹھا۔ اور مزے مزے کی باتوں سے ہنستا ہنساتا رہا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا گویا مسرت حیات کے ایک مجسمہ کو طاقت گویائی مل گئی ہے۔ ہمارے حلقہ کے بہت سے رکن اسکی بے پروا اور لاؤ بالی طبیعت کو رشک کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ رات خاصی گذر چکی تھی جب وہ کلب سے نکل کر اپنے مکان کو گیا۔ جہاں پہونچتے ہی اُس نے پستول پیشانی

پر رکھ کر گھوڑا دبایا اور دھواں دماغ کے پار ہو گیا۔ اسکے میز پر سے ایک کاغذ ملا۔ جس میں لکھا تھا۔ کہ اب اُس میں زندگی کے پیہم عذاب کو برداشت کرنیکی سکت نہیں رہی۔ اور سوا اس کے چارہ نہیں۔ کہ وہ اس نامراد زندگی کا خاتمہ کر دے۔ اس جگر خراش واقعہ کے چندماہ بعد ہمیں معلوم ہُوا۔ کہ کس بات نے اسے خودکشی پر آمادہ کیا۔ قصہ یہ تھا۔ کہ جس لڑکی کو وہ چاہتا تھا۔ اُس نے ایک اور نوجوان سے شادی کر کے اسے رقابت کی دھکتی ہُوئی آگ میں اپنے آپ کو ہلاک کیا۔ پس مکمل تین مہینوں تک جب آتش غم سے اُسکا دل کباب ہو رہا تھا۔ وہ مسرت کی اخلاقی نقاب ہی میں ہم سے ملتا رہا۔

—— وہ زن و مرد جن کے ہاتھ خون بیگناہ سے لال ہُوئے ہیں۔ کبھی جرم کو اپنے چہرہ سے ظاہر ہونے نہیں دیتے۔ بہت سے جرائم کا ارتکاب ہُوا ہے۔ جن کا تا حال کوئی سراغ نہیں چلا۔ اور ممکن ہے اُن میں سے کئی ایک پر تا ابد پردہ پڑا رہے۔ جن کے مرتکب کھلے بندوں پھرتے ہیں۔ اور لوگ اُنہیں ہر دلعزیز اور ملنسار خیال کرتے ہیں۔ وین رائیٹ کو سب نیکدل مانتے تھے۔ مگر اُس نے ہیربٹ کو موت کے گھاٹ اُتارا۔ اس کے اخلاق کے سب قائل تھے۔ اور شاید ہی کوئی شخص ہو۔ جو اُس کی عادات حمیدہ کا گرویدہ نہ ہو۔ جب ہیربٹ کی لاش اسکی دُکان کی نچلی منزل میں سڑ رہی تھی۔ لوگ اُسکی رحمدلی اور کریم النفسی کے گیت گا رہے تھے۔ شراب خوری کے خلاف اُس کے لیکچروں کا لنڈن بھر میں چرچا تھا۔ اور کسی محفل کی رونق مکمل نہ ہوتی تھی۔ جبتک وین رائیٹ مہمانوں کے زمرے میں شامل نہ ہو۔ مگر ان تمام مصروفیتوں میں قتل کی یاد اس کا کلیجہ چاٹتی تھی۔ آخر وہ گرفتار ہُوا۔ اور اُس کے چند دنوں بعد اُس کا ایک دوست اتفاقاً مجھے ملا۔ اُس نے بیان کیا کہ وین رائیٹ کو ہر وقت خوش باش دیکھ کر اُس نے اس سے پُوچھا کہ وہ ہر وقت کس طرح خوش رہ سکتا ہے۔ اُسے کبھی گمان تک نہ ہُوا۔ کہ یہ مسکراہٹ فقط اخلاقی نقاب تھا۔ جس کے پردہ میں

ایک خوفناک قتل پوشیدہ تھا۔ وین رائیٹ نے کہا کہ اسکی بشاشت کا باعث اچھی صحت اور دیانت شعار زندگی کے سوا اور کچھ نہیں۔

—— میرے ایک عزیز دوست کے یہاں ایک ماما تھی جسکی خندہ پیشانی سب گھر والوں کے دل میں گھر کئے تھی۔ ایکدن ایک پچپن سال کا شخص ایک عورت کے قتل کی علت میں گرفتار ہوا جو اُس کے ساتھ رہتی تھی۔ اور جسے لوگ اُسکی بیوی خیال کرتے تھے۔ مقدمہ چلا۔ تجویز مجرمیت ہوکر اُسے پھانسی کی سزا ملی۔ اُس کے پھانسی پانے کے دن علی الصباح گھر کی مہتم گھبرائی ہوئی میرے دوست کے کمرے میں داخل ہوئی۔ اور اطلاع دی کہ ماما لڑکھڑا کر گری اور گرتے ہی بے ہوش ہوگئی۔ جب مالک نیچے گیا تو ماما کو ہوش آگیا تھا اور کرسی پر بیٹھی تھی۔ اُسکا چہرہ بالکل سفید پڑگیا تھا۔ گویا وہ صدیوں کی بیمار ہے۔ جب میرے دوست نے مہربانی اور تلطف سے باتیں کیں۔ تو ماما کا دل بھر آیا۔ اور وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ میرے دوست نے باقی نوکروں کو کمرے سے نکال کر ماما سے پوچھا کہ آخر یہ کیا قصہ ہے۔ ماما نے بیان کیا کہ جس شخص کو پھانسی ملی ہے وہ اُسکا خاوند تھا۔ چھ سال ہوئے اُسنے ماما کو چھوڑ کر ایک اور عورت سے تعلق قایم کرلیا تھا۔ اُس کے بعد اُس نے متوفی کی شکل نہیں دیکھی وہ قتل۔ گرفتاری۔ اثبات جرم اور سزائے قصاص صادر ہونے کے تذکرہ اخباروں میں پڑھتی رہی۔ اور اس نے دل پر جبر کرکے اس پھانس کو سینہ میں چھپائے رکھا اور اُف تک نہ کی۔ ان جاں گسل دنوں میں اسکی مستعدی میں فرق نہ آیا۔ اور اُسکی پیشانی پر شکن نہ پڑا۔ مگر اسدن جو اُس کے خاوند کی زندگی کا آخری دن تھا۔ دامن صبر ہاتھ سے نکل گیا۔ اور اخلاقی نقاب گر پڑا۔

—— چند ہفتے ہوئے ایک خندہ رو اور ضعیف العمر خاتون میرے پاس آئی۔ اور کہنے لگی۔ کہ ہوم سکرٹری کے نام ایک درخواست لکھ دیجیے۔ کہ وہ اُس کے بیٹے کو آزاد کردے جس نے بہت سال ہوئے ایک عورت کو اشتعال میں آکر قتل کر ڈالا تھا۔ اِس نوجوان کو سزائے

سوت ملی تھی۔ جو آخر تخفیف ہو کر دائم الحبس میں تبدیل ہو گئی۔ میں اس نوجوان اور اس کے والدین کو ذاتی طور پر جانتا تھا۔ باپ مر چکا تھا۔ اور ماں اُس نوجوان کے بچوں کو لیکر ایک اور محلہ میں چلی گئی تھی۔ جہاں اُسکی جان پہچان نہ تھی۔ تاکہ بچوں کو اپنے باپ کی بدبختی کا علم نہ ہونے پائے۔ میں نے ان بچوں کو بارہا اُچھلتے کودتے دیکھا ہے۔ وہ کیا جانیں کہ اُن کی ہنسی کھیل دادی کے دل پر کیسی چھریاں چل رہی ہیں۔ اُن کے نزدیک اُن کی دادی سے زیادہ خوش دُنیا میں کوئی بھی نہیں۔ مجھے اُمید ہے کہ اُن کے باپ کے لئے رحم کی درخواست منظور ہو جائیگی۔ اور پھر باپ جسے بچے دُور دراز ملک میں کام کرتا خیال کرتے ہیں۔ اچانک اُن کے سامنے آجائیگا۔ وہ گھر تو ضرور آجائیگا۔ مگر بچوں پر یہ راز کبھی ظاہر نہ ہوگا۔ کہ اس تمام عرصہ میں اُن کی دادی اخلاقی نقاب سے کام لیتی رہی۔

—— ہمبرٹ خاندان کے مقدمہ نے دُنیا میں تھلکہ ڈالدیا تھا۔ کیونکہ یہ خاندان جو ذلت اور رُسوائی کے کنارے پر کھڑا تھا۔ شاہانہ عیش وعشرت سے زندگی بسر کرتا تھا۔ یورپ کے دانا اور ہوشیار سے ہوشیار اصحاب بھی اِس خاندان کے پھندے میں آنے سے نہ بچ سکے۔ مگر انتہا پر پہونچنے سے پہلے ہی اِن کا راز فاش ہو گیا۔ لیکن لنڈن میں ایسے ہزاروں ہمبرٹ ہیں جن کو کبھی کسی نے مشتبہ نگاہ سے نہیں دیکھا۔ وہ دادِ عیش دیتے ہیں۔ پُر تکلف دعوتوں پر یاروں کو مدعو کرتے ہیں۔ اور ہر شخص اُنہیں دیکھ کر دیدہ و دل کو فرش راہ کرتا ہے۔ عام لوگ ان کی جاہ و منزلت دیکھ کر اپنی قسمت کے نوحہ گر ہوتے ہیں لیکن کسی کو معلوم نہیں ہوتا۔ کہ فی الحقیقت ان شاہ خرچ رئیسوں کا خزانہ زر وجواہر سے بیگانہ ہوتا ہے اور ان کی زندگی مسلسل خوف وہراس کا دوسرا نام ہے وہ صبح سے شام تک اس دھن میں لگے رہتے ہیں۔ کہ جتنے دن بھی یہ ٹھاٹھ چل سکے چلے۔ اور راز فاش ہونیکی گھڑی جتنی دیر بھی ٹل سکے ٹلی رہے۔ جب یہ وقت آتا ہے تو خاندان کے سرگروہ کو پستول۔ زہر یا عدالت سے سزا ایک نہ ایک عقوبت کو منتخب کرنا پڑتا ہے۔ اِس

ایک چالباز مہمان نوازی میں شہزادوں کو بھی مات کرتا تھا۔ اُس کی بیوی نے اپنے بچہ کی سالگرہ کے دن بچوں کو دعوت دی اور ہر بچہ کو کوئی نہ کوئی چیز تحفہ ملی۔ ایک بچہ جب اپنے گھر آیا۔ تو اُس کی جیب میں ایک خوبصورت سونے کی گھڑی پڑی تھی۔ اُس کی ماں نے سمجھا شاید کسی سے یہ گھڑی دینے میں سہو ہو گیا ہے اور وہ گھڑی لیکر اپنے بچے کے میزبان کے گھر گئی۔ میزبان کی بیوی نے پُر غرور انداز سے کہا کہ بچہ کو گھڑی دینے میں کوئی غلطی نہیں ہوئی۔ کیونکہ ہر بچہ کو جو تحفہ ملا اُسکی مالیت پچیس روپیہ سے کم نہ تھی اس کے تین ماہ بعد اس شکر خانوں کے خاوند کو جعل سازی کی ایک سلسلہ کی علت میں جس کی لپیٹ میں اُس نے لاکھوں روپے ہتھیائے۔ پندرہ ۱۵ سال قید بامشقت کی سزا ملی۔ سالہا سال یہ شخص اپنی بدمعاشی کو فیاضی کے نقاب کے نیچے چھپائے رہا اپنے اثبات جرم کے بعد اس نے اقبال کیا۔ کہ گرفتاری سے مہینوں پہلے اسے افشائے راز کا دھڑکا لگا تھا۔ اور ایسے وقت بھی آئے ہیں۔ جب وہ خودکشی پر تُل جاتا تھا۔ لیکن اسکی بیوی تک کو کبھی اسبات کا شک نہ ہوا۔ کہ جو روپیہ وہ ایسی بے پرواہی سے خرچ کر رہی ہے۔ اسکے خاوند کی ناجائز کوششوں کا ثمر ہے۔

—— ابھی ابھی ایک زندہ دل اور صاحب عزت سپاہی چند سالوں کے لئے جیل میں قواعد کرنے کے لئے بھیجا گیا ہے۔ گرفتاری کے دن تک لوگ اسکی دلآویز باتوں پر موہت ہو لئے جاتے تھے۔ اور مفصلات کے اُمرا کے گھروں میں اُسکی بلا تکلف آمد و رفت تھی۔ اسکا حسن اخلاق اور بذلہ سنج طبیعت سب کو اُس کی طرف کھینچے لاتی تھی۔ مشہور تھا کہ وہ ایک ایسی کمپنی کو سنبھالنے کی کوشش کر رہا ہے جس پر ناکامی کی مہر ثبت ہو چکی ہے۔ اور اس دھن میں اس نے لاکھوں روپے ضائع کر دیئے ہیں۔ لیکن سب کہتے تھے کہ اس نقصان کی اسے کیا پروا جو کروڑوں میں کھیلتا ہے۔ دیکھئے وہ کیسا خوش نظر آتا ہے۔ بھلا اس خوشی کو زیان کے خوف سے کیا علاقہ۔ مگر یہ حضرت ایک امانت پر ہاتھ صاف کر رہے

ہیں۔ وہ ہجوم عام میں چلتے پھرتے ہیں۔ اور کوئی اُنہیں پہچانتا بھی نہیں۔ وہ غم و رنج سے بلکہ بعض صورتوں میں تنگدستی کے کچوکوں سے ناآشنا نہیں۔ یہ غربت کے چہرے کے ولولہ انگیز اسرار ہیں۔ کیونکہ شاذ ہی کوئی ان کی تہ کو پہونچتا ہے۔ جبتک شفاخانہ غریب خانہ یا تحقیقات بعد از مرگ اس پر سے نقاب نہیں اُٹھاتی۔

—— یہاں ایک سفید سر بُڈھا ایک غریبانہ گلی سے چیتھڑے لٹکائے نکلتا ہے اور گھنٹوں پارک میں اکیلا بیٹھا رہتا ہے۔ اس کے ہاتھ میں ایک پھٹا پُرانا زرد سا بیگ ہوتا ہے جسے دیکھ کر قیاس کر سکتے ہیں۔ کہ کبھی اسکا رنگ سیاہ ہوگا۔ جب دوپہر ہوتی ہے تو اس میں سے روٹی کے چند ٹکڑے اور پنیر نکال کر کھاتا ہے اور پھر پارک کے فوارے پر جا کر پانی پیتا ہے۔ آپ نے پہچانا یہ کون ہے۔ یہ لارڈ —— ہیں۔ اب اکیلے ہیں چند سال ہوئے ان کی لیڈی کا انتقال ہو گیا۔ جو سی پر دکر بسر اوقات کرتی تھی جب لیڈی فوت ہوئی۔ تو لارڈ صاحب کی آمدنی ساڑھے سات روپیہ ماہوار تھی۔ بعد میں ایک فیاض رشتہ دار نے اس رقم کو المضاعف کر دیا یعنی انگلستان کا ایک لارڈ اب ۱۵ روپے ماہوار پر گذر ارا کرنے لگا۔ وہ بچوں کے ساتھ جو پارک میں اس کے گرد کھیلتے ہیں۔ خندہ پیشانی سے پیش آتا ہے جب وہ بیگ سے روٹی کے ٹکڑے نکالتا ہے تو بچے سمجھتے ہیں۔ کہ وہ بطخوں کو چگا ڈالنے لگا ہے لیکن وہ کیا جانیں کہ یہ اسکی بساط سے باہر ہے ......

غریب خانہ کا ڈاکٹر ایک عورت کے سرہانے کھڑا تھا جو ابھی ابھی ایک غریبانہ مکان سے وہاں لائی گئی تھی۔ عورت عالم نزع میں تھی۔ مگر اس کے ہوش بجا تھے۔

داروغہ نے ڈاکٹر سے کہا یہ عورت ایک عجیب بات کہتی ہے کہ وہ مارچنس ..... ہے ڈاکٹر نے ترحم انگیز نگاہ سے بیچاری کیطرف جو گھڑی دو گھڑی کی مہمان تھی دیکھا اور اُس کے لبوں کو متحرک دیکھکر وہ جھک کر سُننے لگا کہ وہ کیا کہہ رہی ہے۔

"میں جو کچھ کہتی ہوں سچ ہے شاید آپکو معلوم ہوگا۔ کہ چند سال ہوئے تھے ہم نے ایکدوسرے کو

باب نوزدہم

بزرگوں کے گناہ

اخباری دنیا میں واقعات کی برق وش رفتار حادثات کی کثرت اور عالم ڈراما میں روزانہ زندگی کے واقعات کی جانگداز ٹریجڈی محض ایک خواب ہے جو دیکھتے ہی بھول جاتا ہے۔ لاکھ دل نشین کرنیکی کوشش کی جائے۔ مگر اس نقش بر آب کو ثبات نصیب نہیں ہوتا۔ اور حافظہ آخر اس بوجھ کو اپنے کندھوں سے اُتار پھینکتا ہے۔ شنبہ کو جو ہولناک خبر جلی عنوان سے اخبارات میں شایع ہو۔ وہ لنڈن کو ضرور لرزہ با ندام کردے گی۔ مگر جمعہ تک اُسکا سارا نقش صفحہ دل سے محو ہوجائیگا۔ اور اس قلیل عرصہ میں درجنوں نئے ولولہ انگیز واقعات سابق حادثات کی اہمیت کو پامال کریں گے اکثر لوگ اُس شخص کے حالات میں بیحد دلچسپی لیتے ہیں۔ جسے سزائے موت ملی ہو اُن کے شوق میں فرق نہیں آنے پاتا۔ حتیٰ کہ وہ پھانسی پر لٹک کر خود اپنے حالات کا دروازہ بند کردیتا ہے اُس زمانہ میں جب ولولہ انگیز خبروں کی بہتات نہ تھی۔ وہ دن جب کسی نے پھانسی چڑھنا ہو۔ قومی تیوہار کی منزلت رکھتا تھا۔ صبح کے اخبارات کے خاص نمبر ایسے لوگوں کے ہاتھوں میں پہونچ جاتے تھے۔ اور اُن میں تمام کارروائی من وعن درج ہوتی تھی۔ اور پھانسی پانے والے کے آخری الفاظ موٹے حروف میں نمایاں جگہ پر چھاپے جاتے تھے۔ جہاں تک عوام کا تعلق ہے۔ قاتل کی زندگی کے اس باب پر کہانی ختم ہوجاتی ہے۔ پھانسی کے دن بہت سے دردمند دل اُن معصوموں کے لئے تڑپ جاتے ہیں۔ جنکی زندگی کے سہارے کو قانون اُن سے چھین لیتا ہے۔ لیکن یہ تڑپ عارضی

ہوتی ہے۔ اور دوسرا دن گذشتہ یوم کی جگر خراش یا دپرنسیان کا مرہم لگا دیتا ہے۔ مگر درحقیقت قاتل کے پسماندوں کی حالت دیکھنے کے لئے پتھر کا دل درکار ہے قطع نظر اس امر کے کہ اُن کا ایک عزیز ہمیشہ کے لئے اُن سے چھوٹ جاتا ہے۔ داغ بدنامی سے اُن کی زندگی اجیرن ہو جاتی ہے۔ پھانسی کا تختہ گرتے ہی مجرم کے بچے کسی اور جگہ چلے جاتے ہیں۔ اور اُس محلہ کو چھوڑ دیتے ہیں۔ جہاں سب اُنہیں اور اُن کے باپ کے حالات کو جانتے ہیں۔ کیونکہ سماجی حقارت کے باعث یہاں اُن کا ٹھکانا نہیں۔ جونہی کسی سنگین جرم کی روئیداد شایع ہوتی ہے۔ مجرم کے لواحقین اس سے اپنے تعلقات کو چھپاتے پھرتے ہیں۔ اور جب استطاعت ہوتی ہے۔ تو وُہ کسی اور مکان میں بود و باش اختیار کر کے اپنے نام تک تبدیل کرڈالتے ہیں۔ اکثر ایسا ہوتا ہے۔ کہ بچے خود ماں باپ بن جاتے ہیں۔ اور وُہ نہیں جانتے کہ اُن کے ماں باپ کون تھے۔

گذشتہ کرسمس میں ایکدن ایسٹ انڈ میں جا نکلا۔ ایک مکان عورتوں مردوں اور بچوں سے کھچا کھچ بھرا ہُوا تھا۔ جو کسی غیر ملک کی زبان میں باتیں کر رہے تھے پیٹر ھیوں پر بچے کھلونوں سے کھیل رہے تھے۔ یہ امن چین دیکھ کر میرا دل بہت خوش ہُوا اور میں اکثر اس مکان کی خوش آئند زندگی کا ذکر کرتا رہا۔ لیکن چھ مہینے کی بات ہے۔ کہ ان بچوں کے باپ نے انہیں سیڑھیوں پر اُن کی ماں کو تلوار کے گھاٹ اُتار کر خود پھانسی پائی تھی۔

—— لنڈن کے شمال مغرب میں ایک بورڈنگ ہے جہاں لڑکیاں رہا کرتی ہیں ایکدن وہاں ایک عورت ماتمی لباس پہنے آئی۔ اُس نے جھجکتے جھجکتے مہتممہ سے کہا کہ وُہ اپنی دو لڑکیوں کو سکول اور بورڈنگ میں داخل کرانا چاہتی ہے۔ کیونکہ اسے براعظم پر تبدیل آب و ہوا کے لئے جانے کا حکم دیا گیا ہے۔ خاتون نے کہا۔ لیکن پیشتر اس کے کہ میں لڑکیوں کو آپکے حوالہ کروں۔ چند باتیں بتا دینا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ وُہ

انہیں اپنے ہی تک رکھینگی"۔ پھر اس افسردہ دل خاتون نے اسے رک رک کر اپنی درد بھری کہانی سُنائی۔ کہ وہ ایک شخص کی بیوہ ہے جس نے عین اُس وقت جبکہ قتل عمد کی علت میں گرفتار ہوا خودکشی کر لی۔ جن دو بچوں کو وہ داخل کرنا چاہتی تھی۔ اُسی کی اولاد تھے۔ اس نے اور اُسکے بچوں نے بناوٹی نام اختیار کر رکھے تھے۔ یہ ولولہ انگیز حالات بیان کرکے اُس نے دریافت کیا۔ کہ آیا مہتممہ بچوں کو اپنی حفاظت میں لینے پر تیار کیا ہے کہ اُس نے تمام باتیں کھول کر بتادی ہیں۔ تاکہ بعد میں شکایت کا پہلو نہ نکل آئے۔ مہتممہ کے دل پر اس نیک بخت کے آنسوؤں اور ظاہرا مصیبت نے بڑا اثر کیا۔ اور چند رسمی سوالات کے بعد اس نے بچوں کو داخل کر لیا جنہیں اس ہولناک واقعہ کی کچھ خبر نہ تھی۔ مہتممہ نے اس نئے گھر میں ان کے دل بہلانے کے سامان مہیا کرنے میں کوئی بات اُٹھا نہ رکھی۔

اس وقت اگر آپ اس بورڈنگ ہوس کے پائیں باغ میں جھانکیں تو آپکو دو پیاری لڑکیاں ہنستی کھیلتی نظر آئینگی۔ یہ لڑکیاں اُسی قاتل کی بیٹیاں ہیں جس نے گرفتاری کی ذلت سے بچنے کے لئے خودکشی کر لی۔

— اسی دن جب اُنکی ماں کے خلاف سزائے موت کا حکم صادر ہوا تھا تینوں سیاہ پوش بچے اپنی اُستانی کے ساتھ دھوپ میں بیٹھے تھے۔ اُنہیں معلوم تھا کہ اُن کا باپ مر گیا ہے اور اسلئے اُنہیں ماتمی لباس پہنایا گیا ہے۔ اُنہیں یہ کہا گیا تھا کہ اُن کی ماں بیمار ہے اور گھڑی ساعت کی مہمان ہے۔ لیکن ان معصوموں کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔ کہ اُن کی ماں پر اُن کے باپ کے قتل کا الزام لگایا گیا ہے جب حکم سُنایا گیا۔ تو اُن کا ایک عزیز اُنہیں اپنے ساتھ لے گیا۔ اور مصنوعی نام رکھ کر اُن کی پرورش شروع ہوئی۔ بعد میں تخفیف ہو کر حبس دوام کی سزا دی گئی۔ پندرہ۱۵ سال کے بعد جب یہ عورت قید سے نکلی۔ تو اخباروں میں بڑے دردناک پیرایہ میں اس کا تذکرہ آیا۔ اور اسکی

بے گناہی کا کچھ دنوں تک پھر چرچا ہوتا رہا۔ لیکن اُن اصحاب میں جنہوں نے اِس واقعہ کو ڈراما کے نقطہ نگاہ سے دیکھا ہو۔ اور اُن انشا پردازوں میں جو اِس مقدمہ کو معرض بحث میں لائے۔ شائد ہی کوئی ہو جسے یہ یاد ہو کہ اِس عورت کے بچے بھی تھے جو اب جوان ہیں۔ اور جنہیں اپنی ماں کا کوئی علم نہیں۔ اور ماں اُن کے حالات سے محض ناآشنا ہے اور آیا ماں نے اسپات کی کوشش کی۔ کہ اپنے جگر گوشوں کو ڈھونڈھ نکالے۔ اور اُنہیں تمام قصہ کہہ سنائے۔ یا اُس نے یہی مناسب خیال کیا کہ اِس عورت کے حالات بیان کرکے انہیں صدمہ نہ پہنچائے۔ مقدمہ کا حال اخباروں میں پڑھ کر وہ کانپ اُٹھتے ہیں یہ ایسا معاملہ ہے جس سے پبلک کو کوئی تعلق نہیں۔ اور جسے کرید کرید کر دریافت کرنیکی اخباروں کو چنداں ضرورت نہیں۔ لیکن اسبات کا امکان ہے کہ ماں نے اپنے بچوں کو دُور سے دیکھ لیا ہو۔ اور اُن کے پاس سے آنکھ بچا کر نکل گئی ہو۔ اور دِل پر پتھر رکھ کر اُس نے اُنہیں گلے لگا لینے سے احتراز کیا ہو۔ آج تک کسی ڈراما نگار نے اِس سے زیادہ ترحم انگیز منظر پیدا نہیں کیا۔

— لنڈن میں آئے دن عجیب ملاقاتیں ہوتی ہیں۔ اور مُدتوں کے بچھڑے ہوئے ایکدوسرے سے مِلتے ہیں۔ اگرچہ انسانی ڈراما کا یہ ایک ضروری باب ہے مگر اسے اکثر کُلیتاً نظر انداز کیا جاتا ہے۔ وہ انشا پرداز بھی اسکی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔ جو انسانی دل کی گہرائیوں کی خبر لایا کرتے ہیں۔ لیکن بہت سی مائیں اور متعدد باپ ہر روز جیل سے نِکل کر اپنے عزیزوں کے پاس آتے ہیں۔ ان لوگوں میں جو اپنے رشتہ داروں اور ہمسائیوں سے اپنی مصیبت اور ادبار چھپانے کی کوشش نہیں کرتے۔ کسی خاوند یا بیوی کی غیر حاضری کی طرف نہایت ہمدردانہ انداز سے اشارہ کیا جاتا ہے۔ اور جب کوئی ماں بغیر قیمت دئے مال حاصل کرنے کے جرم میں قید بھگت کر واپس آتی ہے تو گھر والوں کو عید کی سی خوشی ہوتی ہے ✦

——مسٹر ہیومر نے مجرموں کی اصلاح کے لئے کارنمایاں کئے ہیں جب اُنہوں نے یہ بیان شایع کیا کہ انہیں اِن بدمعاشوں میں چند نیک دِل انسان ملے ہیں تو سارے لنڈن میں تھلکہ مچ گیا۔ مگر وُہ اصحاب ذرا حیران نہ ہوئے جنہیں جرایم پیشہ لوگوں سے اکثر سابقہ پڑتا ہے۔ سوسائیٹی والدین کے گناہوں کو بچوں کے گلے منڈھ دیتی ہے لیکن جرایم پیشہ لوگوں کے حلقہ میں اس بچے سے سب اپنے بچوں جیسا سلوک کرتے ہیں جسکی ماں تھوڑی سی مُدت کے لئے "غیر حاضر" ہوگئی ہو۔ غریب سے غریب عورت بھی ایسی ماں بچوں کی پرورش اپنا پیٹ کاٹ کر کرنے سے دریغ نہیں کرتی۔

جب کسی باپ کے جیل سے گھر آنے کا دن قریب ہوتا ہے۔ تو ہفتوں پہلے اسکے استقبال کی تیاریاں شروع ہوتی ہیں۔ ایکدن مجھے ایک ایسے مکان میں جانے کا اتفاق ہُوا۔ جہاں بڑے اہتمام ہورہے تھے۔ بڑی لڑکی فرش صاف کررہی تھی۔ اور چھوٹے بچے اُسکا ہاتھ بٹا رہے تھے۔ ماں سودا سلف لینے بازار گئی تھی۔ ایک ہنڈیا چولھے پر رکھی تھی۔ جس سے کسی اچھے کھانے کی خوشبو آتی تھی۔ یہ چھوٹا سا کنبہ اس قدر خوش نظر آتا تھا۔ کہ میں اس مسرت کا سبب پُوچھنے سے باز نہ رہ سکا۔ ایک چھوٹی سی بچی نے مسکراتے ہُوئے کہا "ابا آج قید خانے سے باہر آئیں گے" اگرچہ مینے وہاں ٹھیرنا مناسب خیال نہ کیا۔ مگر میں بخوبی اندازہ لگا سکتا ہُوں۔ کہ اُس شخص کے گھر آنے پر کیا کچھ رنگ رلیاں مُنائی جائینگی۔ دعوت دی جائیگی۔ عزیز و اقارب جمع ہوں گے اور اس موقعہ کے ہیرو کو اس قدر شراب پلائی جائیگی۔ کہ مدہوش ہو جائیگا۔ مگر اِس جماعت میں جس نے کھلے بندوں سوسائیٹی سے جنگ ٹھان رکھی ہے۔ کسی کا جیل سے واپس آنا کوئی دردآمیز یا ترحم آمیز منظر پیش نہیں کرتا۔ سزا یافتہ کا استقبال اِس انداز سے کیا جاتا ہے گویا کوئی اسیر جنگ واپس آرہا ہے۔ جو دشمنوں کے نرغہ میں پھنس گیا تھا اور اب آزاد ہُوا ہے۔

__ عطائی مجرم یعنی وہ مرد یا عورت جس نے غلطی سے ارتکاب جرم کیا۔ اور قید کی ذلت اُٹھائی۔ جب گھر واپس آتا ہے۔ تو سب پر افسردگی چھا جاتی ہے جب کوئی باپ یا بیٹا زندان سے نکلکر گھر آتا ہے۔ تو ایک اچھا خاصا دردناک ڈراما ایکٹ ہو جاتا ہے۔ میں نے ایک شریف آدمی کو جو دراصل بے گناہ تھا۔ قید برداشت کرکے جیل سے نکلتے دیکھا۔ اُسکی اپنے احباب سے ملاقات بھی ایسی رنجیدہ تھی۔ کہ انسان اُس کے دیکھنے کی تاب نہ لاسکتا تھا۔

شریف گھرانوں میں کسی کے چھوٹ کر آنے کی مسرت کو یہ خیال ملیامیٹ کر دیتا ہے کہ جیل میں رہنے سے اُسے ایسا دھبا لگا ہے۔ جو کسی صورت بھی چھوٹ نہیں سکتا۔ یہ عین ممکن ہے کہ ایسے مرد یا عورت نے اپنے دل سے پختہ عہد کر لیا ہو کہ وہ آیندہ سیدھے راستہ سے عمر بھر اِدھر اُدھر نہ ہوں گے۔ لیکن دُنیا کسی کے اخلاقی وقت کا اندازہ لگانے میں اس کے مستقبل کو نہیں دیکھا کرتی۔ عدالت میں سابقہ سزا کا اُس وقت تک ذکر نہیں کیا جاتا۔ جبتک کہ ملزم کا موجودہ جرم پایہ ثبوت کو نہ پہونچ جائے۔ لیکن دُنیا میں کسی کا سابق سزا یافتہ ہونا عمر بھر اُس کا پیچھا نہیں چھوڑتا۔ گو وہ پھر کبھی کوئی جرم نہ کرے۔ یہ یاد رہے جو بہتر طبقہ سے تعلق رکھنے والا مجرم جیل سے اپنے ہمراہ لاتا ہے اُسکی ندامت اُس کی پیشانی پر تحریر رہتی ہے۔ جو وہ اپنی آیندہ نسلوں کو ورثہ میں پہونچاتا ہے۔ ایسی ندامت سے بچنے کے لئے نیا نام۔ نیا مقام بلکہ بعض اوقات نیا وطن تلاش کیا جاتا ہے۔ کسی رکن خاندان کے جرم کی بدولت سینکڑوں کنبے اپنے وطن سے کالے کوسوں پر زندگی کے دن کاٹ رہے ہیں۔ یورپ کے شہروں میں انگلستان کے ایسے مرد اور عورتیں دیکھنے میں آتی ہیں جنکے کارنامے کسی وقت انگلستان بھر میں گونج پیدا کرتے تھے اُنھوں نے اسلئے وطن کو خیر باد کہی ہے کہ روپوش رہ سکیں اور اُن کے بچے مدرسوں میں تعلیم حاصل کریں جہاں اُن کا نام ہم مکتبوں کے طنز و تشنیع کا سامان مہیا نہ کرسکے۔

—— مصنوعی ناموں کے پردہ میں ایسے ہیبتناک واقعات پوشیدہ ہیں۔ جن کا کبھی لندن میں بڑا چرچا تھا۔ کسی اور پیشہ کی نسبت ایکٹری میں شکل تبدیل کرنے کے لئے بہت آسانیاں ہیں۔ اور اسی لئے بہت سے نوجوان مرد اور عورتیں جنہیں نام تبدیل کرنا منظور ہوتا ہے یہی پیشہ اختیار کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ کسی اور جگہ ملازمت کرنے کے لئے نیک چلنی اور کارکردگی کی سند دکھانا لازم ہوتا ہے۔ اور اصلی نام ظاہر کرنا پڑتا ہے اور بسا اوقات اپنے خاندان کے ان حالات کو ظاہر کرنے کی ضرورت پڑتی ہے جن کا چھپانا مطلوب ہوتا ہے۔ لیکن کسی شہر بشہر پھرنے والی کمپنی میں شامل ہونے کے لئے ان رسمیات کو ادا کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ کمپنی کے منیجر کے لئے اتنا ہی بس ہے کہ چہرہ بشرہ درست ہو آواز سریلی ہو اور ذرا قابلیت پائی جائے۔

—— ایک دفعہ میرے ایک ڈراما کی ریہرسل کے دوران میں ایک ایسا واقعہ ہوا جسکا ڈرامیت کے لحاظ سے خود ڈراما ہی میں جواب نہ تھا۔ اس کا ایک منظر ملبنک جیل میں رکھا گیا تھا۔ جو اس زمانہ میں عورتوں کو قید رکھنے کے لئے مخصوص تھا۔ میں نے اس جیل کے ایک اعلیٰ افسر کو ریہرسل دیکھنے کے لئے مدعو کیا تھا۔ کہ منظر کی تفصیلات میں کوئی سقم نہ رہ جائے۔ وہ تھیٹر میں میرے پاس بیٹھا تھا۔ جب پردہ اٹھا اور جیل کا منظر سامنے آیا تو چند ایک قیدنیں ایک چوکیدار کی حفاظت میں سٹیج پر کھڑی ہی دکھائی دیں۔ میرا دوست انہیں ناقدانہ نظر سے دیکھ رہا تھا۔ تاکہ کپڑوں کے پہننے اور ٹوپیوں کے رکھنے میں کوئی نقص نہ رہ جائے۔ ایک قیدن کو اس نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھا جب اپنے منظر کی صحت پر صاد کیا تو میری طرف جھک کر کہنے لگا۔ "میں اس نوجوان عورت کو جو قطار میں چھٹے نمبر پر کھڑی تھی۔ بغور دیکھنے سے باز نہ رہ سکا وہ ایک ایسی عورت کی زندہ تصویر ہے۔ جو دس سال ہوئے میرے جیل میں تھی۔ مسز ...... تمہیں مقدمہ یاد ہوگا۔"

مجھے اس مقدمہ کے تمام حالات یاد تھے مسز۔۔۔ ایسی خاتون تھی جس کے ساتھ سبکو ہمدردی تھی۔ خاوند کی بے پرواہی اور بدسلوکی سے اسکے دماغ میں خلل سا آگیا۔ ایک شب حسب معمول کچھ تنازع ہوا۔ اور اس نے پستول اٹھا کر فایئر کر دیا۔ ضرب کسی قدر مہلک تھی اور اس جرم کی علت میں خاتون مذکور کو جیل کی ہوا کھانا پڑی۔ افسر مذکور نے سلسلہ کلام یوں جاری رکھا۔

"جیل کے لباس میں مسز ــــ سے ایسی غیر معمولی مشابہت میں نے آج تک نہیں دیکھی مگر بہر صورت یہ محض ایک اتفاقیہ بات ہے مسز ــــ اس دوشیزہ کی ماں کی ہمعمر ہوگی"

جب ایکٹ ختم ہوا تو میں سٹیج پر چند ہدایتیں دینے کے لئے گیا۔ اور میں نے اس نوجوان ایکٹرس سے کہا کہ وہ شخص جو میرے پاس بیٹھا تھا۔ مل بنک جیل کا ایک افسر ہے اور محض مذاق سے میرے منہ سے نکل گیا۔ کہ "وہ کہتا ہے کہ آپ مسز ــــ کی جو کسی وقت مل بنک جیل میں مقید تھی۔ زندہ تصویر ہیں"

مجھے توقع تھی کہ یہ نوعمر خاتون میری بات پر کھلکھلا ہنس پڑیگی۔ لیکن میری حیرت کی کوئی حد نہ رہی۔ جب میں نے اس کے رنگ رخ کو متغیر پایا۔ اور اس نے دبی زبان سے کہا۔ کیسا مہیب خیال ہے۔ مجھے ڈر لگتا ہے۔ کاش آپ یہ بیان ہی نہ کرتے۔

اسوقت تو بات آئی گئی ہو گئی۔ لیکن بعد میں مجھے حقیقت معلوم ہوئی۔ وہ نوجوان ایکٹرس جسکی طرف جیل کے افسر نے توجہ کی۔ مسز ــــ کی بیٹی تھی۔ جو نام تبدیل کرکے سٹیج پر کام کرتی تھی۔ یہ عجیب اتفاق ہے کہ ایک قیدن کی بیٹی مل بنک جیل کے منظر میں جیل مذکور کے ایک افسر کے روبرو جو اسکی ماں کی قید کے ایام میں وہاں کا افسر تھا۔ ایک قیدن کا پارٹ کرے ؛

باب ہفتم

داستانِ حقیقت

لنڈن کی سیر کیجئے۔ تو ہر مقام پر تعجب۔ حیرت اور ہیبت کے متحرک مجسمے ملیں گے۔ مگر اُن کے دیکھنے کے لئے چشم بینا درکار ہے۔ پُراسرار مکانات جابجا کھڑے ہیں۔ مگر بہت کم اشخاص اُن کے اسراروں اور داستانوں سے آگاہ ہیں۔ ہم ایسے مناظر کو نظر انداز کر کے گذر جاتے ہیں جن سے کوئی ڈرامانگار یا ناول نویس ایک چھپتا ہوا تذکرہ تیار کر سکتا ہے۔ لیکن ہمارے لئے وہ سرسری تعجب انگیز بات بھی پیدا نہیں کر سکتا شمال مغرب کے اس حصہ میں جسکا ڈانڈا ہیم سنڈ سے ملتا ہے ایک فیشن ایبل سڑک پر ایک مکان واقع ہے۔ بظاہر یہ ایک معمولی سا مسکن ہے۔ دریچوں میں پھولوں کے گلدستے رکھے ہیں۔ اور دیگر علامتوں سے بھی اس میں رہنے والوں کے تموّل کا اظہار ہوتا ہے۔ لیکن اس معمولی سے مکان کے پچھلے حصہ میں ایک کمرہ ہے جس میں سورج کی روشنی کا کبھی گذر نہیں ہوتا۔ اس کے دروازہ پر ہمیشہ تالا پڑا رہتا ہے اور اس کے روشندان کبھی نہیں کھلتے۔ چابی صرف مالکہ مکان کے قبضہ میں رہتی ہے جو اسے ایک منٹ کے لئے کسی اور شخص کے حوالہ نہیں کرتی۔ اس خاتون کے ساتھ اس کا ایک بھائی اور بہن اس کا غم غلط کرنے کے لئے رہتے ہیں۔ یہ خاتون اس مکان میں ایک نئی نویلی دُلہن کی حیثیت سے فروکش ہوئی تھی۔ یہی مکان تھا جو ان میاں بیوی نے ہنی مون سے واپس آکر اپنی سکونت کے لئے منتخب کر کے آراستہ کیا تھا۔ ایک مہینہ بڑے امن چین سے گذرا تھا۔ کہ ایکدن نوعمر خاوند باہر گیا اور وہ پھر لوٹ کر نہ آیا۔ اور آج تک بدقسمت

دلہن کو اسکی کچھ خبر نہ ہی۔ جو اس غم و رنج کے ہاتھوں نیم دیوانی ہو رہی ہے۔ جب وہ باہر گیا تھا۔ تو اس کے چھ بجے رات کے واپس آنے کی توقع تھی۔ کیونکہ اس کی سالگرہ کی تقریب پر دعوت کے لئے یہی وقت دیا گیا تھا۔ یہ ایک مختصر اور منتخب مجمع تھا جس میں چند عزیز اور قریب ترین احبا و اقارب مدعو کئے گئے تھے۔ دلہن کے اہتمام میں یہ پہلی پارٹی دی جا رہی تھی۔ اور اس لئے اس نے کمرے کے سجانے اور میز کے آراستہ کرنے میں اپنا سارا سلیقہ صرف کر دیا تھا۔ اس دعوت کی میز ہنوز اسی طرح آراستہ ہے۔ پھول مرجھا کر مردہ ہو چکے ہیں۔ میز پوش کا رنگ اڑ گیا ہے۔ تمام فرنیچر فرسودہ معلوم ہوتا ہے۔ غرض تمام منظر سے تباہ حالی آشکارا ہے۔ مگر وہ بیوی جو اسطرح یک بیک پر اسرار طریق سے بیوہ ہو گئی۔ اسبات کی روادار نہیں۔ کہ کوئی اس کمرہ کی کسی چیز کو ہاتھ تک لگائے۔ سالگرہ کی دعوت کی میز ابھی تک اُس خاوند کے انتظار میں لگی ہے۔ جس کے واپس آنے کی کوئی اُمید نہیں۔

—— لنڈن کے جنوب مغرب میں ایک چھوٹی سی پرانی وضع کی دکان ہے جس میں پرانا فرنیچر اور عجائبات فروخت ہوتے ہیں۔ اس دکان میں کوئی غیر معمولی بات پائی نہیں جاتی۔ تاہم ایک عجیب کہانی اس سے منسوب ہے۔ اگر آپ دروازے کے اوپر نگاہ کریں۔ تو بورڈ پر ایک چینی کا نام نظر آئیگا۔ اگر آپ دکان میں داخل ہوں۔ تو ایک دوشیزہ آپ کا استقبال کرے گی۔ گو اس کے خط و خال شرقی ہیں۔ مگر وہ معمولی انگریزی میں آپ سے ہمکلام ہوگی۔ یہ دکان اس کے باپ نے کھولی تھی۔ جو چینی تھا۔ اور عین شباب میں یہاں آیا۔ کوئی نہیں جانتا کہ اس نے کہاں نقل کرنا تھا۔ مگر اس کا لباس چینی تھا۔ اور چینی چوٹی اس کے سر سے لٹک رہی تھی۔ وہ ایک چھوٹے سے چھکڑے پر لئے گھر گھر پھرتا تھا۔ اور پرانا ٹمٹا اسباب خرید کیا کرتا تھا۔ رفتہ رفتہ چینی رنگ اترنا شروع ہوا۔ چوٹی اور چینی لباس جاتے نظر نہ آئے۔ اور وہ انگریزی لباس پہنے دکھائی

دینے لگا۔ تجارت بھی بامُراد ثابت ہُوئی۔ اور اُس نے یہ دُکان کھول کر ایک فرنگن سے شادی کرلی۔ ابتداء میں یہ دُکان بہت معمُولی سی تھی۔ لیکن بڑے بڑے چینی اس میں آتے جاتے تھے۔ پھر اُس نے بہُت سے مکانات خریدے اور اُن میں کرایہ دار رہنے لگے۔ لیکن اسباب کا کسی کو پتہ نہ لگا۔ کہ چینی سفیر اس کے پاس آکر گھنٹوں کیا باتیں کیا کرتا تھا۔ اس چینی کا نام بورڈ پر چمک رہا ہے۔ اور اسی کے بچّے اس وقت کاروبار کررہے ہیں۔ وہ خط و خال سے بالکل انگریز معلوم ہوتے ہیں۔ چینی لنڈن کے کسی قبرستان میں سو رہا ہے لیکن یہ اسرار آج تک نہ کھُلا کہ وہ کون تھا اور اکابرِ چین کے ساتھ اُس کے کیا تعلقات تھے۔

اس چھوٹی سی دُکان میں کوئی قابلِ اعتراض بات پائی نہیں جاتی۔ صرف ان حقّوں سے جو کھڑکی میں فروخت کے لیے رکھے ہیں۔ اس کے چانڈو خانہ ہونے کا ایما ہوتا ہے۔ آپ صبح سے شام تک چکر لگاتے رہیں۔ لیکن کوئی شخص دُکان میں جاتا دکھائی نہ دیگا۔ اگر آپ جھانک کر دیکھیں۔ تو اندرونی دروازے کے اوپر آپ کو چند چینی حروف لکھے ہُوئے دکھائی دیں گے۔ اگر آپ اندر داخل ہوں تو ایک چوبی بُت اور اُسکی پُوجا کا سامان پائیں گے۔ یہاں لنڈن کی ناف میں مشرقی اسرار رُونما ہوتے ہیں اور یہاں آپ اس زندگی کے نمُونے دیکھ سکتے ہیں۔ جو پیکن میں بسر کی جاتی ہے اس مکان کا ایک دروازہ عقب میں ہے اور اس راستہ سے چانڈو باز اکثر آیا کرتے ہیں۔ یہیں ایک انگریز چانڈو باز نے اپنے ہوش و حواس کھودیے تھے۔ یہ شخص نہایت ذی عزت تھا مگر چانڈو کی لت ایسی پڑی کہ ان چینیوں کا ہی ہو رہا۔ اس مکان میں ایسا داخل ہُوا کہ مر کر نکلا۔ اور تادمِ مرگ اس کے سرازدوں کو اس کا کچھ حال معلوم نہ ہُوا ——اگرچہ عوام اس سے بخوبی آگاہ نہیں کہ صوفی کیا رسُومات ادا کرتے ہیں۔ مگر اُن کی عبادت گاہیں پوشیدہ نہیں۔ اور سب کو معلوم ہیں۔ لیکن عین لنڈن میں

عجیب عجیب رسومات ادا کی جاتی ہیں۔ مگر یہ کسی کو علم نہیں کہ اُن کے ادا کرنیوالے کہاں جمع ہوتے ہیں۔ ایک اندھیرے کمرہ میں ایک دراز ریش یہودی تعویذ دھاگا بناتا نظر آجاتا ہے لیکن وہ عورت اور اُس کے معتقد شاذ ہی دیکھنے میں آتے ہیں۔ جو بیسویں صدی میں جنتر منتر اور جادو ٹونا کی بدولت روپے بٹورتی رہتی ہے۔ ایک وقت نجومیوں اور رمالوں کی خوب بن آئی تھی۔ مگر قانون نے انہیں نیست و نابود کر دیا۔ لیکن اس سے بھی زیادہ خوفناک تجارت شب و روز خفیہ جگہوں میں ہو رہی ہے۔ جہاں سادہ لوح اور ضعیف الاعتقاد اشخاص کا سر مونڈا جاتا ہے

اس وقت رات کے ۹ بجے ہیں۔ اور تمام لنڈن نے اندھیری رات کی کالی چادر اوڑھ لی ہے۔ وکٹوریہ سٹیشن کے نزدیک ایک گلی میں ایک نقاب پوش خاتون گاڑی سے اُترتی ہے اور ایک مکان کا رُخ کرتی ہے مگر بار بار پیچھے مڑ مڑ کر دیکھتی جاتی ہے۔ مکان کے پاس جاکر زنجیر ہلاتی ہے۔ دروازہ فوراً کھلتا ہے۔ اور وہ اندر چلی جاتی ہے۔ اگر ہم اس کے دنبال جائیں۔ تو دیکھیں کہ وہ سیڑھیاں اُتر کر ایک تہ خانہ میں داخل ہو گی۔ جہاں مدہم روشنی میں عجیب و غریب چیزیں نظر آئینگی۔ ایک سیاہ فام عورت عجیب مشرقی لباس میں ملبوس اُسکا استقبال کرے گی۔ اور دروازہ مقفل ہو جائیگا۔ اس عورت کو جادوگرنی ہونے کا دعویٰ ہے۔ اور اعلیٰ تعلیم یافتہ خواتین اس سے آیندہ کا حال دریافت کرنے۔ اور چلتے ہوئے تعویذ لینے آتی ہیں انہیں اسکے علم اور کمال پر پورا اعتماد ہے۔ اور وہ کبھی یہ ماننے کے لئے تیار نہیں۔ کہ یہ دغاباز عورت انہیں اُلّو بنا رہی ہے۔ اگر کوئی جاہل اجڈھ عورت اپنا ہاتھ دکھاتی پھرے تو اچنبھے کی بات نہیں مگر اس سے بڑھ کر لنڈن کا کوئی اسرار تعجب انگیز نہیں کہ ان مکاروں کا جادو تعلیم یافتہ بیگمات پر چل جائے ؁

—— سینٹ جانس وڈ کی سڑک کے کنارے ایک مکان ہے جس کا ایک سرسبز باغ احاطہ کئے ہے اس کے اندر عورتوں اور مردوں کی ایک ایسی جماعت جمع ہوتی ہے۔ جو ایک مکار عورت کی پرستار ہے جس نے اپنے معتقدوں کو یہ یقین دلایا ہے کہ اُسے خدا نے اس لئے بھیجا ہے کہ انہیں موت سے بچا کر حیاتِ جاودان کی جنت میں پہنچائے وُہ یہ وعظ کہتی ہے۔ کہ اس کے معتقد موت کا مزہ ضرور چکھیں گے۔ مگر اُن کے ارواح اور جسموں میں حلول کر جائیں گے۔ اور اس نئی زندگی میں آزادی مسرت اور سدا بہار صحت اُنکے شامل حال ہوگی۔ پولیس مین ہر روز رات کے وقت اس مکان پر اپنی لالٹین کی روشنی ڈالتا ہے۔ لیکن وُہ کیا جانے۔ کہ چار دیواری کے اندر کیا ہو رہا ہے یہاں نذر و نیاز اور چڑھاوے چڑھتے ہیں۔ مشن کی بالیدگی کے لئے زیور اُتار کر دئے جاتے ہیں۔ مکانات منتقل ہوتے ہیں۔ غرض جو کچھ کسی کے پاس ہوا حاضر کرنا جاتا ہے ممکن ہے کہ کسی دن یہ فرستادہ حق عدالت کے کٹہرے میں کھڑی ہو اور حاضرین اُن عورتوں اور مردوں کو دیکھ کر حیران ہوں جنکی یہ شہادت اگر اخبار میں شایع ہو تو لوگ چلا اُٹھیں کہ وُہ کیا اس روشنی کے زمانہ میں ایسا —— ممکن ہے۔

—— ہیمپسٹیڈ پارک کے پاس ایک اور پُراسرار مکان ہے اسکے سامنے ایک دیوار کھینچی ہے جس میں ایک دروازہ ہے جو ہمیشہ مقفل رہتا ہے اگر آپ دروازہ کی گھنٹی بجائیں تو ایک نوکر دروازہ کی خفیہ کھڑکی کھول کر آپ کو غور سے دیکھے گا۔ مگر داخلہ تب ہی ممکن ہے کہ آپ اسے یقین دلادیں۔ کہ آپ کے آنیکی توقع تھی۔ اور مالک مکان اس ملاقات سے مسرور ہوگا۔ مالک مکان ایک غیر ملک کے رہنے والا ہے جس نام سے وُہ اس مکان میں رہتا ہے وُہ اُسکا اصلی نام نہیں۔ وُہ ایک زبردست انقلاب پسند جماعت کا ممبر ہے اور اُس کے مہمان صرف اُس کے ہمراز اور ہمکار ہوتے ہیں۔ جو یورپ کی مختلف دارالسلطنتوں سے خبریں لیکر آتے ہیں۔ بہت سی سازشیں جنہوں نے دُنیا میں تھلکہ ڈال دیا۔ اسی مکان

میں بنائی گئی تھیں۔ اور اسکی چار دیواری میں ایسے اشخاص اکثر پناہ گزین ہوتے ہیں جن کے پتہ نشان کے لئے اکثر حکومتوں کے کارندے خاک چھانتے پھرتے ہیں۔ ان کی خوفناک سوسائٹی موسومہ "مافیہا" کا لنڈن میں ہی مستقر ہے۔ جس کے کارناموں پر لوگوں کو ڈراما یا ناول کا گمان ہوتا ہے۔

لنڈن کے ہر حصہ میں داستان حقیقت کے عناصر پائے جاتے ہیں۔ اور ایسے واقعات کا سراغ لگ سکتا ہے جنہیں اگر ظاہر کیا جائے۔ تو ناول نویسی یا ڈراما کی پلاٹ آفرینی اور تخیل کی بلند پردازی عین فطرت کے مطابق معلوم ہو۔ کوئی من گھڑت یا تخیلہ بات حقیقی واقعہ کے برابر حیرت انگیز نہیں ہوسکتی۔ اور سب سے حیرت انگیز بات یہ ہے۔ کہ حقیقت کے وجود سے وہ لوگ بھی آگاہ نہیں ہونے پاتے۔ جو اس کے بالکل نزدیک رہتے ہیں۔ پیرس میں سوسائٹی کے عیوب کو ابھار ابھار کر دکھاتے ہیں لیکن لنڈن میں ان پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اگر یہ پردہ اٹھے تو تھیئٹر کی تمام بہار پر اوس پڑ جائے۔

آدھی رات

جب گھڑیال اپنی لوہے کی زبان سے آدھی رات اِدھر اور آدھی رات اُدھر ہو جانیکا اعلان کرتا ہے۔ تو اس عظیم الشان شہر کی حیات مسلسل کے شور و غل میں ایک گونہ سکون پیدا ہو جاتا ہے۔ ہُو کا عالم تو کبھی نصیب نہیں ہوتا۔ لیکن آدھی رات اور پو پھٹنے کے درمیان کچھ ایسے امن چین کا دَور دَورا ہوتا ہے۔ جو روز روشن کے دیکھنے میں کبھی نہیں آتا لیکن اِن خاموشیوں اور سنسانیوں کے آغوش میں اسرار انسانیت دبکے پڑے رہتے ہیں کا رپردازِ قضا و قدر ایک ایسے ڈراما کی نمائش کو پیہم دیکھتے ہیں۔ جس پر دن رات کے چوبیس گھنٹوں میں کبھی ڈراپ نہیں گرنے میں آتا۔ اور ستارے رات بھر ایک میدان جنگ پر پہرہ دیتے ہیں۔ جو معرکہ حیات کے کشتوں سے پٹا پڑا ہے۔

امرائے فلک نما محلات جن میں رات کو بھی دن چڑھا رہتا ہے دریا سے چند گز کے فاصلہ پر واقع ہیں جس کے کناروں کو کبھی کبھی بجروں اور کشتیوں کے لمپ جگنوؤں کی طرح دم بھر کے لئے روشن کر دیتے ہیں۔ لیکن یہ چپہ بھر زمین انسانی مصیبت اور تباہی کا محشرستان ہونے میں آسمان سے لگا کھاتی ہے۔ اگر رات کے وقت آپ دریا کے کنارے جائیں تو آپ کو سینکڑوں خانماں برباد پتھروں پر پڑے سوتے نظر آئیں۔ آپ جانتے ہیں یہ کون ہیں جنہوں نے یہ سامانِ استراحت انتخاب کیا ہے۔ اِن عورتوں اور مردوں کے پاس کسی ہوٹل یا سرائے میں شب باش ہونے کے لئے ایک پیسہ نہیں اور اس لئے وہ آسمان کے شامیانہ کے نیچے رات بسر کرتے ہیں۔ گاہے گاہے کوئی پولیس مین دبے

پاؤں اُن کے پاس سے گذرتا ہے اور جب اُسکی لالٹین کی روشنی اُن کے چہروں پر پڑتی ہے۔ تو ناظر یہ دیکھ کر ہچک رہ جاتا ہے۔ کہ اِن میں بعض نوجوان۔ بوڑھے اور ادھیڑ عمر کے ایسے اشخاص مرد و عورتیں ہیں جنہوں نے اچھے دن دیکھے ہیں۔

ایک رات کا ذکر ہے کہ تڑکا ہونے والا تھا کہ اِن خانہ خرابوں سے ایک عورت اُٹھکر دریا میں کود پڑی۔ چند شخصوں نے اسکی جان بچائی۔ اور خودکشی کی علت میں اس پر مقدمہ دائیر ہُوا۔ مجسٹریٹ کے دِل پر اِسکی وضع و قطع نے بڑا اثر کیا۔ اور اس نے پادری کو حکم دیا کہ اُس کے پاس جاکر اُسکی دلجوئی کرے۔ اور پتہ لگائے کہ یہ کون ہے پادری کو اس عورت نے اپنی ساری کہانی سُنائی۔ وہ اسے اپنے گھر لے گیا۔ اور اُس کے خویش و اقارب کی تلاش شروع کی۔ اِن عزیزوں نے اسے سالوں سے نہ دیکھا تھا اور انہیں کچھ معلوم نہ تھا کہ اِس پر کیا بنی۔ اِسکی داستان وہی پُرانا قصّہ تھا۔ کہ ایک بدمعاش نے اِس سے محبّت کا دم بھرا اور پھر اِسے برباد کرکے الگ ہو گیا۔ پادری کی کوشش سے اسے اپنے گھر میں بار مِلا۔ اور پچھلا کیا کرایا فراموش ہو گیا۔ اور تمام کنبہ امریکہ چلا گیا۔ کچھ مدّت ہُوئی۔ اور سب لنڈن آئے۔ یہ خاتون بھی ہمراہ تھی۔ اور امیرانہ ٹھاٹھ سے سیر کر رہی تھی۔ عظیم الشان ہوٹل کی کھڑکیوں سے اِس نے دریا کا وُہ کنارا دیکھا ہوگا جس پر وُہ رات بسر کرتی تھی۔ اور جہاں اُس نے اپنی جان پر کھیل جانے کی کوشش کی۔

سنسان گلی کوچوں میں رات بھر شتبنہ آدمی چلتے پھرتے رہتے ہیں بعض شرم سے گردن جھکائے دکھائی دیتے ہیں اور بعض سینہ تانے گھات لگائے کھڑے ہوتے ہیں۔ لیکن لنڈن کے بڑے بڑے چوکوں میں گلیوں کی سنسانی نہیں ہوتی۔ وہاں دیر سے سونے والے اور صبحدم اُٹھنے والے رات کو اپنے درمیان تقسیم کر لیتے ہیں کوئی تماشا دیکھ کر اپنی گاڑی میں گھر جاتا ہے۔ کوئی چھکڑوں پر سبزی ترکاری لاد کر منڈی کو لیجاتا ہے اور کوئی ریلوے سٹیشن سے آتا ہے کوئی اِدھر کوئی اُدھر جاتا ہے غرض ان چوکوں

ہیں آٹھ پہر آنے جانیوالوں کا تانتا بندھا رہتا ہے۔ لیکن آدھی رات کے وقت ان چوکوں میں کسی قدر سناٹا چھا ہی جاتا ہے۔ اور اسراروں کو پنپنے کا موقعہ ملتا ہے صبح کے دو بجے ہیں ایک نوجوان عورت جو شاید کسی کارخانہ میں دیر تک کام کرتی ہے۔ ایسٹ انڈ کے ایک مقبول عام تھیٹر کے دروازے پر لمحہ بھر دم لینے کے ٹھہرتی ہے۔ وسیع سڑک پر اسوقت اس کے سوا کوئی نظر نہیں آتا۔ دوسرے کنارے پر ایک قہوہ خانہ ہے۔ جسکے دروازے پر ایک چوکیدار اونگھ رہا ہے۔ دو آدمی سڑک پر خراماں خراماں جاتے ہیں۔ ان میں سے ایک اس لڑکی کو جانتا ہے۔ اور اسے سلام کرتا ہے اور دوستانہ طریق پر قہوہ خانہ میں مدعو کرتا ہے۔ تینوں چند منٹ تک قہوہ خانہ میں ٹھہرتے ہیں۔ پھر لڑکی شب بخیر کہہ کر اپنے گھر چلی جاتی ہے اور یہ دو آدمی اپنا راستہ لیتے ہیں۔ اس وقت تک کوئی شخص انہیں دیکھنے نہیں پاتا۔ جبتک صبح کے چھ بجے ایک لڑکا انہیں ایک دکان سے نکلتا نہیں دیکھتا۔ آدھی رات کے وقت یہ دو نوجوان گم ہو جاتے ہیں۔ کوئی ان سے دوچار نہیں ہوتا۔ کوئی انہیں نہیں دیکھتا صرف ایک لڑکی جو دو بجے کے قریب تھیٹر کے پاس کھڑی تھی۔ اور ایک لڑکا جو صبح کی تازہ ہوا کھانے کے لئے باہر نکلا۔ عدالت کو مطلوبہ اطلاع بہم پہونچاتے ہیں۔ کیونکہ یہ دو نوجوان بالآخر ایک جرم کی علت میں گرفتار ہو کر پھانسی پر لٹکائے گئے۔

—— آدھی رات کے وقت جب تمام لنڈن خواب خرگوش کے مزے لیتا ہے جرم اپنی کمینگاہ سے نکلکر مصروف عمل ہوتا ہے۔ پولیس کے سپاہی روند پھر جاتے ہیں۔ مگر ان کی نظر ان شخصوں پر نہیں پڑتی۔ جو انہیں دیکھ کر کسی گلی میں چھپ جاتے ہیں یا کسی بلند دیوار کے پردہ میں دبک جاتے ہیں۔ اور زنجیروں اور سلاخوں کو کاٹ کر ناخواندہ مہمانوں کی طرح دولتمندوں کے مکانوں میں جو قیمتی اشیاء ان کے ہتھے چڑھتی ہے۔ لیکر اپنی بھٹیکوں کا راستہ لیتے ہیں۔ دوسرے دن اخبار میں اس نقب زنی کا حال

پڑھ کر سب سے زیادہ تعجب کا اظہار کرتے ہیں۔ اندھیری رات دیکھ کر نقب زن پھولا نہیں سماتا۔ کیونکہ ایسے سماں میں لنڈن کے لوگ جلد سو جاتے ہیں اور نقب زن کے نصیب جاگتے ہیں لیکن اندھیری رات میں بھی چند منٹوں میں ہجوم عام ہو سکتا ہے۔ اور لوگ اسطرح اکٹھے ہوتے ہیں۔ گویا قبروں سے مُردے نکل رہے ہیں۔ یکایک آسمان پر ایک سُرخی سی نمودار ہوتی ہے۔ اور چاروں طرف سے "آگ۔ آگ" کی آواز آنے لگتی ہے۔ آدمیوں کے شور و غل کے ساتھ آگ بجھانے والے انجنوں کی سیٹیاں اور کھڑکھڑاہٹ ایک عجیب منظر پیش کرتی ہیں۔ ایکا ایک نیم برہنہ لوگوں سے سڑکیں بھر جاتی ہیں اور شہر خموشاں زندوں کی دُنیا میں تبدیل ہو جاتا ہے۔

لنڈن کا اس سے بڑھ کر کوئی حیرت انگیز اسرار نہیں۔ آدھی رات کے وقت آن واحد میں تمام لنڈن ہجوم در ہجوم کسی کا گھر جلتا دیکھنے کے لئے اُمنڈ آتا ہے۔ محلوں میں یہ خبر ایک گلی سے دُوسری گلی میں اس تیزی کے ساتھ پہونچتی ہے۔ کہ آگ بجھانے والوں سے پہلے ہزارہا اشخاص موقع پر پہونچ جاتے ہیں۔

بڑے بڑے سٹیشنوں کے نزدیک جہاں ڈاک گاڑیاں ۳۔ اور ۴ بجے صبح کے درمیان پہونچتی ہیں۔ عجیب قسم کے انسان چلتے پھرتے نظر آتے ہیں۔ اگر آپ اُن کے پیچھے پیچھے جائیں۔ تو یہ دیکھ کر حیران ہوں کہ ان میں سے اکثر شریفانہ گھروں میں رہتے ہیں۔ جہاں آرام و راحت کے تمام سامان مہیا ہیں۔ یہ اشخاص یا تو کنوارے ہوتے ہیں۔ جنکی نیند آدھی رات کے وقت اُچاٹ ہو جاتی ہے۔ اور ہجوم تفکرات سے نجات پانے کے لئے گھر سے باہر نکلجاتے ہیں۔ لیکن وُہ ایسی جگہ پسند نہیں کرتے جہاں سناٹا ہو۔ وُہ ایسے شخصوں کے متلاشی ہوتے ہیں۔ جو اسوقت جاگ رہے ہوں آدھی رات کے وقت ریلوے اسٹیشنوں کی رونق اُن کے لئے بڑی دلکش ہوتی ہے وُہ پلیٹ فارم پر اس طرح کھڑے ہوتے ہیں۔ گویا کسی دوست کے منتظر ہیں۔ جب گاڑی

چلی جاتی ہے۔ روشنیاں بجھ جاتی ہیں۔ تو وہ آہستہ آہستہ اسٹیشن سے نکلکر اپنے گھر کا رُخ کرتے ہیں۔

— نصف شب کے وقت لنڈن کی ایک حالت بہت اہمیت رکھتی ہے لیکن اسکی سیر کرنا کسی اکیلے دُکیلے کا کام نہیں اسکے لئے آپ کو اُن مکانوں میں جانا ہوتا ہے جنکے دروازے کبھی بند نہیں ہوتے۔ ہاں یہ بھی یاد رہے کہ کسی اجنبی کا ایک اور چار بجے صبح کے وہاں جانا خطرہ سے خالی نہیں۔

اپنے تصور کی آنکھ سے ایسے سہ منزلہ مکانوں کی تعداد دیکھئے۔ جو ویران بے چراغ اور شکستہ ہیں جن میں سے کسی کی کھڑکیوں کے شیشے سلامت نہیں۔ جہاں کاغذوں سے شیشوں کا کام نہیں لیا گیا۔ اِن سے ہر مکان کی ڈیوڑھی ہے مگر اس کے ساتھ کوئی گھنٹی یا زنجیر نہیں۔ زنجیر کا کام ایک رسی سے لیا جاتا ہے مگر یہ شاذ ہی استعمال میں آتی ہے اِن دروازوں پر کوئی قفل یا بلی نہیں لگائی جاتی۔ یہاں کے رہنے والے رات کے مختلف وقتوں پر آتے ہیں۔ اور اپنے اپنے کمروں میں چلے جاتے ہیں۔ اگر آپ رات کے آخری گھنٹوں تک انتظار کریں۔ تو آپ چند ہیبتناک شخصوں کو گھر آتا ہُوا دیکھیں جب اِن سے کوئی شخص گھر پہونچتا ہے تو وہ ہاتھ یا کندھے سے دھکا دے کر دروازہ کھول لیتا ہے۔ لیکن اگر کبیدہ خاطر ہو تو ٹھوکر سے دروازے کی تواضع کرتا ہے۔ ہر شخص اِن دروازوں کو کھول کر اندر داخل ہو سکتا ہے۔ جہاں سینکڑوں آدمی نیند کا منہ چڑاتے ہیں۔ اور مالک مکان سے کرایہ طے کئے بغیر داخل ہوتے ہیں۔ یہ اسی قسم کے لوگ ہیں جو دریا کے کنارے یا کسی پارک کے بنچ پر رات بسر کیا کرتے ہیں۔ مطلع صاف ہُوا تو کسی سڑک یا کسی کی سیڑھیوں پر پڑے رہے۔ لیکن اگر بارش آندھی یا طوفان نے زور باندھا۔ تو ان بے در مکانوں میں چلے آئے۔ لیکن اِن لوگوں کا یہ اصول ہے کہ ایک بجے سے پہلے کسی کی سیڑھیوں پر نہیں سوتے اور پانچ اور چھ بجے کے مابین

اُٹھ کر چلے جاتے ہیں۔

—— خاموش اور سنسان گلیوں میں ایسے اشخاص دبے پاؤں جاتے نظر آتے ہیں جنہوں نے سوسائیٹی سے جنگ ٹھان رکھی ہے۔ اور جرموں کے ارتکاب سے روزی پیدا کرتے ہیں۔ ان کی خوفناک تجارت کا بازار رات کے اندھیرے میں گرم ہوتا ہے۔ کسی سوئے ہوئے شخص کے سینہ میں خنجر بھونک دینا یا کسی پاسبان کو تلوار کے گھاٹ اُتارنا ان کے بائیں ہاتھ کا کرتب ہے۔ بسا اوقات وہ اپنا کام سرانجام دے کر اور لوٹ کا مال بغل میں دبائے گھروں کو لوٹتے ہیں۔ مگر اس احتیاط اور ہوشیاری سے کہ پولیس کا سپاہی انہیں دیکھتا ہے لیکن اُسے ان پر کوئی شک وشبہ نہیں ہوتا۔ اسکی یہ وجہ ہے کہ پیشہ ور نقب زن پہلے ہی ہر بات کی روک تھام کسی آزمودہ کار سپہ سالار کی طرح کرتے ہیں۔ جو حملہ کرنے سے پہلے تمام اونچ نیچ سوچ لیتا ہے۔ جب نقب زن کسی مکان میں نقب لگانیکا تہیہ کرتے ہیں۔ تو ارادے کو عمل میں لانے سے قبل وُہ دریافت کرتے ہیں۔ کہ اس میں رہنے والے کب سوتے ہیں۔ کب جاگتے ہیں۔ اور انکی دیگر عادات کیا ہیں پھر دو ایکدفعہ رات کے وقت اس راستہ سے گذرتے ہیں۔ جو ارتکاب جرم کی رات انہیں کرنا ہوتا ہے۔ اور راستہ کے تمام موافق و مخالف حالات زیر نظر کر لیتے ہیں۔ اگر آپ نقب زنی کی مشہور وارداتوں کی کیفیات کا مطالعہ کریں۔ جو مقدمات کی سماعت کے دوران میں ظاہر ہوئیں۔ تو آپ کو معلوم ہوگا۔ تو یہ بدمعاش کیسی باریک بینی سے ہر بات کا حساب لگاتے ہیں۔ وُہ نہ صرف مکان میں داخل ہونے کے طریق پر غور کرتے ہیں بلکہ یہ بھی دیکھتے ہیں کہ ارتکاب جرم کے وقت چاند کہاں ہوگا۔ اور اُس کی روشنی کہاں تک پہونچیگی جب یہ شریک جرم آپس میں ملتے ہیں۔ تو یہی سوال ہوتا ہے کہ "کیا آج کام کرنا ہے"۔ ان مبہم الفاظ کا مطلب وُہ خوب سمجھتے ہیں۔ اور بحث صرف اس امر میں ہوتی ہے کہ آیا گردوپیش کے حالات نے اُن کے کام کے موافق صورت اختیار کی ہے یا نہیں

ان کے لئے سب سے اہم بات یہ دیکھنا ہے کہ آیا وہ آدھی رات اندھیری ہو گی یا مہتاب۔
ان میں سے بہتیروں کو پولیس جانتی ہے اور کئی ایک اسکی نگرانی میں ہیں۔ مسلسم اور فولر
سکاٹ لینڈ یارڈ کی زیر ہدایت جنوری سے بلکہ عین اسوقت تک زیر نگرانی چلے آتے تھے
جب انہوں نے مسٹر ہل کے قتل عمد کا ارتکاب کیا۔ یہ نقب زن بھی اس راز سے ایسے
آگاہ تھے۔ کہ جرم کے ارتکاب کے بعد وہ پانچ اور چھ بجے صبح کے درمیانی وقت "تک
ہائی گیٹ ہل کے جنگل میں چھپے رہے اور پھر گھر کی طرف روانہ ہوئے۔ مسلسم کے اقبال جرم
کے مطابق انہیں خیال تھا۔ کہ اسوقت پولیس کے سپاہی چلے گئے ہوں گے وہ کھلے بندوں
المعروفہ لنڈن کے مشہور بازاروں سے گذر رہے تھے۔ فولر کے کپڑوں پر خون کے
چھینٹے پڑ گئے تھے جنہیں چھپانے کے لئے اس نے مسلسم کا اور کوٹ پہن رکھا تھا۔ اگرچہ
ان کی نگرانی کی جاتی تھی۔ اور پولیس ان کی گرفتاری کے درپے تھی۔ مگر وہ خون سے ہاتھ
لال کئے لنڈن کے بازاروں سے گذر گئے۔ اور کسی نے ان کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا
کیونکہ انہوں نے واپس آنے کے لئے ایسا وقت انتخاب کیا تھا جو تمام رات میں زیادہ
پر سکون ہوتا ہے۔ نقب زن کے لئے نہایت موزوں وقت ۲- اور چار بجے صبح کے
مابین ہوتا ہے۔ واپسی کا وقت اس کے بعد کا ہے جبکہ واردات سے لوٹتے ہوئے مجرموں پہ
کام پر جانیوالے دیانت شعار مزدوروں کا گمان ہو سکے۔ لیکن سب سے ہیبتناک کام عموماً آدھی
رات کے وقت طے ہوتے ہیں اور ان سے اسرار نکلتے ہیں۔

—— شب زندہ دار لنڈن رات کے چوبیس گھنٹوں میں ایک منٹ کے لئے سونا تو بجا اونگھتا
تک نہیں۔ رات کے اندھیرے میں اس عظیم الشان شہر کی ضروریات بہم پہنچانے کے لئے
مسلسل کام ہوتا رہتا ہے۔ اور گاڑیوں اور چھکڑوں کی کثرت سے چلنے کو راستہ نہیں ملتا۔
ان آنکھوں کے مطالعہ کے لئے جن پر اسوقت تک نیند کا پردا پڑا ہے۔ ہزارہا پریس
دنیا جہان کے اخبار چھاپنے میں مصروف ہیں۔ ہسپتالوں میں سینکڑوں نرسیں تیمارداری

ہیں رات کالی کر رہی ہیں۔ رات کے وقت کام کرنیوالوں کے ریفرشمنٹ روم پورے جوبن پر ہیں وہاں جاکر کسی کو گمان تک نہیں ہوسکتا کہ یہ رات کا وقت ہے۔ طلوع آفتاب سے بہت پہلے بندرگاہ پر مزدوروں کا انبوہ عام ہو جاتا ہے اسی انبوہ عام میں بیسیوں ایسے اشخاص ہوتے ہیں جو روزی سے مایوس ہوکر یہاں آتے ہیں۔ اور جن کے درمیان آپ کو کئی ایک اسرار ملیں گے۔ ہاں یہ بتانا ضروری ہے کہ یہ تمام لوگ پیشہ ور مزدور نہیں بلکہ بعض اس جماعت سے تعلق رکھتے ہیں جو کوئی ہنر نہیں جانتے۔ اور بمجبوری روزی پیدا کرنے کے لئے قلیوں کا کام کرتے ہیں۔ میں نے اس ہجوم میں یونیورسٹی کے تعلیم یافتہ۔ ایکٹر۔ دلال دیکھے ہیں اور ایکدفعہ ان کی صف میں ایک پادری بھی نظر آیا تھا۔

ایک دو سال کا ذکر ہے کہ ایک بیرونٹ (نواب) یہاں تلاش معاش میں آیا کرتا تھا۔ اس شکستہ دل امیر کے کپڑے پھٹے ہوئے ہوتے تھے اور فاقہ کشی سے اس کا حلیہ بگڑا ہوا نظر آتا تھا۔ آخر کار اسے کام ملا مگر دو گھنٹے کے بعد اسے رخصت کیا گیا۔ کیونکہ اسکی نازک اندامی اس مشقت کی متحمل نہیں ہو سکتی تھی۔ لیکن جب سورج تاروں کی فوج کو شکست دیتا ہے تو یہ بھیانک منظر ایک دلکش سین میں مبتدل ہو جاتا ہے۔ صبح کے چار بجے ہی صاف ستھرے تنومند اشخاص پائپ منہ میں دبائے اپنے اپنے کام کاج کو جانا شروع کر دیتے ہیں۔ گاڑیوں کی سیٹیاں فضا میں گونجتی ہیں۔ کارخانوں کے گھنٹے بجتے ہیں گویا اس طرح اعلان ہوتا ہے کہ رات نے اپنا بستر لپیٹ کر صبح کو جائزہ دیدیا۔ اور بدکار اپنے پوشیدہ مقامات پر چھپ گئے۔ اور حلال کی روٹی پیدا کرنے والے سرگرم کار ہوئے ٭

باب بست ودوم

سر مکتوم

دنیا جس طرح بڑے آدمیوں کے حالات سے ناواقف رہتی ہے ویسے ہی وہ اپنے عظیم الشان اسراروں سے بے خبر ہے لوگوں کے کانوں میں ان کے متعلق بھنک نہیں پڑتی۔ اس پُر اسرار دنیا میں جسے لنڈن کہتے ہیں ہر روز عجیب وغریب واقعات ظہور میں آتے ہیں۔ اکے دُکے کا ذکر نہیں۔ انہیں کچھ باتیں معلوم ہو جائیں۔ تو ہو جائیں۔ مگر عوام ان رازوں سے کبھی آگاہ ہونے نہیں پاتے۔ بعض اوقات کوئی مرد یا عورت دم واپسیں پر یہ اقبال کرتی ہے تو وہ اشخاص لرزہ براندام ہو جاتے ہیں جو بستر مرگ کے قریب کھڑے ہوتے ہیں۔ بسا اوقات اقبالات بوقت مرگ میں بھی راز کو مخفی رکھنے کی کوشش کیجاتی ہے اس اہم وقت میں بھی مرنیوالا راز کو کسی عزیز کی تفویض کرنا گوارا نہیں کرتا پورے پورے حالات صرف پادری ہی کو بتاتا ہے جسکی لب سے مہر خاموشی کبھی نہیں ٹوٹتی بہت سے آدمی یہ جانکر کہ مرنے کے وقت انسان اقبال جرم کرکے اپنی ضمیر کو پاک کرنا چاہتا ہے باور کرتے ہیں کہ مجرم وہ اسرار پھانسی کے تختہ پر کھڑے ہو کر ظاہر کر دیتے ہیں۔ جو کسی اور طرح ظاہر نہیں ہونے پاتے۔ ابھی وہ لوگ بقید حیات موجود ہیں جنہوں نے نل کریم کا وہ اقبال جرم اپنے کانوں سے سنا۔ جو اُس نے اُسوقت کیا تھا۔ جب رسی اُسکی گردن کے گرد لپٹ چکی تھی۔ نل کریم نے صرف یہ الفاظ کہ "میں جیکٹ ہوں جسے ..... " کہنے پایا تھا۔ کہ اُسکے لب ہمیشہ کے لئے خاموش ہو گئے۔ دیگر اقبالات کی طرح اس اقبال کے بارے میں بھی یہی خیال کرتے ہیں۔ کہ وہ زندگی کو اور چند منٹ بڑھانے کے لئے کیا گیا تھا۔ یہ بدقسمت شخص

یہی سمجھتا تھا کہ یہ بیان کر دینے سے سزائے موت کچھ دیر کے لئے رُک جائیگی۔ تاکہ لوگ اسکی کہانی سن سکیں۔ کیونکہ وُہ جانتا تھا کہ تمام دُنیا اس اسرار کے معلوم کرنیکی مشتاق ہے لیکن پھانسی دینے والوں کو ایسے واقعات معلوم تھے جنکی بنا پر وُہ جانتے تھے کہ یہ بیان محض جھوٹ ہے ـــــ ایکدفعہ آدھی رات کے وقت ایک نرس ہسپتال میں چولھے کے پاس بیٹھی تھی۔ کہ ایک بیمار کی چارپائی سے کراہنے کی آواز آئی۔ وُہ لپک کر گئی۔ تو دیکھا کہ بیمار دم توڑ رہا ہے نرس ڈاکٹر کو بلانے لگی تھی کہ بیمار نے اُسکا ہاتھ پکڑ لیا۔

"خدا کے لئے یہاں سے نہ جانا۔ دیکھو میں دو گھڑی کا مہمان ہوں۔ اور تمہیں کچھ بتانا چاہتا ہوں جسے میرے مرنے کے بعد کسی پر ظاہر نہ کرنا"

نرس کچھ سہم سی گئی اور اُسنے رازداری کا وعدہ کیا۔ اور جھک کر اُس کے الفاظ سننے لگی بیمار کی حالت بہت بگڑ گئی۔ اور نرس نے جلدی سے ٹیلیفون کے ذریعہ ڈاکٹر کو بلایا اتنے میں بیمار نے سفر آخرت کیا۔ اور نرس کو ایسا راز بتا گیا۔ جو اگر اُسے نہ معلوم ہوتا تو وُہ اپنے آپ کو خوش قسمت خیال کرتی۔ اُس نے متوفی سے مکمل رازداری کا عہد کیا تھا لیکن وُہ اُسے ظاہر کرنے کے لئے بیقرار رہتی تھی۔ اُس نے بیان کیا کہ اگر وُہ اپنے لب کھولے تو لنڈن کا ایک پُر حیرت اسرار کھلا ہوا راز بنجائے۔ لیکن متوفی نے یہ اقبال نرس کے پاس اُسکے پیشہ کی حیثیت سے کیا۔ اور وُہ اُسے بصیغہ راز رکھنے پر مجبور ہے۔ اب دُنیا میں صرف ایک عورت اس راز سے آگاہ ہے اور وُہ بھی اسے اپنے ساتھ ہی قبر میں لیجائیگی۔ اسی پر منحصر نہیں لنڈن میں ہزاروں اسرار ہیں جن کے متعلق کسی نے کبھی ایک لفظ زبان سے نہیں نکالا۔ اور سنگ مرمر کی قبروں اور گل پوش مقبروں میں پوشیدہ پڑے ہیں۔ ایکدفعہ کا ذکر ہے۔ کہ ایک مسافر ایک قبرستان کے قریب سے گذر رہا تھا۔ وُہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ رات کے وقت دُور کی قبروں کے درمیان مدہم لالٹینیں ادھر سے اُدھر اور اُدھر سے اِدھر جا رہی ہیں۔ وُہ یہ منظر دیکھ کر سر پر پاؤں رکھ کر بھاگا۔ کہ بہت

کم لوگ رات کے وقت شہر خموشاں کی سیر کرنے کی جرأت کر سکتے ہیں۔ لیکن اس نے جو کچھ دیکھا وہ محض ہوم سکرٹری کے حکم کی تعمیل میں ایک قبر کھودی جا رہی تھی۔ کیونکہ یہ باور کیا گیا تھا کہ ایک غیر متوقع جرم کے نشانات قبرستان میں چھپائے گئے ہیں۔ کسی ایسے امر پر روشنی پڑی جس نے شک پیدا کیا۔ اور اب آستین کا خون پکار پکار کر قتل عمد کے ارتکاب کا اعلان کریگا۔ مگر قبرستانوں میں جرائم کے ایسے اسرار پوشیدہ ہوتے ہیں۔ جن پر کبھی روشنی نہیں پڑتی۔ مشہور ڈروس۔ پورٹ لینڈ اسرار کے متعلق جو بیانات دئے گئے تھے اُن سے انگلستان بھر میں تھلکہ مچ گیا تھا۔ لیکن وہ بیانات کہانی سے آگے نہ بڑھ سکے کیونکہ ہوم سکرٹری نے ہمیشہ قبر کھودنے کی اجازت دینے سے انکار کیا۔ اور خاندانی قبرستانوں میں عالیشان مقبروں اور عورتوں اور مردوں کی قبروں میں ایسے اشخاص آرام کر رہے ہیں۔ جنہوں نے وہ نام کبھی استعمال نہ کئے تھے۔ جو کتبوں پر کندہ ہیں۔ بناوٹی جنازوں میں ایسے اسرار پنہاں ہوتے ہیں جو کبھی ظاہر نہیں ہوتے۔ کیونکہ وہ اشخاص جو ان جلوسوں کو مرتب کرتے ہیں۔ ایک حرف بھی زبان سے سُنانے کا حوصلہ نہیں کر سکتے اس قسم کے جنازے اکثر انشورنس (بیمہ) کے متعلق جعلسازیوں کی علت میں اُٹھا کرتے ہیں۔ میں نے کسی گذشتہ باب میں تفصیل سے بیان کیا ہے کہ موت کا سرٹیفکیٹ حاصل کرنیکے موجودہ طریق کسقدر جعلسازیوں کا موجب ہو سکتا ہے۔ میں ایک مقدمہ کی روئداد بمختصر الفاظ میں بیان کرتا ہوں جن سے سنگی مزاج ناظر کو معلوم ہوگا۔ کہ کسی شخصکو جو ہنوز زندہ ہے جملہ مراسم متعلقہ کے ساتھ کس قدر آسان ہے۔

ایک ڈاکٹر ایک مریض کا علاج کرتا تھا جسکی زندگی کے لالے پڑے تھے۔ وہ ایکدن صبح کے وقت آیا۔ اور اُس نے مریض کو بہت مخدوش حالت میں پایا اور اُسکے ورثا سے یہ کہکر چلا گیا۔ کہ وہ رات کو ۹ بجے پھر آئیگا۔ ۸ بجے اُس شخص کی بیوی ڈاکٹر کے پاس آئی۔ اور بیان کیا کہ وہ مر گیا ہے۔ اُسکی موت کا سارٹیفکیٹ دیا جائے۔ ڈاکٹر مدت سے اُسکا

علاج کر رہا تھا۔ اور اُسے یقین تھا کہ وہ جانبر نہیں ہو سکتا۔ اس لئے اُسنے مطلوبہ سارٹیفکیٹ بابا "تائل" دیدیا۔ اُسکے جانیکے بعد ڈاکٹر نے اپنے اسسٹنٹ کو بُلا کر کہا کہ آج میں باہر نہیں جاسکتا۔ تم میری بجائے بیماروں کو دیکھ آوٗ۔ اُسنے مریضوں کی فہرست لی جس میں مریض مذکور کا نام بھی درج تھا۔ اور چل کھڑا ہُوا۔ جب ڈاکٹر کا قائم مقام مریض کے مکان پر پہنچا تو اُس نے مریض کو از بس بہتر حالت میں پایا۔ وہ چارپائی پر بیٹھا اپنے سالے سے باتیں کرتا تھا اور دونو وسکی پی رہے تھے۔ قائم مقام کے اس اتفاقیہ پھیرے نے جعلسازی کی ایک اعلٰی تجویز پر پانی پھیر دیا۔ اس بیمار نے ڈیڑھ ہزار روپے کے لئے اپنی زندگی کا بیمہ کرایا تھا۔ ڈاکٹر کے جانے کے بعد اسکی طبیعت ایسی تھی۔ کہ تمام شکایت کافور ہو گئی تھی مرض کا زور کم ہو گیا تھا۔ اور برائے نام بھی خطرہ نہ رہا۔ اس عرصہ میں اُسکا سالا آ گیا اور اُسنے اُس شخص اور اُسکی بیوی سے کہا کہ اس موقع سے فایدہ اُٹھانا اور بیمہ کا روپیہ جو بیمہ کرنے والے کی وفات پر ملا کرتا ہے وصول نہ کرنا۔ پرلے درجہ کی حماقت ہوگی۔ پس اُسکی بیوی گئی اور اپنے زندہ خاوند کی موت کا سارٹیفکیٹ لے آئی۔ یہ تمام واقعات مثل پر موجود ہیں۔ اس روئداد کا بیشتر حصہ ڈاکٹر نے اپنی شہادت میں بیان کیا۔ اسلئے اس واقعہ کے مدت بعد یہ جھوٹی تجہیز و تکفین بے نقاب ہوگئی۔ ڈاکٹر کے سارٹیفکیٹ کی بنا پر کلب سے تجہیز و تکفین کے لئے روپیہ لیا گیا۔ اور رشتہ داروں نے اس غرض سے ایک قد آدم خول خریدا۔ کہ اس میں اینٹ پتھر بھر کر کپڑے میں لپیٹ دیں۔ تاکہ وزن پورا ہو جائے۔ اور وہ کفنائی ہُوئی لاش معلوم ہو۔

—— لنڈن کے قبرستانوں میں ایسی ہزار ہا قبریں ہیں۔ جن میں کوئی نعش مدفون نہیں بعض قبروں پر بڑے عالیشان کتبے کندہ ہیں۔ اور بسا اوقات مُردہ "اشخاص" قبروں پر اپنی شان میں لمبے چوڑے قصیدے پڑھتے ہیں۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ خود مرحوم سال میں ایک دفعہ اپنی قبر پر پھولوں کی چادر چڑھانے جاتا ہے۔

یہ مردوں کے اسرار ہیں۔ زندوں کے اسرار پوشیدہ ہوتے ہیں کبھی وہ اُنکے صندوق سربمہر میں بند ہوتے ہیں۔ اور کبھی وکیل اُن کا پاسبان ہوتا ہے جسکے صندوق ایسی دل ہلا دینے والی داستانوں سے معمور رہتے ہیں چند دنوں کی بات ہے کہ میں ایک مشہور وکیل کے دفتر میں بیٹھا جو بہت سے بلند مرتبہ خاندانوں کے اسراروں کا نگران ہے باتیں کرتے کرتے مجھے خیال آیا کہ اگر اسکا پیشہ اور دیانتداری مانع نہ ہو تو وہ موجودہ لنڈن کے اسرار کا کیسا عجب سلسلہ تصنیف کر سکتا ہے۔ اس چھوٹے سے کمرے میں ہزاروں ایسی باتیں طے ہو کر نسیان کی نذر ہو جاتی ہیں جنکی بنا پر ایک ولولہ انگیز ناول یا لرزہ پیدا کرنیوالا میلو ڈراما تیار ہو سکتا ہے ان اسراروں سے عدالتوں کے ایوان نہیں گونجتے۔ نہ اِن سے اخباروں کے صفحے سیاہ ہوتے ہیں اگر ایسا ممکن ہو تو ناول ڈرامے اور اخباروں کی حیرت افزا سُرخیاں ماند ہو جائیں ——— اس ملک میں ملزم کی شخصیت مستور کرکے کسی فوجداری مقدمہ کی تجویز کے دوران میں بہت کم ظاہر کیا جاتا ہے کوئی وکیل عدالت میں یہ کہنے کی جرأت نہیں کرتا۔ کہ زیر تجویز ملزم کسی بڑے آدمی کا بیٹا ہے۔ پریدو نامی ایک ملزم نے عدالت میں بیان کیا۔ کہ اگر میں آپ کو بتاؤں کہ میں کون ہوں تو آپ ششدر رہ جائیں اور اُسکے وکیل نے اس بیان کی تصدیق کی ہمارے یہاں ایسے کمبخت نہیں ہوتے جو عدالت کے کٹہرے میں خاموش کھڑے ہو کر یہ ظاہر کریں کہ وہ ایک ایسے نام کی عزت بچا رہے ہیں۔ جو انہیں جان سے زیادہ عزیز ہے۔ پھر بھی بہت سے بے گناہ شخص اسلیئے موت کے گھاٹ اُتر گئے ہیں۔ کہ انہیں کسی کا راز فاش کرنا منظور نہ تھا۔ ایکدفعہ ایک بیگناہ شخص نے پھانسی کے تختے پر کھڑے ہو کر وہ الفاظ کہنے سے انکار کیا جس سے اُسکی بیگناہی ثابت ہو جاتی۔ کیونکہ اس سے اس شخص کی زندگی جوکھوں میں پڑتی تھی جسے دغا دینا اسے پسند نہ تھا۔

بہت سے بیگناہ مردوں اور عورتوں نے اقبال جرم کرکے سزا برداشت کی ہے ایک فرانسیسی ناول میں ذکر ہے۔ کہ ایک شخصکو تیسرے درجہ کی تپدق تھی۔ اُسنے اصلی مجرم کے

رشتہ داروں سے بلکہ خود جُرم کا اقبال کر کے سزائے موت برداشت کی۔ اور حقیقی مجرم پر آنچ نہ آنے دی۔ مگر اسے عدالت میں جاتے حجاب آتا تھا۔ اس مدقوق نے خودکُشی کر لی اور ایک تحریری اقبال چھوڑ مرا۔ جو حالات معلومہ کے بالکل مطابق تھا۔ یہ اقبال بالکل صداقت پر محمول تھا کہ اسکی جزئیات خود حقیقی مجرم نے بہم پہنچائی تھیں۔ اس شخص نے اپنے پسماندوں کے لئے معقول رقم لیکر اس دائمی ندامت کا بار اپنے سر لیا۔ کیونکہ اسے اچھی طرح معلوم تھا کہ دق جان لیوا ہے۔ آج نہ مریگا۔ کل مر جائیگا۔ اس لئے پسماندوں کے لئے روزی کا سامان کر کے کچھ لیکر مرنیکو مفت مرنے پر ترجیح دی۔ مفروضہ قاتل کی خودکُشی سے بہت عرصہ بعد ایک پُرانے پولیس افسر کو کچھ واقعات معلوم ہوئے۔ جنکی بنا پر اس اقبال کی صحت پر شک ہونے لگا۔ مگر اب مزید تفتیش بیکار تھی۔

۔۔۔ پُرانے زمانہ میں جسمانی تشدد کے ذریعہ مردوں اور عورتوں سے جھوٹے اقبالات کرائے جاتے تھے۔ آج کل بھی تشدد بیگناہ شخص سے اقبال جُرم کراتا ہے جسکی تہ میں کسی معقول فایدہ کی اُمید ہوتی ہے۔ ملزم اپنی شخصیت ظاہر کرنے پر سزا بھگتنے کو ترجیح دیتا ہے تاکہ خاندان پر حرف نہ آنے پائے۔

۔۔۔ یہ کہانیاں اکثر پڑھنے میں آتی ہیں کہ متعدد عورتیں بغیر شک پیدا کرنے تمام عمر اپنے آپکو مرد ظاہر کرتی رہیں۔ ناظرین یہ خیال کرتے ہیں کہ اگلے زمانہ میں ایسا ممکن ہے لیکن آجکل بھی کبھی کبھار دُنیا یہ معلوم کر کے حیران ہو جاتی ہے۔ کہ معمولی طبقوں میں بھی عورتیں یہ کام خوش اسلوبی سے انجام دیتی ہیں۔ بہت مدت نہیں گذری کہ ایک مزدور جسکے سر کے بال سفید اور منہ پر جھریاں پڑی تھیں۔ لنڈن کی ایک عدالت میں پیش ہوا اور ثابت ہو گیا کہ دراصل وُہ عورت ہے۔ اُس نے چالیس سال تک مردوں کی طرح زندگی بسر کی۔ اور اُنہی کے ڈھنگ پر کام کرتے رہے۔ مگر کسی کو ذرا بھی شک نہیں نہ ہُوا۔
بعض صُورتوں میں یہ جعلسازی رشتہ داری کی مدد اور اعانت سے کیجاتی ہے جب اولاد

ذکور نہ ہو تو خاندان کی جائداد کا مالک کوئی دوسرا شخص ہو جاتا ہے۔ ایسی صورت میں لڑکی کو پیدائش ہی سے لڑکا ظاہر کیا جاتا ہے اور اسکی پرورش اور لباس مردانہ طرز کا ہوتا ہے۔ آپ خیال کریں گے کہ یہ جعل کبھی نہ کبھی ضرور ظاہر ہو جاتا ہوگا۔ لیکن جب روپیہ کارفرما ہو تو افشائے راز کی کوئی معقول وجہ نہیں ہوتی۔ ان مردنما عورتوں کی شادیاں ہوتی ہیں اور ان کی بیویاں کبھی اس راز کو ظاہر نہیں کرتیں۔ اس کو ثابت کرنے کے لئے درجنوں مثالیں موجود ہیں بہت سی صورتوں میں آخر کار یہ راز ظاہر ہو جاتا ہے۔ یا وہ شخص خود اقبال کر لیتا ہے۔ لیکن بعض صورتوں میں عمر بھر یہ راز فاش نہیں ہوتا۔ اور اسے قبر کی خاموشی ڈھانپ لیتی ہے

شیخ مبارک علی تاجر کتب لوہاری دروازہ لاہور

اردو ہوس چیمبرلین روڈ لاہور

کامل بک ڈپو رنگ محل لاہور

دفتر انجمن ترقی اردو اورنگ آباد (دکن)